نمازِ پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
احادیث کی روشنی میں
حسین الامینی
fotolia

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
احادیث کی روشنی میں

تالیف

حسین الامینی

ناشر

کریم پبلیکیشنز

سمیع سنٹر 38۔ اُردو بازار لاہور

042-37122772,0300-4529232

kareempublications@yahoo.com

Scanned with CamScanner

نام کتاب	نمازِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مؤلف	حسین الامینی
کمپوزنگ	الحسین کمپوزنگ سنٹر لاہور
ناشر	کریم پبلی کیشنز لاہور
اشاعت سوم	جمادی الثانی ۱۴۳۵ ہجری
مطبع	رانا زاہد پرنٹرز لاہور
قیمت	-/265 روپے

ڈیلرز

کراچی	اسلام آباد	لاہور
محفوظ بک ایجنسی	اسلامک بک سنٹر	افتخار بک ڈپو
حسن علی بک ڈپو	محمد علی بک ڈپو	مکتبہ الرضا
رحمت اللہ بک ایجنسی		ضامن بک ڈپو

سید جعفر علی اینڈ سنز بھکر، مکتبہ کاظمیہ ملتان، زیدی کتب خانہ خیر پور میرس، پاک کتب خانہ راولپنڈی، مکتبہ النجف کوٹلی امام حسینؑ ڈی آئی خان، جامعہ امام الصادق کوئٹہ، قمر بنی ہاشم لائبریری پشاور، جعفری کتب خانہ لاڑکانہ، حسینیہ بکسٹال جامع مسجد شیعہ بہاولپور

اهداء

میں اپنی اس کاوش کو اپنے جد بزرگوار کے نام کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

حسین الامینی

Scanned with CamScanner

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (بحار الانوار۔ بخاری شریف)

نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احادیث کی روشنی میں

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح خود نماز پڑھی اپنی امت کو بھی اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن امت میں نماز کے پانچ طریقے کیسے وجود میں آگئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کیسے کرتے تھے؟ کیا دو نمازیں اکٹھی پڑھنا سنت سے ثابت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے سجدہ گاہ اور خاک پر سجدہ کرنے کی احادیث موجود ہیں پھر اس سنت پر عمل کیوں نہیں ہوتا؟ کیا رفع الیدین کرنا پیارے نبیؐ کی سنت سے ثابت ہے؟ قنوت کے سلسلے میں احادیث کیا کہتی ہیں؟ نماز میں قیام کا سنت طریقہ کون سا ہے؟ کتب صحاح ستہ میں ہاتھ باندھنے کی کوئی واضح اور مستند حدیث کیوں نہ آسکی؟ مسند امام اعظمؒ میں ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث کیوں موجود نہیں؟ صحیح ابن خزیمہ میں سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث ضعیف ہونے کی باوجود اس پر کیوں عمل کیا جاتا ہے؟ ایک شخص کے غلط نماز پڑھنے پر پیارے نبیؐ نے اسے ساری نماز سکھائی لیکن اُس میں تو ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں؟ بہت سارے صحابہ کرامؓ نے لوگوں کو نماز پیغمبرؐ کی تفصیل سے تعلیم دی لیکن کسی نے بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ صحابہ کرامؓ کے احتجاج کے باوجود بنو امیہ نے کس طرح نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تبدیلیاں کیں؟ نماز جنازہ کا سنت طریقہ کون سا ہے؟ قیام رمضان کے سلسلے میں احادیث کیا کہتی ہیں؟ ان سوالات کے جوابات اس کتاب میں انتہائی شائستہ انداز میں دیئے گئے ہیں۔

مولفہ: حسین الامینی

عرضِ ناشر

محترم قارئین کرام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام و رحمت

مکرم و محترم جناب حسین الامینی کی کتاب ''نماز پیغمبر ﷺ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پیشتر ازیں فاضل مؤلف کی کتب ''شیعیت کا مقدمہ'' اور ''توحید نہج البلاغہ کی روشنی میں'' آپ سے خوب دادِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ خاص طور پر ''شیعیت کا مقدمہ'' کی مانگ میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''نمازِ پیغمبر ﷺ'' میں فاضل مؤلف نے دین اسلام کے انتہائی اہم رکن ''نماز'' پر بڑے خوبصورت انداز میں قرآن و حدیث کی مستند آیات و روایات کو سامنے رکھ کر بحث کی ہے کہ آج تک اُمت مسلمہ کیوں اس امر پر متفق نہیں ہو سکی کہ پیغمبر اسلام ﷺ کس طریقے سے نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ نماز جیسے اہم رکن جسے پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہزارہا صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں دن میں پانچ مرتبہ ادا کیا اس میں اتنا زیادہ اختلاف کیوں؟ کوئی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھ رہا ہے تو کوئی سینے پر باندھ کر۔ کسی کے ہاتھ ناف پر ہیں تو کسی کے زیرِ ناف وغیرہ۔

فاضل مؤلف نے پوری کوشش کی ہے کہ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہ ہو۔ حدیث پاک لکھتے ہوئے انہوں نے فٹ نوٹ میں کتاب اور مصنف کا حوالہ ضرور دیا ہے۔ حقائق لکھتے ہوئے موصوف کا قلم راہِ حق سے نہ کہیں اٹکا ہے اور نہ بھٹکا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ موصوف اصل نماز جو پیغمبر اسلام ﷺ نے ادا فرمائی ہے کو بتانے کے لیے کوشاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پرخلوص عمل کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اپنی اَنا کی تسکین چھوڑ کر صرف خوشنودیٔ خدا کے لیے نماز ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

آخر میں جناب حسین الامینی صاحب کے لیے مخلصانہ دعا ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

آپ کی زریں آراء.............ہمارے لیے مشعلِ راہ

عزادار حسین نقوی

کچھ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے

از سیّد حسین سبزواری ''مدرسہ فیضیہ قم''

مجھے جناب حسین الامینی کی کتاب ''نماز پیغمبرؐ '' احادیث کی روشنی میں کا مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا مصروفیات کی وجہ سے پوری کتاب کا مطالعہ تو نہ کر سکا البتہ جو حصے دیکھے محسوس ہوا کہ کتاب محنت سے لکھی گئی ہے اس سے پہلے ان کی تعارفِ تشیع پر مبنی ایک کتاب ''شیعیت کا مقدمہ'' تو کئی زبانوں میں چھپ چکی ہے دوسری کتاب ''توحید نہج البلاغہ کی روشنی میں'' بھی عمدہ کاوش ہے۔ جناب حسین الامینی کو میں زمانہ طالب علمی سے جانتا ہوں۔ دانشگاہ میں ہماری ملاقات ہوتی رہی، الٰہیات کا امتحان بھی ہم نے اکٹھے دیا دوسروں کے دلائل سن کر تحمل اور بردباری سے جواب دینا ان کی خصوصیت ہے۔ ان کی یہ بات بالکل بجا ہے کہ ''دلائل موجود ہوں تو جذباتی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔'' امینی صاحب کو نہج البلاغہ سے خصوصی دلچسپی ہے اور اس پر وہ کام بھی کر رہے ہیں امید ہے کہ ان کی اس کتاب کا بھی انشاءاللہ سابقہ کتب کی طرح اچھی طرح استقبال ہوگا۔

☆☆☆☆☆

فہرست

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

مقدمہ

نمازِ پیغمبرؐ لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب اعمال میں سے اہم ترین عمل نماز ہے۔ نماز کی اہمیت جتلانے کے لئے ہی یہ حکم موجود ہے کہ

"نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بن جاؤ" (سورہ روم آیت ۳۱)

پھر اس اسلامی حکم سے کون واقف نہیں کہ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے گویا کفر کیا۔ نماز کی اہمیت کے لئے یہ حدیث مبارکہ بھی موجود ہے کہ

قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز سے متعلق ہوگا:

شیعہ سنی کتب احادیث میں یہ فرمان پیغمبرؐ موجود ہے کہ

اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسِبُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الصَّلٰوة

ترجمہ: "تحقیق لوگوں کے اعمال میں سے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا"[1]

نماز چونکہ امت کی وحدت کی علامت ہے اور یہ عمل قیامت تک کے لئے فرض ہے اس لیے ضروری تھا کہ تمام افراد امت یہ عبادت ایک ہی طریقہ سے کریں اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ حضرت جبرائیلؑ پیغمبر گرامیؐ پر نماز کا طریقہ نازل فرمایا:

ابی داؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

[1] وسائل الشیعہ، بخاری

"خانہ کعبہ میں حضرت جبرائیلؑ نے میری امامت کی پس مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔ مجھے عصر کی نماز پڑھائی، مجھے مغرب کی نماز پڑھائی۔ مجھے عشاء کی نماز پڑھائی، مجھے فجر کی نماز پڑھائی"

اہلحدیث مصنف ڈاکٹر شفیق الرحمن اپنی کتاب "نماز نبویؐ" ص ۵۲ پر یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

"امامت جبرائیلؑ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا درجہ اتنا بلند اور اس کی اہمیت اللہ کے نزدیک اتنی اعلیٰ و ارفع اور اسے مخصوص ھیئت مقررہ قاعدوں متعینہ ضابطوں اور نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم امت کے لئے حضرت جبرائیلؑ کو ہادی عالمؐ کے پاس بھیجا حضرت جبرائیل نے اللہ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی کیفیت ھیئت اس کے اوقات اور اس کے قاعدے سکھائے اور پھر آپؐ حضرت جبرائیلؑ کے سکھائے وقتوں، طریقوں، قاعدوں اور ضابطوں کے مطابق نماز پڑھتے رہے اور امت کو بھی حکم دیا کہ

"تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"

(بخاری کتاب الاذان)

پیارے نبیؐ کی سنت و طریقہ ملاحظہ فرمائیں آپؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ کر دکھلائی:

اھلحدیث مصنف ڈاکٹر شفیق الرحمن اپنی کتاب "نماز نبویؐ" ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

"ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر نماز کی امامت فرمائی قیام اور رکوع منبر پر کیا اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے یہ کام اس لئے کیا ہے تا کہ تم نماز ادا کرنے میں میری اقتداء کر سکو اور میری نماز کی کیفیت معلوم کر سکو۔"

(صحیح بخاری الجمعۃ باب الخطبۃ علی المنبر صحیح مسلم)

اور شیخ عبدالرحمٰن عزیز "صحیح نماز نبویؐ" ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ

"رسول اللہؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی تا کہ سب لوگ صحیح نماز سیکھ سکیں۔"

کیا حضرت جبرائیلؑ کئی طریقوں کی نماز لے کر نازل ہوئے؟

حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیارے نبیؐ کے لئے نماز کا جو طریقہ لے کر نازل ہوئے وہ ایک ہی طریقہ تھا اوقات نماز کے متعلق تو یہ ملتا ہے کہ پہلے روز حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے تو ظہر و عصر، عشاء اور فجر کو اوّل وقت میں پڑھا دوسرے روز ان نمازوں کو قدرے دیر کر کے پڑھا۔ مغرب کو بقول بخاری شریف اُس وقت پڑھا جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے باقی رہا نماز کا طریقہ وہ ایک ہی نازل ہوا اسی طریقہ سے پیارے نبیؐ نے خود بھی پوری زندگی نماز پڑھی اور اپنی امت کو بھی پڑھ کر دکھلائی۔ گھر میں مسجد میں سفر میں حضر میں نماز کا طریقہ ایک ہی رہا حتیٰ کہ پیغمبر گرامیؐ نے اونچی جگہ کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھ کر دکھلائی اس سے آپؐ کا مقصد فقط یہی تھا کہ تمام لوگ مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیں لیکن خدا اور رسولؐ کے اتنے اہتمام کے باوجود

بعد از پیغمبرؐ خدا زیر ناف پیٹ پر اور سینے پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے کے طریقے کیسے وجود میں آ گئے؟

آج ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مسئلہ حدیث نہ ملنے کے باوجود حنفی شافعی، حنبلی اور اہلحدیث برادران نماز تو ہاتھ باندھ کر پڑھتے ہیں لیکن ہاتھ باندھنے کہاں ہیں اس سلسلے میں ہر ایک کا اپنا اپنا طریقہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ برادران اہلسنت کے آئمہ اور محدثین کو کوئی ایک مستند حدیث بھی نہ مل سکی جو نماز میں ہاتھ باندھنے پر دلالت کرتی ہو اس سلسلے میں ایک حیران کن بات ملاحظہ فرمائیں۔ جناب محمد شفیق اسعد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے شیخ محمد الیاس فیصل کی تحقیقی کتاب "نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم" پر

مقدمہ لکھا ہے اس میں ان کا بیان ہے کہ

"کوفہ میں پندرہ سو حضرات صحابہ رضی اللہ عنھم تشریف لائے جن کے علوم کوفہ میں پھیلے اس طرح کوفہ مرکز علوم کتاب و سنت بن گیا۔"[ع]

لیکن جب ہم کوفہ میں پیدا ہونے والے اور وہاں زندگی گزارنے والی شخصیت امام ابو حنیفہؒ کے جمع کردہ مجموعہ احادیث "مسند امام اعظمؒ" کو دیکھتے ہیں تو اس میں ہمیں نماز میں ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث بھی نہیں ملتی گویا کوفہ تشریف لانے والے پندرہ سو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں بتلایا کہ پیارے نبیؐ نماز میں ہاتھ باندھتے تھے ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ اگر نماز میں ہاتھ باندھنا پیارے نبیؐ کی سنت ہوتی تو یقیناً یہ صحابہ کرامؓ اسے بیان فرماتے اور امام ابو حنیفہؒ اس طریقہ کو اپنے جمع کردہ مجموعہ احادیث میں درج بھی کرتے صرف یہی نہیں بلکہ برادران اہلسنت کی مستند ترین کتب احادیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابی داؤد اور نسائی شریف میں بھی نماز میں ہاتھ باندھنے والی کوئی واضح اور مستند حدیث موجود نہیں۔ جس کی وجہ سے برادران اہلحدیث صحیح ابن خزیمہ نامی حدیث شریف کی کتاب کی ایک روایت کو بنیاد بنا کر نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے ہیں لیکن خود ہی تسلیم بھی کرتے ہیں اس روایت کا ایک راوی مؤمل بن اسمٰعیل ہے جو کہ خراب حافظے والا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے (حاشیہ ابن خزیمہ جلد ۱ ص ۲۵۴ طبع کراچی) لیکن پھر بھی عمل اس ضعیف پر کرتے ہیں برادران اہلسنت و اہلحدیث کے بزرگ علماء ان تمام حقائق سے بخوبی آگاہ ہیں اسی لئے جناب شیخ محمد الیاس فیصل نے اپنی کتاب "نماز پیغمبرؐ" ص ۱۲۰ پر عرب سکالر عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم نے اپنی کتاب "عبادات میں بدعات" ص ۱۳۰ (اردو ترجمہ) پر اور برادران اہلحدیث کی پسندیدہ شخصیت اور سعودی عرب کے مشہور زمانہ عالم شیخ عبدالوہاب نجدی نے اپنی تالیف زادالمعاد ص ۲۸ (اردو ترجمہ شائع کردہ

ع نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۳۲ طبع لاہور

وزارت مذہبی امور سعودی عرب) پر تسلیم کیا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق پیارے نبیؐ سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ہم نے ان باتوں کی تفصیل اسی کتاب کے اندر بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔

نماز کے مختلف طریقے وجود میں آنے کی اصل وجہ پیغمبر گرامیؐ کے بتلائے ہوئے مرکز سے رجوع نہ کرنا ہے:

ہم پوری دیانتداری سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر امت مسلمہ پیغمبر گرامیؐ کے بتلائے ہوئے مرکز یعنی قرآن وعترت سے وابستہ رہتی تو آج باقی مسائل الشریعہ میں بالعموم اور نماز جیسے روز مرہ کے بنیادی مسئلہ میں بالخصوص اس طرح اختلاف کا شکار نہ ہوتی۔

بعد از پیغمبر گرامیؐ قرآن وسنت کی تعلیمات حاصل کرنے کا مرکز کونسا ہے؟

پیارے نبیؐ کی دلی تمنا تھی کہ میرے بعد میری امت کی وحدت قائم رہے اس لئے آپؐ نے اپنی قیامت تک آنے والی امت کو ایک نصیحت اور وصیت فرما دی جسے حدیث ثقلین کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم جامع ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں آنحضرتؐ کی یہ متواتر و مشہور حدیث موجود ہے جس میں پیغمبر گرامیؐ نے اپنے بعد امت کو جس مرکز کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اس کا ذکر موجود ہے اس حدیث کو بڑے بڑے علمائے اہلسنت واہلحدیث نے درست تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ مثلاً اہلحدیث مصنف شاہ اسماعیل شہید نے اپنی کتاب ''عظمت صحابہؓ و اہلبیتؑ'' میں حدیث ثقلین لکھی ہے جس میں پیارے نبیؐ نے صحابہ کرامؓ کے علاوہ اپنی باقی امت کو یہ پیغام دیا ہے کہ میں تمہارے درمیان دو بڑی وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک قرآن ہے اور دوسری میری اہلبیتؑ ہیں اس حدیث میں آنحضرتؐ نے

یہ الفاظ بھی بیان فرمائے کہ

وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ

ترجمہ: ''میری عترت اور قرآن ہرگز جدا نہ ہوں گے جب تک کہ وارد ہوں میرے پاس حوض کوثر پر۔''[ع]

اب امت مسلمہ کی ذمے داری کیا تھی؟

اب امت مسلمہ کی ذمے داری یہ تھی کہ وہ بلا حیل و حجت اپنے تمام دینی معاملات میں پیارے نبیؐ کے بتلائے ہوئے اس مرکز کی طرف رجوع کرتی جس کا کوئی عمل قرآن سے جدا نہ ہونے کی گواہی زبان رسالتؐ نے دی ہے لیکن افسوس صد افسوس زبانی دعوے تو ہوتے رہے لیکن عملاً ایسا نہ ہوسکا اہلحدیث بھائیوں کے ہی بہت بڑے علامہ وحید الزمان خان اہلحدیث اور اہلسنت کے دیگر مکاتب فکر کے بارے میں بڑے افسوس سے لکھتے ہیں کہ

''آنحضرتؐ کی اس نصیحت اور وصیت (یعنی حدیث ثقلین) پر صرف وہ اہلحدیث عامل ہیں جو قرآن اور اہلبیت دونوں کو سنبھالے ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ خارجی اور ناصبی اور مقلدین اور نام کے اہلحدیث نے اہلبیت کو چھوڑ دیا اب خارجی اور ناصبی تو معاذ اللہ اہلبیتؑ کے دشمن بن گئے اور ان کو بُرا کہنے لگے اور مقلدوں نے کیا کیا کہ زبانی اہلبیتؑ کی محبت کی ڈینگ مارتے ہیں لیکن عملاً ذرا بھی اہلبیتؑ کی طرف توجہ نہیں اُن کی کتابوں میں جہاں دیکھو ابوحنیفہ اور شافعی اور مزنی اور ابو یوسف اور محمد بن حسن اور زفر کے اقوال بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے آج تک کسی حنفی یا شافعی کو نہیں دیکھا جو امام جعفر صادقؑ یا امام محمد باقرؑ یا دوسرے آئمہ اہلبیتؑ کے اقوال تلاش کرے اور ان پر چلے ان مقلدوں کا جہل اس درجہ پہنچ گیا ہے کہ اگر کوئی خدا کا بندہ اہلبیت کرام کے اقوال اور افعال جمع کرے یا ان کے اجتہاد پر

[ع] عظمت صحابہ و اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ص ۹۷ شائع کردہ مشتاق بک کارنر لاہور

Scanned with CamScanner

چلے تو اس کو شیعہ کہتے ہیں کیا خوب اگر یہی تشیع ہے تو خدا ہمیں شیعہ ہی رکھے اور اسی طریق پر مارے۔''[۴] تھوڑا آگے لکھتے ہیں کہ

''سچے سنی وہی ہیں جو اللہ کی کتاب پر چلتے ہیں پھر حدیث شریف پر جو سردار اھلبیت کا ارشاد ہے پھر اھلبیت کے اقوال و افعال پر اور اھلبیت کے اقوال اور اجتہادات کو دوسرے فقہا اور مجتہدین کے اقوال اور اجتہادات پر مقدم رکھتے ہیں یہاں تک کہ صحابہ بھی اگر کسی مسئلہ میں مختلف ہوں تو حضرت علی کا قول اختیار کرتے ہیں کیونکہ آپ کو دوہری فضیلت حاصل ہے صحابی بھی ہیں اور اھلبیت یعنی اصحاب کساء میں بھی ہیں۔''[۵]

اھلسنت محدثین کے طرزِ عمل کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

اھلحدیث سکالر مولانا وحید الزمان خان مقلدین اور غیر مقلدین کے عترت رسولؐ سے روا رکھے گئے طرزِ عمل پر دکھ کا اظہار کر رہے ہیں اب محدثین اھلسنت کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں: بخاری شریف میں سات ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں اسی طرح مسلم شریف میں بھی سات ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں ان دونوں اہم ترین کتب احادیث میں حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے کتنی روایات لی گئی ہیں۔
اھلسنت مصنف شاہ معین الدین احمد ندوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''صحیحین میں آپ کی کل اکتالیس حدیثیں ہیں۔ (خلفائے راشدین ص ۳۰۶ طبع کراچی) بلکہ ہمارے بعض محقق علماء نے لکھا ہے کہ بخاری شریف میں امام حسن مجتبیٰؑ سے ایک روایت بھی نہیں لی گئی اس سے اندازہ لگالیں کہ باقی آئمہ اھلبیتؑ سے محدثین اھلسنت نے کتنی روایات لی ہیں۔ اس سلسلے میں ہماری رائے تو یہ ہے کہ اھلسنت محدثین اور سنی عوام کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے حقیقی مرکز تک نہ پہنچنے دینے میں اس وقت کے اموی اور عباسی حکمرانوں کا عمل دخل ہے کیونکہ اُس زمانے میں

---
[۴] [۵] لغات الحدیث جلد نمبر ۱ کتاب ''ت'' ص ۱۴۳ طبع کراچی

حضرت علیؑ سے روایت لینا تو کجا اُن کا نام احترام سے لینے پر بھی گرفت ہو جاتی تھی البتہ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کو احادیث بیان کرنے کا اس لئے موقع مل گیا کہ بنوامیہ کے حکمران اپنا اقتدار بچانے میں لگے ہوئے تھے اور بنی عباس اُن سے اقتدار چھیننے میں مصروف تھے۔

تصویر کا دوسرا رُخ: مکتب اھلبیتؑ کی کتب احادیث آئمہ اھلبیتؑ کی روایات سے چھلک رہی ہیں:

اب ذرا دوسری طرف مکتب اھلبیتؑ کی کتب احادیث دیکھئے جو کہ پیارے نبیؐ کے بتلائے ہوئے مرکز یعنی آئمہ اھلبیتؑ کی روایت کردہ احادیث سے چھلکتی نظر آتی ہیں۔ مکتبہ اھلبیتؑ کے پیروکار جانوں کے نذرانے بھی پیش کرتے رہے اور آئمہ اھلبیتؑ کے پاس حاضر ہوتے اور قرآن و سنتؐ کی تعلیمات سے اپنا دامن بھر کر لاتے بطور نمونہ علامہ محدث شیخ حر عاملی کی کتاب وسائل الشیعہ بھی دیکھ لی جائے جو کہ بیس جلدوں میں ہے اور فارسی اور انگلش وغیرہ کئی زبانوں میں اس کے تراجم چھپ چکے ہیں۔ یہ قرآن و سنت کی تعلیمات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اوپر ہم کتب اھلسنت کے حوالے سے ثابت کر آئے ہیں کہ پیارے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ قرآن اور میری عترتؑ کبھی جدا نہیں ہوں گے اب پیغمبر گرامیؐ کی پوری زندگی قرآن کی عملی تصویر ہے اسی طرح آئمہ اھلبیتؑ جو کہ عترت رسولؐ ہیں وہ جو کچھ بتاتے ہیں وہ یا تو قرآن کی تعلیمات ہوتی ہیں یا پھر پیارے نبیؐ کی سنت ہوتی ہے اس سے ہٹ کر کوئی چیز بتانے کے وہ مجاز ہی نہیں ہیں۔ اسی لئے امام جعفر صادقؑ کا بڑا واضح اور دوٹوک فرمان ہے کہ

"حَدِيثِي حَدِيثُ أَبِي وَحَدِيثُ أَبِي حَدِيثُ جَدِّي
وَحَدِيثُ جَدِّي حَدِيثُ الْحُسَيْنِ وَحَدِيثُ الْحُسَيْنِ
حَدِيثُ الْحَسَنِ وَحَدِيثُ الْحَسَنِ حَدِيثُ أَمِيرِ

Scanned with CamScanner

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَدِيْثُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
حَدِيْثُ رَسُوْلِ اللهِ وَ حَدِيْثُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ

ترجمہ: (علی بن محمد...... سہیل بن زیادہ احمد بن محمد...... وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ)

"میری حدیث میرے والد کی حدیث ہے اور میرے والد کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے اور میرے دادا کی حدیث امام حسین علیہ السلام کی حدیث ہے اور ان کی حدیث امام حسنؑ کی حدیث ہے اور امام حسنؑ کی حدیث امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی حدیث ہے اور ان کی حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اور رسول پاک کی حدیث اللہ عزوجل کا قول ہوتا ہے۔"[۶]

ہماری اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہی ہے کہ ہم نے اپنی اس کتاب "نماز پیغمبر" میں جو کچھ آئمہ اھلبیتؑ کی زبانی لکھا ہے وہ یا تو قرآن مقدس کی تفسیر ہے یا پھر سنت پیغمبر مصطفیٰؐ ہے اس سے ہٹ کر کوئی چیز بتانا آئمہ اھلبیتؑ کا منصب ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیارے نبیؐ کے بتائے ہوئے قرآن وسنت کے مرکز سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

۶ الشافی ترجمہ اصول کافی جلد نمبر ۱ ص ۱۲۳ طبع کراچی

نماز کی بحث شروع کرنے سے قبل اصول دین کا مختصر اتعارف پیش خدمت ہے

اصول دین

اصول دین پانچ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں

۱۔توحید ۲۔عدل ۳۔نبوت ۴۔امامت ۵۔قیامت

اب ہم اصول دین کی تھوڑی سی تشریح کرتے ہیں۔

۱۔عقیدہ توحید کیا ہے؟

دین اسلام کی سب سے پہلی بنیاد عقیدۂ توحید ہے انسان کی نجات کے لیے عقیدۂ توحید کا درست ہونا بنیادی شرط ہے یعنی انسان یہ عقیدہ رکھے کہ پیدا کرنا' رزق دینا' موت دینا' بروز قیامت قبروں سے اٹھانا' بیماروں کو صحت دینا وغیرہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور صرف وہی ذات لائق عبادت ہے۔

۲۔عدل

اللہ تعالیٰ عادل ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا جو لوگ نیک کام کریں گے انہیں جزا ملے گی اور جو لوگ بُرے فعل سرانجام دیں گے انہیں اس کی سزا ملے گی

۳۔نبوت

اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے انبیاء بھیجے جن میں سے اول حضرت آدمؑ ہیں اور آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۴۔ امامت

پیغمبر اکرمؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد قرآن وسنت کی تعلیمات کہاں سے حاصل کی جائیں پیغمبر گرامیؐ نے اپنی زندگی میں بھی مختلف طریقوں سے اُس مرکز کی نشاندہی فرمادی تھی شیعہ سنی کتب احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے بخاری، مسلم، ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی شریف وغیرہ کتب احادیث میں محدثین نے تھوڑے بہت لفظی اختلاف سے پیغمبر گرامیؐ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ میرے بعد اس امت میں بارہ حاکم ہونگے مثلاً صحیح مسلم میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ

"ہمیشہ اسلام غالب رہے گا بارہ خلیفوں کی خلافت تک"[1]

اس دین کو چونکہ قیامت تک قائم ودائم رہنا ہے اس لیے ان آئمہ یا خلفائے رسول کا سلسلہ بھی تا قیامِ قیامت چلتا رہے گا۔

امام کے فرائض کیا ہیں

اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا یہ آخری دین چونکہ مکمل ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس سورہ حاقہ آیت ۴۴ تا ۴۶ میں ہمیں سمجھانے کے لیے یہ قانون بتا دیا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے دین میں تبدیلی کرنے کے مجاز سرکار دو عالم ﷺ بھی نہیں ان کے بعد آئمہ اہل بیتؑ ہوں یا دیگر بزرگان کسی امتی کو دین الٰہی میں تبدیلی کا اختیار حاصل نہیں ہے امام جعفر صادقؑ امام کی ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اگر مومنین (اپنی کم علمی کی وجہ سے) امر دین میں کوئی زیادتی کریں تو امام اسے رد کردے اور اگر کمی کریں تو اس کو ان کے لیے پورا کردے"[2]

اور امام ہشتم علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"امام حلال کرتا ہے حلالِ خدا کو اور حرام کرتا ہے حرام خدا کو"[3]

---

[1] صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ ترجمہ مولانا وحید الزمان تیسیر الباری شرح بخاری جلد ۹ ص ۲۹۲ طبع کراچی جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۳۱ ترجمہ مولانا بدیع الزمان [2] الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۱ طبع کراچی [3] الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۲ ص ۶۱

آئمہ کے اسمائے گرامی:

(۱) امام المتقین حضرت علیؑ (۲) حضرت امام حسنؑ (۳) حضرت امام حسینؑ (۴) حضرت امام علی بن حسینؑ (زین العابدین) (۵) حضرت امام محمد باقرؑ (۶) حضرت امام جعفر صادقؑ (۷) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۸) حضرت امام علی رضاؑ (۹) حضرت امام محمد تقیؑ (۱۰) حضرت امام علی نقیؑ (۱۱) حضرت امام حسن عسکریؑ (۱۲) حضرت امام مہدیؑ

۵۔ قیامت

اس دنیا کا سلسلہ جب ختم ہوگا تو تمام مرنے والوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا ہر شخص سے اعمال کا حساب ہوگا نیک لوگوں کو جنت میں بھیجا جائے گا اور جن کے اعمال بُرے ہونگے وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ قیامت اور اس کی جو تفصیل قرآن مقدس میں آئی ہے اس کا انکار کفر ہے۔

قرآن کے متعلق ہمارا عقیدہ:

بعض لوگ مسلمانوں کے درمیان نفرتیں پیدا کرنے کے لیے یہ الزام لگاتے ہیں کہ شیعہ اس قرآن میں تحریف کے قائل ہیں ایسے برادران کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ دیکھیں کہ شیعہ گھروں میں ان کی مساجد میں اور ان کے مدارس میں کس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے کیا وہ یہی قرآن نہیں جو اہل سنت بھائیوں کے پاس موجود ہے اس کے علاوہ ایران عراق لبنان بحرین وغیرہ جو کہ شیعیت کے بڑے مراکز ہیں وہاں پر جو قرآن پرنٹ ہوتا ہے وہ وہی نہیں جو سعودی عرب مصر اور پاکستان میں پرنٹ ہوتا ہے پھر یہ نفرتیں بانٹنے کا کیا فائدہ ہے شیعہ عالم شیخ صدوقؒ نے آج سے ایک ہزار سال قبل یہ بات لکھ دی تھی کہ

"وہ قرآن جو خداوند عالم نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا یہی ہے

جو دو گتوں کے درمیان لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت موجود ہے اس سے زیادہ نہیں ہے"۔ ۴
چونکہ شیعہ گھروں ان کی مساجد و مدارس میں اسی قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اور اسے خدا کی آخری مقدس کتاب سمجھ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے انہی حقائق کی بنا پر محترم ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی لکھتے ہیں کہ
"اہل تشیع کا عمومی موقف یہ ہے کہ ہم اسی کتاب کو برحق مانتے ہیں اور ہمیں ظاہر بات ہے ان کا وہی موقف درست تسلیم کرنا چاہیے جو ان کی زبان سے ادا ہو رہا ہے چنانچہ کتاب ہمارے اور ان کے درمیان مشترک ہے"۵

مساجد کو آباد کرنے کا حکم

شیخ صدوقؒ امام جعفر صادقؑ کے ذریعے سے روایت کرتے ہیں کہ
"(اے لوگو) تم پر لازم ہے کہ مساجد میں حاضری دو کیونکہ یہی مساجد زمین میں خدا کے گھر ہیں جو شخص با طہارت ہو کر مساجد میں آئے گا تو خدا اسے گناہوں سے پاک کردے گا"۔ ۶
امیر المومنین حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ
"اللہ تعالیٰ جب اہل زمین پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے (تو رک جاتا ہے) اور فرماتا ہے کہ اگر زمین پر میرے جلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور ہماری مسجدوں کو آباد کرنے والے اور اوقات سحر میں استغفار کرنے والے نہ ہوتے تو میں عذاب نازل کردیتا"۔ ۷

اسلام میں نماز کی اہمیت

اسلام میں نماز کی اہمیت سمجھنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ پیغمبر گرامیؐ فرماتے ہیں کہ

---

۴ ملاحظہ ہو "اعتقادات" صفحہ نمبر ۸۳ مولف شیخ صدوقؒ مطبوعہ اسلام آباد ۵ شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت اہمیت صفحہ نمبر ۲۲ شائع کردہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۶ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۲۶ طبع اسلام آباد ۷ من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۲۶ طبع کراچی

"نماز دین کا ستون ہے"۸
اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے حتیٰ کہ اشارے سے بھی پڑھنے کا حکم ہے ارشاد ربانی ہے کہ
"نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بن جاؤ"
(سورہ الروم آیت نمبر ۳۱)

پیغمبر گرامیؐ فرماتے ہیں کہ
"ایمان اور کفر کے درمیان بس نماز ہی کا فاصلہ ہے"۹
اسی طرح حدیث پیغمبرؐ ہے کہ
"شیطان اس وقت تک برابر بندہ مومن سے خوف زدہ رہتا ہے جب تک وہ نماز پنجگانہ کو باقاعدہ اپنے اوقات پر ادا کرتا ہے اور جب وہ نمازوں کو ضائع کردیتا ہے تو پھر شیطان کی امید بن جاتی ہے اور وہ اسے بڑے بڑے گناہوں کی طرف دھکیل دیتا ہے"۔ ۱۰

قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہوگا

امام محمد باقرؑ روایت فرماتے ہیں کہ
"بندہ سے سب سے پہلے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ نماز ہے اگر یہ قبول ہو جائے گی تو بقیہ اعمال بھی قبول ہو جائیں گے"۔ ۱۱
اسی طرح امام ہشتم علی بن موسیٰ رضاؑ پیغمبر گرامیؐ کی یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ:
"جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک بندے کو (مقام حساب میں) لایا جائے گا اور سب سے پہلے اس سے نماز کے متعلق سوال کیا جائے گا اگر وہ اسے درست طریقے سے بجالاتا رہا ہوگا تو ٹھیک ورنہ اسے جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا"۔ ۱۲

---

۸ تہذیب الاحکام ۹ عقاب الاعمال ۱۰ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ ص ۴۸ ۱۱ الشافی ترجمہ فروع جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۸ طبع کراچی ۱۲ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۴۹

Scanned with CamScanner

امام المتقین حضرت علیؑ پیغمبر اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ "فرزند آدم کے اعمال میں سے پہلا عمل جس پر توجہ دی جائے گی وہ نماز ہوگی اگر یہ صحیح نکلی تو پھر اس کے دوسرے اعمال پر بھی نظر کی جائے گی اور اگر نماز ہی درست نہ نکلی تو پھر دوسرے اعمال کو بھی نہیں دیکھا جائے گا" ۱۳

نماز کو خفیف سمجھنے والا شفاعت سے محروم رہے گا

جو لوگ نماز کو اہمیت نہیں دیتے یا نماز پڑھنے میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ امام محمد باقرؑ کی بیان کردہ حدیث میں غور کریں جس میں "پیغمبر اکرم فرماتے ہیں کہ اس شخص کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی جو اپنی نماز کو خفیف سمجھے گا اور بخدا وہ شخص حوض کوثر پر میری بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکے گا" ۱۴

اسی طرح امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ:

"جب میرے والد گرامی امام جعفر صادقؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آنجنابؑ نے فرمایا جو شخص اپنی نماز کو خفیف سمجھے گا وہ ہماری شفاعت کو نہیں پا سکے گا" ۱۵

نماز نہ پڑھنے کا انجام جہنم کی آگ ہوگی

روز قیامت جب جنت اور دوزخ کی تقسیم ہو جائے گی تو اہل جنت کے سامنے جہنمیوں کو جلتے ہوئے دکھایا جائے گا اس بارے میں سورہ مدثر میں ارشاد ہے کہ

"جنتی لوگ اہل جہنم سے سوال کریں گے کہ تمہیں کون سی چیز جہنم میں لے آئی تو جہنم والے جواب دیں گے ہم نماز ادا نہیں کرتے تھے" (سورہ مدثر آیت نمبر ۴۰ تا ۴۳)

۱۳ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ ۱۴ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ صفحہ ۷ ۱۵ الشافی ترجمہ فروع کافی جلد نمبر ۲ صفحہ ۱ طبع کراچی

سوال: کیا دو نمازیں اکٹھی پڑھنا سنت پیغمبرؐ سے ثابت ہے؟

جواب: دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کی سہولت خود پیغمبر اکرمؐ نے اپنی امت کو دی ہے۔

بعض لوگ اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دو نمازیں یعنی ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو اکٹھا کیسے پڑھا جا سکتا ہے ان برادران کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم یہ کام نہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور نہ ہی ہم اپنے طور پر ایسا کرنے کے مجاز ہیں بلکہ یہ سہولت خود بانی شریعت حضرت محمد ﷺ نے اپنی امت کو دی ہے جیسا کہ بخاری مسلم ترمذی ابی داؤد وغیرہ کتب صحاح ستہ میں تفصیل موجود ہے اس سلسلے میں صحیح مسلم کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

"ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو مدینہ شریف میں بغیر خوف اور مینہ (بارش کے جمع کیا وکیع کی روایت میں ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے یہ کیوں کیا؟ انہوں نے کہا تاکہ آپ کی امت کو تکلیف نہ ہو اور ابی معاویہ کی روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی نے یہ کہا کہ کس ارادے سے آپؐ نے یہ کیا؟ انہوں نے کہا تاکہ آپ کی امت کو تکلیف نہ ہو" ۱۶

سنن ابی داؤد میں اس بارے میں جو وضاحت موجود ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "جمع کی دو صورتیں ہیں ایک جمع تقدیم اور دوسری جمع تاخیر ہے جمع تقدیم یہ ہے کہ ظہر کے وقت عصر اور مغرب کے وقت عشاء پڑھے اور جمع تاخیر یہ ہے کہ عصر کے وقت ظہر اور عشاء کے وقت مغرب پڑھ لے دونوں طرح کی جمع آنحضرتؐ سے ثابت ہے" ۱۷

۱۶ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۲۳ تا ۲۲۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان نعمانی کتب خانہ لاہور

۱۷ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۹۰ ترجمہ مولانا وحید الزمان حیدر آبادی طبع لاہور

Scanned with CamScanner

امام شوکانی نیل الاوطار میں ابن عباسؓ والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں

اوپر درج شدہ حضرت ابن عباسؓ والی حدیث کے متعلق امام شوکانی لکھتے ہیں کہ

''اس حدیث کو آئمہ حدیث نے صحیح تسلیم کیا ہے اور اس کی تائید میں اسی مضمون کی دوسری احادیث بھی ملتی ہیں..... ان سب میں یہ وضاحت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بارش یا کسی خوف کے نہ ہونے کے باوجود ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو اکٹھا کر کے ادا کیا یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں کی سات رکعتیں اکٹھی ادا کیں اور ظہر اور عصر کی دو نمازوں کی آٹھ رکعتیں ایک ساتھ ادا کیں جمہور علمائے حدیث نے ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے مطلقاً ان نمازوں کو اکٹھا کرنے کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ یہ مستقل عادت نہ بنالی جائے فقہاء میں سے شیعہ فقہا (کے علاوہ) امام ابن سیرین امام ربیعہ امام ابن منذر اور امام قفال کبیر کا بھی یہی مذہب بیان کیا گیا ہے کہ بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے ادا کیا جا سکتا ہے''۔ [۱۸]

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان خان کا حقیقت پر مبنی بیان

دو نمازیں اکٹھی پڑھنے والی احادیث اس قدر مستند اور واضح ہیں کہ اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان خان نے بڑے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

''جن لوگوں کے نزدیک جمع درست نہیں ہے ان کے دلائل ضعیف ہیں اور جمع جائز رکھنے والوں کے دلائل قوی ہیں'' [۱۹]

امام ابن حزم اندلسی کا بیان کہ بلا عذر بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھنا جائز ہے

امام ابن حزم نے اپنی کتاب المحلیٰ میں اس سلسلے میں بڑی واضح اور دو ٹوک بات کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

---

[۱۸] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۵۲ ترجمہ پروفیسر رفیع اللہ شہاب طبع لاہور [۱۹] سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۹۰ مطبوعہ لاہور

''ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ہمیشہ بلا ضرورت اور بلا عذر جمع کرنا جائز ہے یہ بات خلاف سنت بھی نہیں ہے'' [۲۰]

پھر آگے پیغمبر گرامی کی حدیث نقل کرتے ہیں جس میں ''ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں مدینہ میں بلا خوف اور بلا بارش جمع کر کے ادا کیں ابن عباسؓ سے پوچھا گیا یہ کس لیئے؟ کہنے لگے تا کہ آپ کی امت تنگی اور تکلیف میں مبتلا نہ ہو [۲۱]

اہل حدیث مصنف الشیخ عبد الرحمٰن عزیز کا بیان

علامہ عبد الرحمٰن عزیز اپنی کتاب ''صحیح نماز نبوی'' میں ''حضر میں نمازیں جمع کرنے کا مسئلہ کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ:

''بعض علماء حضر میں بغیر عذر کے دو نمازیں جمع کرنے کو کبیرہ گناہ شمار کرتے ہیں ایسی کوئی بات نہیں رسول اللہ ﷺ سے حضر میں بغیر عذر کے دو نمازیں جمع کرنا ثابت ہے'' [۲۲]

پھر انھوں نے آگے وہی ابن عباسؓ والی روایت نقل کی ہے، جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں

حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت

یہی اہل حدیث مصنف شیخ عبد الرحمٰن عزیز لکھتے ہیں کہ

''ایک دفعہ ابن عباسؓ نے (بصرہ میں) عصر کے بعد خطبہ دینا شروع کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور تارے چمکنے لگے تو لوگ کہنے لگے نماز۔ نماز پھر بنی تمیم کا ایک شخص آیا وہ بغیر کسی وقفہ کے کہتا شروع ہوا نماز۔ نماز تب ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تو مجھے سنت سکھاتا ہے تیری ماں مرے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا''

---

[۲۰] [۲۱] المحلیٰ جلد ۲ ص ۲۵۴ ترجمہ مولانا غلام احمد حریری طبع لاہور [۲۲] صحیح نماز نبوی کتاب و سنت کی روشنی میں ص ۳۹۳ شائع کردہ دار الاندلس لاہور

(اورانھوں نے یعنی ابن عباسؓ نے مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھا) عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میرے دل میں خلش رہی تو میں حضرت ابوہریرہؓ کے پاس گیا اوران سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا ابن عباسؓ سچ کہتے ہیں''[۲۳]

(مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الجمع بین الصلوتین فی الحضر۔نسائی)

امام مالک اور اوقات نماز

امام ابوبکر جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

''امام مالک سے منقول ہے کہ ظہر اور عصر کا وقت غروب شمس تک رہتا ہے''[۲۴]

اسی طرح مغرب وعشاء کے وقت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''امام مالک کا قول ہے کہ مغرب اور عشاء کا وقت طلوع فجر تک رہتا ہے''[۲۵]

ایک ضروری وضاحت

یہاں پر ہم اس بات کی وضاحت کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اوقات نماز کے سلسلے میں شیعہ سنی فریقین افراط وتفریط کا شکار ہو گئے ہیں برادران اہل سنت یہ سمجھتے ہیں کہ دو نمازیں اکٹھی پڑھ لیں تو شاید ہم شیعہ بن جائیں گے اور شیعوں نے بھی پیارے نبی کی دی ہوئی سہولت اور آسانی کو اپنے لیے مستقل کر لیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کے اوقات کا قرآن میں مشترک ذکر ہوا ہے لیکن جس طرح دو نمازیں اکٹھی پڑھنے سے آدمی شیعہ نہیں بن جاتا اسی طرح الگ الگ نمازیں پڑھنے سے آدمی سنی نہیں بن جاتا ہم نے اکثر وبیشتر شیعوں کو دیکھا ہے جو اول وقت میں نماز پڑھنے کی نہ صرف اہمیت کو سمجھتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں یہ آخر وقت تک کی سہولت صرف مجبور ولاچار و بیمار لوگوں کے لیے ہے۔

---

[۲۳] صحیح نماز نبوی کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۳۹۴ طبع لاہور [۲۴] احکام القرآن جلد ۴ ص ۴۷ ترجمہ مولانا عبدالقیوم طبع اسلام آباد

نمازیں پانچ اور اذانیں تین کیوں؟ ایک مشہور غلط فہمی اور اس کا جواب

جب یہ بات احادیث سے ثابت ہو گئی کہ دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا کسی کی ذاتی ایجاد نہیں بلکہ پیارے نبی ﷺ نے اپنی امت کو خود ایسے کر کے دکھایا ہے اور شیعہ سنی محدثین کے نزدیک ایسا کرنا درست ہے اسکے علاوہ جب دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھا جاتا ہے تو ان کے لیے ایک ہی اذان سپیکر پردے لی جاتی ہے اس پر ہمارے اکثر اہل سنت برادران یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ایسے برادران کی خدمت میں جواباً عرض ہے کہ صرف شیعہ کتب میں ہی نہیں بلکہ اہل سنت میں بھی اس کا یہی طریقہ ہے اس سلسلے میں برادران اہل سنت کے بہت بڑے عالم علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں

''نماز جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حسب معمول بلند آواز سے مغرب کی اذان دی جائے اور اذان کے بعد اتنی تاخیر کی جائے جتنی دیر میں تین رکعت نماز پڑھی جا سکے اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی جائے پھر مسجد کے اندر ہی عشاء کے لیے اذان دینا مستحب ہے یہ اذان مینارے پر نہ دی جائے تا کہ یہ خیال نہ کیا جائے کہ حسب معمول عشاء کا وقت ہے اس لیے اذان بھی ہلکی آواز سے دی جائے اور پھر عشاء کی نماز پڑھی جائے''[۲۶]

واضح رہے کہ اکثر شیعہ مساجد میں یہی معمول ہے کہ پہلی مرتبہ اذان سپیکر پردے لی جاتی ہے اس کے بعد مسجد کے اندر ہی بغیر سپیکر دوسری نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے لیکن یہ اذان دینا ضروری نہیں جیسا کہ اہل سنت مصنف علامہ عبدالرحمٰن الجزیری نے لکھا ہے کہ ایسا کر لینا مستحب ہے اور مستحب اس کام کو کہتے ہیں جو کر لیا جائے تب بھی ٹھیک اور اگر نہ کیا جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

---

[۲۶] الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۸۱۷ ترجمہ مولانا منظور احسن عباسی طبع لاہور

Scanned with CamScanner

امام شوکانی دونمازیں اکٹھی پڑھنے کی بحث میں لکھتے ہیں کہ

"جہاں تک فقہا کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک جمع کی جانے والی دونمازوں کے لیے ایک ہی اذان کافی ہے البتہ ان کے لیے اقامت علیحدہ علیحدہ کہی جائے گی" ۲۷

مولانا وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں۔

مولانا وحید الزمان خان تیسیر الباری کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ امام احمد ابن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک اگر دونمازیں اکٹھی پڑھی جائیں تو

"پہلی نماز کے لیے اذان کہے اور دونوں (نمازوں) کے لیے الگ الگ تکبیر (اقامت) کہے اور امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ پہلی نماز کے لیے اذان اور تکبیر (یعنی اقامت) دونوں کہے اور دوسری کے لیے نہ اذان کہے نہ تکبیر" ۲۸

دونمازیں اکٹھی پڑھتے وقت پیغمبر گرامیؐ کی سنت وطریقہ کیا تھا

علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی اپنی تحقیقی کتاب فقہ الحدیث ترجمہ وشرح الدرالبھیہ از علامہ شوکانی میں موٹے الفاظ سے لکھتے ہیں کہ

"نمازیں جمع کرتے وقت ایک اذان اور دو اقامتیں کہی جائیں" پھر لکھتے ہیں حضرت جابرؓ سے (ایک طویل حدیث میں) مروی ہے کہ دوران حج رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں وقوف کیا پھر (کسی نے) اذان دی پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز ظہر ادا کی پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز عصر ادا کی" ۲۹

ایک ضروری وضاحت

ممکن ہے کوئی شخص یہ مغالطہ ڈالنے کی کوشش کرے کہ یہ دونمازیں اکٹھی

---

۲۷ نیل الاوطار جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵۴ ترجمہ پروفیسر رفیع اللہ شہاب طبع لاہور ۲۸ ملخص تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۲ ص ۵۲۴ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی ۲۹ فقہ الحدیث ترجمہ وتشریح الدرالبھیہ ص ۳۲۴ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

پڑھنا تو حج سے مخصوص ہیں جواباً عرض ہے کہ ہم پیچھے حضرت ابن عباسؓ کی زبانی لکھ چکے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے مدینہ میں بغیر خوف اور بارش کے دونمازوں کو اکٹھا پڑھا اب اس کے لیے اذان واقامت کا سنت طریقہ کیا ہے اس کی وضاحت مندرجہ بالا عبارت میں موجود ہے کہ پیارے نبیؐ نے ایک اذان سے ظہر وعصر کی نمازیں پڑھائیں اور ان کے لیے اقامت الگ الگ کہی گئی اس لیے شیعہ بھی دونمازوں کے لیے سنت کا اتباع کرتے ہوئے ایک اذان دیتے ہیں۔

☆☆☆☆

وضو قرآن وسنت کی روشنی میں

نماز پڑھنے کے لیے انسان کا باوضو ہونا شرط ہے وضو کیسے کیا جائے اس بات کو قرآن مقدس میں بڑے سادہ انداز میں بیان کر دیا گیا ہے لیکن بدقسمتی سے وضو والی آیت کو سمجھنے میں اختلاف پیدا ہو گیا وضو والی آیت اور اس کا شیعہ اور اہل سنت علماء کا کیا ہوا ترجمہ نقل کرنے سے قبل اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ شیعہ سنی علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وضو میں چار چیزیں فرض ہیں ان میں سے بھی پہلے تین کاموں پر شیعہ اور اہل سنت کا اتفاق ہے اور چوتھے کام پر اختلاف ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مکتب اہل بیتؑ اور وضو کا طریقہ

قرآن مقدس میں جن چار چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں

۱۔ چہرے کا دھونا ۲۔ کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا ۳۔ سر کا مسح ۴۔ پاؤں کا مسح

یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پاؤں کا مسح اس صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ پاک ہوں اگر انسان نے جرابیں پہن رکھی ہوں یا بند جوتا پہنا ہوا ہو جس کی وجہ سے انسان کے پاؤں پاک ہوں تو پھر سر کا مسح کرنے کے بعد پاؤں کا مسح کر لیا جائے گا لیکن اگر انسان کے پاؤں کھلے ہوں یا کسی وجہ سے ناپاک ہوں تو اس صورت میں انہیں پہلے دھو لیا جائے گا اور اوپر سے خشک کر لیا جائے گا تا کہ وضو کرنے کی صورت میں ان پر مسح ہو سکے۔

مکتب اہل سنت اور وضو کا طریقہ

۱۔ چہرے کا دھونا ۲۔ کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا ۳۔ سر کا مسح ۴۔ پاؤں کا دھونا

برادران اہل سنت کہتے ہیں کہ پاؤں اگر پاک بھی ہوں پھر بھی انہیں دھونا ہے لیکن اگر پاکیزہ پاؤں پر موزے (جو کہ چمڑے یا ریکسین کی جرابیں ہوتی ہیں) پہنے ہوئے ہوں تو اُن موزوں پر مسح کیا جا سکتا ہے۔

نتیجہ بحث

مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

دو افراد وضو کرنے کے لیے بیٹھے ہیں ایک شیعہ ہے دوسرا اہل سنت دونوں کے پاؤں پاک ہیں اہل سنت بھائی نے پاؤں میں موزے پہنے ہوئے ہیں اب شیعہ وضو کرے گا تو وہ پاؤں پاک ہونے کی وجہ سے اُن پر مسح کرے گا اہل سنت بھائی وضو کرے گا تو چونکہ اس نے پاک پاؤں میں موزے پہنے ہوئے ہیں اس لیے وہ موزوں پر مسح کرے گا اب غور کریں کہ شیعہ اور اہل سنت کے وضو میں کیا فرق رہ گیا شیعہ حضرات پاکیزہ پاؤں پر مسح کر لیتے ہیں جبکہ اہلسنت برادران اگر پاؤں پاکیزہ ہوں تو اُن پر تو مسح نہیں کرتے البتہ اگر اُن پاکیزہ پاؤں میں موزے پہن لیں تو پھر پاؤں پاک ہونے کی وجہ سے اُن موزوں پر مسح کر لیتے ہیں۔

قرآن مقدس اور وضو والی آیت کا شیعہ نقطۂ نظر سے ترجمہ

ارشاد رب العزت ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِؕ

(المائدہ آیت نمبر ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک

Scanned with CamScanner

ہاتھ دھولیا کرو اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں کا مسح کرلیا کرو"

(ترجمہ حافظ سید فرمان علیؒ)

وضو والی آیت کا ترجمہ برادران اہل سنت کے نقطۂ نظر سے شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم کا ترجمہ ملاحظہ ہو

مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ:۔

"اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک" (المائدہ آیت:۶) تقریباً یہی ترجمہ اہل سنت مفسر مفتی محمد شفیع کا بھی ہے

اہل سنت مفسر مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۴ء

"اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پاؤں کو بھی ٹخنوں تک"[1]

مولانا اشرف علی تھانوی کا موجودہ تحریف شدہ ترجمہ

مولانا اشرف علی تھانوی کا موجودہ تحریف شدہ ترجمہ اس طرح ہے کہ "اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور (دھوؤ) اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت"[2]

چونکہ قرآن میں چہرہ دھونے کا ذکر ہے لیکن کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونے کا ذکر چہرہ دھونے کے ساتھ ہی کر دیا گیا ہے اسی طرح سر کا مسح کرنے کا حکم قرآن میں ذکر ہوا ہے تو ساتھ ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرنے کا ذکر بھی سر کے مسح کے ساتھ کر دیا گیا

۱ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی ص ۱۷۱ شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

۲ ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی شائع کردہ تاج کمپنی

ہے قرآن میں چونکہ پاؤں کے ساتھ دھونے کا لفظ نہیں ہے اس لیے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجمہ میں بھی بریکٹ میں پاؤں کا دھونا لکھ دیا گیا ہے اکثر مترجم حضرات بریکٹ میں پاؤں دھونا اپنی طرف سے لکھ دیتے ہیں۔

وضو میں شیعہ سنی اختلاف کیا ہے؟

واضح رہے کہ وضو میں شیعہ سنی اختلاف جو کچھ بھی ہے وہ وضو والی آیت کے آخری حصہ میں ہے شیعہ مؤقف تو بالکل واضح ہے کہ وضو میں جن دو اعضا کو دھونے کا حکم ہے انھیں دھونا ہی ہے اور جن دو اعضا پر مسح کرنے کا حکم ہے یعنی سر اور پاؤں ان پر مسح ہی کرنا ہے جبکہ برادران اہل سنت کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کو دھونے کا حکم ہے حالانکہ برادران اہلسنت کی کتب احادیث پر نظر ڈالی جاتی ہے تو وہاں پر ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن کے مطابق پیغمبر گرامیؐ نے خود پاؤں پر مسح کر کے دکھایا مثلاً

سنن ابن ماجہ کی واضح حدیث پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ مجھے پاؤں پر مسح کا حکم ہوا ہے

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ گزرے ایک شخص وضو کر رہا تھا اور موزوں کو دھو رہا تھا (وہ سمجھا کہ پیر دھونا فرض ہے اور جب موزہ پیر پر ہو تو وہ موزہ دھونا فرض ہے) تو آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا اس کے خیال کو دور کیا اور فرمایا کہ

انما امرت بالمسح وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده هكذا من اطراف الاصابع الى اصلى الساق وخطط بالا صابع

ترجمہ: مجھے حکم ہوا اپنے مسح کا اور فرمایا آپؐ نے اپنے ہاتھ سے (اشارہ کیا) انگلیوں کی نوکوں سے پنڈلی کی جڑ تک اور انگلیوں سے لکیر کھینچی"[3]

اس حدیث کا آخری فقرہ یعنی "مجھے حکم ہوا ہے مسح کا" بالکل واضح ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کی نوکوں سے مسح شروع کیا اور پنڈلی

۳ سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۲۸۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان

کی جڑ تک لکیر کھینچ کر بتلایا کہ مجھے حکم ہوا ہے مسح کا یہ حدیث ہر ذی شعور کو دعوت فکر دے رہی ہے کہ آنحضرتؐ کا وضو میں سنت طریقہ پاؤں کا مسح ہی تھا جیسا کہ آپؐ نے اپنے ایک صحابیؓ کو تعلیم فرمایا

صحیح ابن خزیمہ کی روایت اور آنحضرتؐ کا پاؤں پر مسح کرنا

حضرت عبادؓ بن تمیم اپنے باپؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

رَأَيت رسولَ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَيہِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَيَمسَحُ المَاءَ عَلٰی رِجلَيہِ قَالَ ابوبکر خبرُ نَافِعٍ عن ابن عمر عَن ھٰذا البَابِ

ترجمہ: (عباد بن تمیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے اپنے دونوں پیروں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ اس باب سے متعلق نافعؒ کی حضرت ابن عمرؓ سے روایت کردہ حدیث بھی موجود ہے"۔ [۴]

حضرت علیؑ کا طریقہ وضو بخاری شریف کی روایت

حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما ہیں نماز کا وقت ہوتا ہے نزال بن یسرہ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ

ثم اتی بماء فشرب وغسل وجھه ویدیه وذکر راسه ورجلیه

ترجمہ: اس وقت ان (یعنی حضرت علیؑ) کے پاس پانی آیا انھوں نے پیا اور ہاتھ منہ دھوئے اور سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا"[۵]

یہ ترجمہ مولانا وحید الزمان خان کا ہے اب حاشیے پر پاؤں کے متعلق حضرت علیؑ کا طرز عمل لکھتے ہیں کہ

"ان پر مسح کیا شاید پاؤں میں موزے ہونگے"[۶]

---

[۴] صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۱۰۲ طبع کراچی [۵] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۷ ص ۳۲۹ طبع کراچی
[۶] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۷ ص ۳۲۹ طبع کراچی

اب مولانا وحید الزمان کا انداز ملاحظہ فرمائیں پہلے تو ترجمہ کرتے وقت بات گول کر گئے اور حاشیے پر جا کر لکھا کہ حضرت علیؑ نے پاؤں پر مسح کیا پھر اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے لکھتے ہیں کہ "شاید پاؤں میں موزے ہونگے" اب مولانا وحید الزمان یا دیگر محترم علمائے اہلسنت جو جی میں آئے تاویلیں کرتے رہیں قرآن وسنت سے پاؤں کا مسح ہی ثابت ہوتا ہے اپنے محترم قارئین کی تسلی کے لیے ایک اور روایت ملاحظہ ہو

مسند امام طیالسی متوفی ۲۰۴ھ اور حضرت علیؑ کا وضو

دوسری صدی ہجری میں پیدا ہونے والے اہل سنت محدث نے بھی بخاری شریف والی مذکورہ بالا حدیث نقل کی ہے لیکن اس میں وضاحت سے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے وضو کیا تو فَغَسَلَ وَجھَهٗ وَيَدَيہِ وَمَسَحَ رَاسَهٗ وَرِجلَيہِ

ترجمہ: (حضرت علیؑ نے) منہ اور ہاتھ دھوئے اور سر اور پاؤں کا مسح کیا"[۷]

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور طریقۂ وضو شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کی زبانی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں حضرت ابن عباسؓ کا مشہور زمانہ قول نقل کرتے ہیں کہ

"میں کتاب اللہ میں مسح کے سوا کچھ نہیں پاتا اور مروی ہے ابن عباسؓ سے انھوں نے کہا کہ وضو دو اعضاء کا دھونا اور دو (اعضاء) کا مسح ہے اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ اللہ نے دو غسل اور دو مسح فرض کیے ہیں"[۸]

---

[۷] مسند طیالسی جلد نمبر ۱ ص ۵۸ ترجمہ مولانا عبد الحلیم چشتی طبع کراچی [۸] ازالۃ الخفاء جلد نمبر ۲ ص ۵۴ ترجمہ مولانا اشتیاق احمد دیوبندی طبع کراچی

اس حقیقت کو امام ابن قیم بھی تسلیم کرتے ہیں:

وضو میں دو اعضاء کا دھونا اور دو کا مسح ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اہل حدیث کے بہت بڑے پیشوا بھی اسے تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکے وہ اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں لکھتے ہیں کہ "اصلی عضو وضو میں چار ہیں دو میں اصل دھونا ہے اور دو میں مسح کرنا ہے"۔ [۹]

دنیائے عرب کے اہلحدیث سکالر علامہ جمال الدین قاسمی دمشقی کا اعتراف حقیقت

علامہ جمال الدین قاسمی دمشقی نے جرابوں پر مسح کے عنوان سے تقریباً ایک صدی قبل ایک رسالہ تصنیف کیا تھا اس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جرابوں پر مسح کی بحث میں تسلیم کرتے ہیں کہ "ہمارا مسئلہ یعنی (مسح علی الجوربین یعنی جرابوں پر مسح) کا اصل بھی عمومات قرآنی کے اصل سے ثابت ہوتا ہے اس کی سند وضو کی آیت کا عموم ہے جبکہ قراءت جر (زیر) کے ساتھ کی جائے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ (اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا) اس قراءت سے ظاہری طور پر بھی ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا مسح فرض ہے"۔ [۱۰]

تیمم والی آیت کو پڑھا جائے تو پاؤں پر مسح والی بات بخوبی سمجھ آجاتی ہے:

اگر کسی کو وضو والی آیت میں پاؤں پر مسح کرنے والی بات سمجھ میں نہ آرہی ہو تو وہ اسی آیت کے اگلے حصے میں غور کرے، جس میں تیمم کا حکم ہے کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا کسی کو غسل کرنے کی ضرورت ہے اور پانی دستیاب نہیں تو تیمم کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ

۹ اعلام الموقعین جلد نمبر ۱ ص ۳۱۳ ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی طبع لاہور

۱۰ جرابوں پر مسح ص ۲۲ ترجمہ حافظ محمد عباس انجم گوندلوی شائع کردہ مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

"فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ مِنْهُ"

ترجمہ: پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم (کر لیا) کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو (اس زمین پر) سے" (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

اب تیمم میں بات بالکل واضح ہوگئی کہ وضو میں جن دو اعضاء کو دھونے کا حکم تھا (یعنی چہرہ اور کہنیوں تک ہاتھ) ان پر پاکیزہ مٹی سے تیمم کا حکم دے دیا اور وضو میں جن دو اعضاء کے مسح کا حکم تھا (یعنی سر اور پاؤں) اُن کو تیمم میں چھوڑ دیا گیا یہی بات حضرت ابن عباسؓ نے بھی بیان کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی زبانی

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تیمم کا ذکر کیا تو اس میں دو غسل کی بجائے دو مسح رکھ دیے اور دو مسح چھوڑ دیے"۔ [۱۱]

امام ابن قیم بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں

تیمم کی صورت میں قرآن کیا حکم دیتا ہے امام ابن قیم لکھتے ہیں

"پس جن دو عضو کو دھونے کا حکم تھا ان پر بحالت تیمم مٹی کا حکم ہوا اور اصل میں جن پر مسح تھا ان کو تخفیف کی حالت میں بالکل چھوڑ دیا گیا"۔ [۱۲]

اب علامہ ابن قیم نے تسلیم تو کر لیا کہ اصل میں جن اعضاء پر مسح تھا ان کو تخفیف یعنی تیمم کی حالت میں چھوڑ دیا گیا مسح والی چیزیں ظاہر ہے سر اور پاؤں ہیں لیکن اس بات کو تسلیم کرنے کے بعد اس پر عمل کرنا صرف اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب انسان

۱۱ ازالۃ الخفاء جلد نمبر ۲ ص ۸۴ شائع کردہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۱۲ اعلام الموقعین جلد نمبر ۱ ص ۳۱۳ طبع لاہور

Scanned with CamScanner

قرآن وسنت کی حاکمیت کو صحیح معنوں میں تسلیم کرے مکتب اہلبیتؑ کے پیروکاروں نے تو آئمہ اہلبیتؑ کی پیروی میں چودہ سو سال سے قرآن وسنت کی حاکمیت کو تسلیم کیا ہوا ہے اور اس پر عمل کر رہے ہیں۔ خیر چند مزید علماء کے بیانات ملاحظہ ہوں

علامہ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ کا پاؤں کے مسح کے متعلق دوٹوک اعلان

امام ابن حزم اندلسی اُن علمائے اہلسنت میں سے ہیں جنہوں نے وضو کے مسئلہ میں کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر سیدھی بات کہہ دی ہے چنانچہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المحلی'' میں ''پاؤں پر مسح'' کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں ''پاؤں کے مسح کے بارے میں ہم نے جو کہا تھا تو یہ اس لیے کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کا حکم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ (المائدہ نمبر ۶)

ترجمہ: اور تم مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا'' [۱۳]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی انوکھی تاویل

مولانا مودودی اپنی مشہور زمانہ تفسیر تفہیم القرآن میں تو وضو والی آیت کی تفسیر میں لمبی بحث کرنے کی بجائے چپکے سے گزر گئے ہیں لیکن اپنی دوسری کتاب ''رسائل ومسائل'' میں لکھتے ہیں کہ

''ارجلکم کی دو قرأتیں منقول ہیں نافع عبداللہ بن عامر حفص کسائی اور یعقوب کی قرأت میں اَرْجُلَكُمْ ہے جس سے پاؤں دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور عبداللہ بن کثیر حمزہ بن حبیب ابوعمرو بن العلاء اور عاصم کی قرأت میں اَرْجُلِكُمْ ہے جس سے مسح کا حکم نکلتا ہے بظاہر ایک شخص یہ محسوس کرے گا کہ یہ دونوں قرأتیں باہم متضاد ہیں لیکن نبی اکرمؐ کے عمل سے معلوم ہو گیا کہ دراصل ان میں تضاد نہیں ہے بلکہ یہ دو مختلف حالتوں کے لیے الگ الگ احکام کی طرف اشارہ کرتی تھیں جس آدمی کو وضو کرنا ہو

---

[۱۳] المحلی جلد نمبر ۱ ص ۶۲ ۳ ترجمہ: مولانا غلام احمد حریری

اُسے پاؤں دھونا چاہیے اور باوضو اگر تجدید وضو کرنا چاہے تو صرف مسح پر اکتفا کر سکتا ہے'' [۱۴]

مولانا مودودی کے کلام کا سیدھا سا مطلب ومفہوم یہ بنتا ہے کہ اگر بے وضو آدمی وضو کرنا چاہے تو وہ قرآن میں اَرْجُلَكُمْ پڑھ لے اور اگر تجدید وضو کرنا چاہتا ہو یعنی اسکے پاؤں پاک ہیں تو پھر آیت کو اَرْجُلِكُمْ پڑھ لے اور پاؤں کا مسح کرے لیکن کیا اس طرح ہم اس شعر کے مصداق نہیں بن نہیں جائیں گے

؎ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

مولانا سید مودودی کا مؤقف اور ہماری گزارش

مولانا مودودی صاحب کی خدمت میں ہم مودبانہ گزارش کریں گے کہ ان تکلفات میں پڑنے سے بہتر نہیں کہ ہم سیدھی طرح تسلیم کر لیں کہ قرآن پاؤں پر مسح کا ہی حکم دیتا ہے اگر پاؤں نجس ہوں تو انہیں وضو سے پہلے دھو کر پاک کر لیا جائے اور اگر پاؤں پاک ہوں تو اُن پر مسح کر لیا جائے۔

امام ابن حزم تسلیم کرتے ہیں کہ ارجُلَكُم پڑھو یا اَرجُلِكُم حکم پاؤں پر مسح کا ہی نکلتا ہے:۔

مولانا مودودی والا عذر چونکہ بعض دوسرے لوگ بھی پیش کرتے رہتے ہیں اس لیے ایسے لوگوں کو امام ابن حزم اندلسی نے بڑا مفصل جواب دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

''ارجل کے لام کو فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے یا کسرہ کے ساتھ یہ ہر حال میں ''رؤس'' پر عطف ہے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کوئی نیا قضیہ حائل

---

[۱۴] رسائل ومسائل جلد نمبر ۳ ص ۱۳۲ ص ۱۳۳

Scanned with CamScanner

نہیں ہو سکتا حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ قرآن مجید میں پاؤں کے مسح کا حکم نازل ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ سلف میں سے ایک جماعت پاؤں کے مسح کی قائل ہے مثلاً حضرت علی بنؓ ابی طالب، ابن عباس حسن، عکرمہ، شعبی اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے حضرات امام طبری کا بھی قول یہی ہے اس سلسلے میں کئی آثار بھی منقول ہیں'' ۱۵

آئمہ ثلاثہ کے مسلک پر امام ابن حزم کا خوبصورت تبصرہ

امام ابن حزم کہتے ہیں کہ

''اگر یہ حضرات کہیں کہ قرآن مجید میں صرف سر کے مسح کا ذکر ہے تو ہم کہیں گے کہ پاؤں کے مسح کا بھی ذکر ہے تم نے موزوں پر تو مسح جائز قرار دیا حالانکہ وہ عمامہ پر مسح کی نسبت زیادہ ثابت نہیں ہے صحابہ کرام میں سے موزوں پر مسح کی ممانعت کے قائل عمامہ پر مسح کی ممانعت کے قائل حضرات کی نسبت زیادہ ہیں کیونکہ عمامہ پر ممانعت تو صرف حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے اور موزوں پر مسح کی ممانعت حضرت عائشہؓ ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے تم نے پاؤں پر مسح کو باطل قرار دیا حالانکہ یہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے'' ۱۶

اب ہم اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالنے کے لیے چند دیگر علماء کے بیانات نقل کرتے ہیں۔

امام حسن بصریؒ اور پاؤں کا مسح

عرب سکالر ڈاکٹر محمد رواس پروفیسر ظہران یونیورسٹی سعودی عرب اپنے فقہی انسائیکلو پیڈیا کی جلد نمبر ۸ جو کہ فقہ امام حسن بصری کے نام سے چھپی ہے اس میں ''پیروں کا مسح'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ

''امام حسن بصری کی رائے تھی کہ پیروں کا مسح ہی واجب ہے'' ۱۷

---

۱۵ المحلی جلد نمبر ۱ ص ۳۶۳ طبع لاہور ۱۶ المحلی جلد نمبر ۱ ص ۶۸ ۳ طبع لاہور ۱۷ فقہ امام حسن بصری ص ۸۲۷ شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

بعض علمائے اہلسنت کے عجیب وغریب بیانات

اب ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں بعض جید علمائے اہل سنت کے بیانات نقل کرتے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان کو بڑی اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ محترم علمائے کرام جانتے بوجھتے ہوئے بھی عوام الناس کو سیدھی بات بتانے سے گریز کر رہے ہیں بطور مثال صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی سے بعض علمائے اہل سنت کے بیان ملاحظہ ہوں ''محمد بن جریر اور جبائی معتزلہ کے امام نے کہا ہے کہ اختیار ہے (نمازی کو) خواہ مسح کرے دونوں پاؤں کا خواہ ان کو دھوئے اور بعض نے یہ کہا کہ مسح اور دھونا دونوں واجب ہیں'' ۱۸

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں

''علامہ ابن جریر اور شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا ہے کہ نمازی کو اختیار ہے چاہے وضو میں پاؤں دھوئے چاہے مسح کرے عکرمہ اور چند تابعین سے بھی مسح ہی منقول ہے'' ۱۹

دوسری جگہ یہی مولانا لکھتے ہیں

''اکثر اہل سنت کے نزدیک پاؤں دھونا فرض ہے اور بعضوں نے کہا کہ مسح اور دھونا دونوں کافی ہیں اور نمازی کو اختیار ہے خواہ ان کو دھوئے یا ان پر مسح کرے'' ۲۰

کیا قرآن وسنت میں نمازی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے پاؤں دھوئے اور چاہے تو ان پر مسح کرے؟

ہم ان محترم علمائے اہل سنت واہل حدیث سے انتہائی ادب سے پوچھتے ہیں

---

۱۸ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۱ ص ۲۷۷ طبع لاہور ۱۹ لغات الحدیث کتاب ''س'' ص ۸۶ ۲۰ لغات الحدیث کتاب ''ص'' ص ۲۸ طبع کراچی

کہ جو اختیار آپ نمازی کو دے رہے ہیں کہ چاہے تو پاؤں دھوئے اور چاہے تو مسح کرے قرآن میں تو ایسی کوئی گنجائش موجود نہیں وضو والی آیت کو بار بار پڑھیں اور اس میں جتنا بھی غور کریں وہاں پر تو نمازی کو یہ اختیار نہیں دیا گیا سیدھی اور خدا لگتی بات تو یہی ہے کہ قرآن تو انسان کو پاؤں پر مسح کرنے کا ہی حکم دیتا ہے لیکن ان محترم علمائے کرام میں اتنی جراءت نہیں کہ حق بات منہ سے نکال سکیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حق سمجھنے دوسروں کو حق سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے (آمین)

بات کو آگے بڑھانے سے قبل ہم اس موضوع پر تھوڑی مزید روشنی ڈالتے ہیں

حضرت عکرمہؒ کا طریقہ وضو

اہل حدیث مصنف علامہ جمال الدین قاسمی دمشقی اپنی کتاب ''جرابوں پر مسح'' میں حضرت عکرمہؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''ابن جریر اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں حضرت عکرمہ کے ساتھ واسط کی طرف جانے والے ایک شریک سفر کا بیان ہے کہ میں نے عکرمہ کو دوران سفر پاؤں دھوتے نہیں دیکھا بلکہ وہ ان پر مسح کرتے تھے'' ۲۱

حاشیہ پر علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ

''غور کرو عکرمہ نے کس طرح سفر میں رخصت سے فائدہ اٹھایا ہے کیونکہ سفر محل رخصت ہے حضرت عکرمہ کی فقہی اور علمی معلومات تعجب انگیز ہیں'' ۲۲ ہم ان اہل حدیث علماء سے بصد ادب عرض کرتے ہیں حضرت عکرمہ نے تو پاؤں پر مسح کر لیا اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بھی ہمت و جرأت عطا کرے کہ آپ خود بھی پاؤں کا مسح کیا کریں اور اپنے لوگوں کو بھی ایسا کرنے کا کہیں کیونکہ وضو درست ہوگا تو نماز درست ہوگی

۲۲،۲۱ جرابوں پر مسح ص ۹، ۷ ترجمہ حافظ محمد عباس انجم گوندلوی طبع گوجرانوالہ

ایک جدید تعلیم یافتہ محقق سرسیّد احمد خان کا اعترافِ حقیقت

سرسید احمد خان کا شمار جدید نظریات کے حامل لوگوں میں ہوتا ہے لیکن وضو میں پاؤں کے مسح کے متعلق انھوں نے بھی بعض اہل سنت یا اہل حدیث علماء سے ملتی جلتی بات لکھ دی ہے ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں کہ

''اس میں کچھ شک نہیں کہ پاؤں کا دھونا اولیٰ اور افضل ہے لیکن قرآن مجید کے مطابق ان پر مسح کر لینا کافی ہے'' ۲۳

ہم کہتے ہیں کہ جب آپ تسلیم کر رہے ہیں کہ قرآن مجید کے مطابق مسح کر لینا کافی ہے تو پھر حکم قرآن ہی افضل ہے پاؤں صرف اس صورت میں دھونے ہیں جب وہ ناپاک ہوں اس صورت میں وضو سے پہلے انہیں پاک کرنے کا حکم ہے۔

برادران اہل سنت کی جرابوں جوتوں اور موزوں پر مسح کرنے والی روایات پر ایک نظر

ہمارے اہل سنت برادران ایک طرف تو شیعوں پر یہ کہہ کر تنقید کرتے ہیں کہ قرآن تو وضو میں پاؤں دھونے کا حکم دیتا ہے جب کہ شیعہ پاؤں پر مسح کرتے ہیں لیکن دوسری طرف جب ہم اہل سنت بھائیوں کی کتب احادیث پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہاں پر پاؤں پر مسح کرنے والی ایسی روایات تو موجود ہیں ہی جن سے شیعہ کتب کی تائید ہوتی ہے اس کے علاوہ اہل سنت کی کتب احادیث میں جرابوں جوتوں اور موزوں پر مسح کرنے والی روایات بھی موجود ہیں ان روایات کی حقیقت کیا ہے اس پر ہم ذرا بعد میں روشنی ڈالیں گے پہلے بطور نمونہ صرف ایک روایت ملاحظہ فرمائیں

عن المغیرہ بن شعبه ان رسول الله ﷺ توضنا ومسح علی الجوربين والنعلين

---

۲۳ خود نوشت ''افکار سرسید'' ص ۱۳۰ مرتبہ ضیاء الدین لاہوری طبع لاہور

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے وضو کیا اور مسح کیا جرابوں پر اور جوتوں پر[۲۴]

اسی طرح بعض روایات میں موزوں پر مسح کرنے کا ذکر بھی موجود ہے اور ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ موزوں وغیرہ پر مسح سے بعد میں روک دیا گیا تھا

مولانا رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند موزوں کے بارے میں لکھتے ہیں

''موزوں پر مسح کا راز'' کے زیرِ عنوان مولانا رفعت قاسمی موزوں پر مسح کرنے کی وجہ لکھتے ہیں ''عرب میں موزوں کے پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت ان کے اتارنے میں ایک طرح کی دقت تھی اس واسطے فی الجملہ اُن کے پہننے کی حالت میں پاؤں کا دھونا ساقط کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ موزے کے اوپر مسح کیا کریں''[۲۵]

ہماری گزارش

مولانا رفعت قاسمی صاحب نے موزے اتارنے میں دقت کا جو عذر پیش کیا ہے اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے بعض دفعہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی کوٹ اتار لیتا ہے اگر جرسی پہنی ہوئی ہو تو وہ اتار لیتا ہے پھر قمیص کو کہنیوں تک اوپر کر لیتا ہے بند جوتا یا تسمے والے بوٹ اتار لیتا ہے تو پھر موزے یا جرابیں اتارنے میں کونسی دقت باقی رہ جاتی ہے

اب ہم اُن نامور بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں جو موزوں پر مسح کی مخالفت کرتے تھے اور آخر میں ان کی مخالفت کی وجہ بھی بیان کریں گے۔

---

[۲۴] سنن ابن ماجہ جلد ا ص ۲۹۰ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور [۲۵] مسائل ضمن قرآن وسنت کی روشنی میں ص ۲۱ شائع کردہ مکتبہ العلم ۔ ۱۸۔ اردو بازار لاہور

ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ کا موزوں پر مسح کی مخالفت کرنا امام ابن حزم کی زبانی:

امام ابن حزم ''المحلی'' میں لکھتے ہیں کہ

''موزوں پر مسح کی ممانعت ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے''[۲۶] اس اختلاف کی وجہ کیا تھی

علامہ امام ابوبکر الجصاص ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں

امام ابوبکر الجصاص خود موزوں پر مسح کے قائلین میں سے ہیں لیکن احکام القرآن میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ

''حضور ﷺ کے مسح کے وقت کے متعلق اختلاف تھا کہ آیا یہ سورہ مائدہ کے نزول سے قبل شروع ہوا یا اس نزول کے بعد''[۲۷]

اوپر موزوں پر مسح کے مخالفین میں حضرت ابن عباسؓ کا نام بھی ہے وہ موزوں پر مسح کے کیوں مخالف تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا مسند احمد ابن حنبل میں بیان ملاحظہ فرمائیں

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ موزوں پر مسح کے کیوں مخالف تھے اس کی وجہ وہ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ واللہ مَامَسَحَ بَعْدَ الْمَائِدَہ ترجمہ: اللہ کی قسم آپ ﷺ نے سورۃ المائدہ (کے نزول) کے بعد (موزوں پر) مسح نہیں کیا''[۲۸]

ان حقائق سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ عرب میں موزے پہننے کا رواج اگر تھا بھی اور ان پر لوگ مسح کر لیا کرتے تھے لیکن جب سورہ مائدہ میں وضو والی آیت نازل ہوگئی تو اس کے بعد موزوں پر مسح سے منع کر دیا گیا۔

---

[۲۶] المحلی جلد نمبر ا ص ۳۶۸ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری طبع لاہور [۲۷] احکام القرآن جلد نمبر ۲ ص ۲۷۳ ترجمہ مولانا عبدالقیوم طبع اسلام آباد [۲۸] الفتح الربانی ترجمہ مسند احمد ابن حنبل شیبانی جلد نمبر ا ص ۳۳۱ ترجمہ حافظ قاری فدا حسین طبع لاہور

Scanned with CamScanner

شیعہ طریقۂ وضو اور برادران اہل سنت کا غلط فہمی پر مبنی ایک اعتراض

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورہ مائدہ کی وضو والی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

''وضو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے چاہییں تاکہ جن ہاتھوں سے آدمی وضو کر رہا ہو وہ خود پہلے پاک ہو جائیں'' ۲۹

مکتب اہلبیت میں وضو کرتے وقت چونکہ پاؤں پر مسح کرنا ہوتا ہے اور اسلام کے احکام ہر امیر غریب مزدور کے لیے یکساں ہیں اگر کوئی ہاتھ سے مزدوری کرتا ہے اور اس کے ہاتھ آلودہ ہوں تو وضو سے پہلے انہیں پاک صاف کرنا ضروری ہے اس طرح اگر کوئی ننگے پاؤں مزدوری کرتا ہے یا کھلی چپل پہننے کی وجہ سے اس کے پاؤں پاکیزہ نہ ہوں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ وضو سے پہلے اپنے پاؤں دھو کر پاک کرے تاکہ بعد میں پاکیزہ پاؤں پر مسح کیا جا سکے لیکن اگر پاؤں پہلے سے پاک ہوں تو پھر انھیں دھونے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُن پر مسح کر لیا جاتا ہے اب ہمارے بہت سارے اہل سنت بھائی چونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ شیعہ وضو میں پہلے پاؤں دھوتے ہیں اور بعض دفعہ طنزاً یا بطور مذاق یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ شیعہ کا تو وضو ہی الٹا ہے یہ پہلے پاؤں دھوتے ہیں حالانکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اہل سنت بھائیوں کا یہ اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے اور دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ ایسے برادران خود اپنی فقہ سے ہی آگاہ نہیں ہوتے کیونکہ فقہ حنفی کا تو مسلمہ مسئلہ ہے کہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترتیب وضو واجب نہیں ہے

ہمارے جو برادران اپنی لاعلمی کی بنا پر شیعوں پر طنز کرتے ہیں کہ یہ لوگ وضو میں پاؤں پہلے دھوتے ہیں یا یہ کہ شیعہ حضرات الٹا وضو کرتے ہیں ان کی معلومات میں اضافہ کے لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ترتیب وضو واجب نہیں ہے اس سلسلے میں

۲۹ تفہیم القرآن جلد نمبر ۱ ص ۴۴۸ طبع لاہور

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''حضرت ابوحنیفہؒ وضو میں ترتیب کو شرط نہیں مانتے'' ''ان کے نزدیک اگر کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر ہاتھ دھوئے پھر منہ دھوئے جب بھی جائز ہے'' ۳۰

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں

''مالکیہ اور حنفیہ فرائض وضو کی ترتیب کو سنت قرار دیتے ہیں پس اگر چہرہ دھونے سے پہلے ہاتھ دھو لیے یا ہاتھوں سے پہلے پیروں کو دھو لیا وغیرہ تو مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک وضو ہو گیا'' ۳۱

حنفی سکالر علامہ ابوبکر الجصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں

واضح رہے کہ حنفی سکالر علامہ ابوبکر الجصاص متوفی ۳۷۰ھ نے اپنی اس کتاب میں ''آیا وضو میں ترتیب اعضاء ضروری ہے'' کے عنوان کے تحت پورے بارہ صفحات پر بحث کر کے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وضو میں اعضاء کو ترتیب سے دھونا ضروری نہیں ہے اس بحث کے شروع میں ہی لکھتے ہیں کہ

''وضو کرنے والے کو اس تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے ہمارے اصحاب (یعنی احناف) امام مالک، لیث بن سعد اور اوزاعی کا یہی قول ہے'' ۳۲

امام ابوبکر الجصاص نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جہاں اور کئی باتیں نقل کی ہیں وہیں برادران اہل سنت کے ہاں انتہائی محترم شخصیت خلیفہ سوئم حضرت عثمانؓ کے وضو کرنے والی ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ ہم طوالت کے خوف سے اپنی وضو والی بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

۳۰ تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۱ پارہ نمبر ۶ ص ۶۲ مطبوعہ دہلی ۳۱ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۱۰۱ شائع کردہ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب ۳۲ احکام القرآن جلد نمبر ۳ ص ۳۰۸ ترجمہ مولانا عبدالقیوم شائع کردہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

Scanned with CamScanner

فصول اذان کی بحث

جس طرح نماز کے فرض ہونے میں شیعہ اور اہل سنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں لیکن اس کی حرکات واذکار میں تھوڑا سا جزوی اختلاف موجود ہے اور یہ اختلاف صرف شیعہ اور اہل سنت بھائیوں کے درمیان ہی نہیں بلکہ اہل سنت کے اپنے مختلف مکاتب فکر کے اندر بھی موجود ہے اسی طرح نماز سے پہلے اذان دینے پر شیعہ اور اہل سنت کا اتفاق ہے لیکن اذان کے کلمات کتنے ہیں اس بات میں بھی صرف شیعہ سنی کے درمیان ہی اختلاف نہیں بلکہ خود اہل سنت کے مختلف مسالک کے درمیان بھی اختلاف موجود ہے جس کی تفصیل ہم ذرا بعد میں بیان کریں گے پہلے صرف اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں

اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" برادران اہل سنت کی کتب کی روشنی میں:

مکتب اہل بیت کے پیروکار اذان دیتے وقت "حی علی الفلاح" کے بعد اذان میں دو مرتبہ "حی علیٰ خیر العمل" کہتے ہیں اور یہ کلمہ باقاعدہ اذان کا جزو ہے اور برادران اہل سنت کی کتب احادیث فقہ سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ عہد صحابہ کرامؓ میں بعض ایسے صحابہ کرامؓ جن کا مقام و مرتبہ برادران اہل سنت کے ہاں بہت زیادہ ہے وہ اذان دیتے وقت "حی علیٰ خیر العمل" کہا کرتے تھے مثلاً برادران اہل سنت کے نزدیک انتہائی محترم دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ کے بیٹے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کہا کرتے تھے

حدیث کی قدیم ترین کتاب موطا امام محمدؒ جو کہ صحاح ستہ سے بھی بہت پہلے مرتب کی گئی تھی اس میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید امام محمدؒ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"اذقال حَیَّ عَلَی الفلاح قال عَلٰی اثرِھَا حیَّ عَلٰی خیر العَمَل"

ترجمہ: (حضرت ابن عمرؓ) کبھی کبھی حی علی الفلاح کے بعد حی علیٰ خیر العمل کہتے تھے۔[۱]

امام ابن حزم "المحلی" میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ابو امامہ سہل بن حنیف سے منقول ہے کہ وہ اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہا کرتے تھے۔"[۲]

امام ابن حزم کا اہل سنت کو مشورہ

پھر تھوڑا آگے امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ

"جو شخص اقوال صحابہؓ کو تسلیم کرتا ہے اسے چاہیے کہ اس مسئلہ میں ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کرے اس لیے کہ ایسی بات قیاس سے نہیں کہی جا سکتی اور یہ قول ابن عمرؓ سے صحیح ترین سند کے ساتھ ثابت ہے۔"[۳]

پھر اسی کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

"مصنف ابن ابی شیبہ ۲۱۰/۱ میں بھی ابن عمرؓ سے حی علیٰ خیر العمل کی روایت موجود ہے۔"[۴]

ڈاکٹر محمد رواس پروفیسر ظہران یونیورسٹی سعودی عرب لکھتے ہیں

سعودی پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس نے دس ضخیم جلدوں میں ایک فقہی

۱؎ ملاحظہ ہو موطا امام محمدؒ ص ۸۵ ترجمہ حافظ نذر احمد شائع کردہ اسلامی اکادمی لاہور ۲؎ ۳؎ ۴؎ المحلی جلد ۲ ص ۳۴۳ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری طبع لاہور

انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا ہے۔ جس کی آٹھ جلدیں اردو میں چھپ چکی ہیں اس کی ساتویں جلد ''فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ'' کے نام سے چھپی ہے اس میں مذکورہ سعودی سکالر اذان کی بحث میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''اسی مفہوم پر ان روایات کو بھی محمول کیا جائے گا جو کہ مطلق ہیں اور جن میں مذکور ہے کہ آپ (حضرت ابن عمرؓ) جب اذان کے اندر ''حی علی الفلاح'' کہتے تو اس کے بعد ''حیّ علیٰ خیر العمل'' کہتے''۔[۵]

عرب سکالر عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم کا مکتب اہل بیتؑ پر عجیب وغریب الزام اور پھر انوکھا اعتراف:

عرب دنیا کے یہ عالم ومصنف، ''عبادات میں بدعات'' نامی اپنی کتاب میں حیّ علیٰ خیر العمل کی بحث میں پہلے تو شیعوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ''رافضیوں کی یہ مشہور بدعت ہے۔ جس طریقے سے یہ لوگ تمام نمازوں کی ہر اذان میں یہ الفاظ کہتے ہیں دین اسلام میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں''۔[۶] لیکن ساتھ ہی امام ابن تیمیہ کے حوالے سے یہ انوکھا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں

''عام اذانوں میں حیّ علیٰ خیر العمل کے الفاظ (ثابت) نہیں ہیں بعض صحابہ نے (کبھی کبھار) کسی عذر کی وجہ سے یہ الفاظ کہے یا کہلائے ہیں'' (مجموع الفتاوی ۱۰۳/۲۳)[۷] ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ

''امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ عبداللہ ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اذان میں ''حیّ علیٰ خیر العمل'' کا اضافہ کیا'' (۱/۱۹۶)[۸]

---

۵ فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ص ۱۱۳ ترجمہ مولانا عبدالقیوم شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

۶/۷/۸ ملاحظہ ہو عبادات میں بدعات ص ۱۲۲ ترجمہ حافظ زبیر علیزئی طبع لاہور

اس کے بعد مصنف ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ صبح کی اذان میں کبھی کبھار ''حیّ علیٰ خیر العمل'' بھی کہہ دیتے (اس کی سند صحیح ہے)[۹] پھر یہ بھی خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ

''یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ یہ الفاظ وہ کبھی کبھار کہا کرتے تھے''[۱۰]

اس کے بعد یہ عرب سکالر مزید اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ابن ابی شیبہ نے (امام) زین العابدین علی بن الحسین سے نقل کیا ہے کہ وہ (صبح کی) پہلی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد یہ اضافہ کرتے تھے''[۱۱] آخر میں لکھتے ہیں کہ

''اس سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کا یہ (شاذ ونادر) عمل صبح کی پہلی اذان (یعنی صبح حقیقی والی اذان جو اقامت سے پہلے کہی جاتی ہے) میں ہوتا تھا (جسے رافضیوں نے مخالفت کرتے ہوئے تمام اذانوں میں مقرر کر دیا ہے)''[۱۲]

واضح رہے کہ یہ تمام عبارتیں اور بریکٹ میں موجود الفاظ ہم نے مملکت کویت سے تعلق رکھنے والے محترم عالم ومصنف کی کتاب عبادات میں بدعات سے نقل کیے ہیں

مذکورہ عالم دین کی خدمت میں انتہائی معذرت سے گزارش

ہم بڑے ادب اور معذرت سے مذکورہ اہل سنت عالم سے پوچھتے ہیں کہ ایک طرف تو آپ اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل کو رافضیوں کی مشہور بدعت کہتے ہیں ساتھ ہی آپ اپنے محترم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ بعض صحابہ کرام نے کبھی کبھار مجبوراً کہے تھے کاش آپ وہ مجبوری بھی لکھ دیتے جس کی وجہ سے صحابہ کرام نے اذان میں یہ الفاظ کہے تھے پھر آپ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اذان میں حی

۹، ۱۰ ملاحظہ ہو عبادات میں بدعات ص ۱۲۲ ترجمہ حافظ زبیر علیزئی طبع لاہور ۱۱، ۱۲ ملاحظہ ہو عبادات میں بدعات ص ۳/۱۷ شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

علی خیر العمل کہتے تھے لیکن آپ کو اس بات پر اصرار ہے کہ انھوں نے یہ الفاظ کبھی کبھار کہے ہیں کیا آپ نے غور کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ اذان میں یہ الفاظ کیوں کہتے تھے سیدھی سی بات ہے کہ بعد از پیغمبرؐ جہاں اور بہت ساری سنتیں مٹادی گئیں وہیں پر اذان میں حی علیٰ خیر العمل پر عمل کرنا بھی چھڑوا دیا گیا تھا صحابہ کرامؓ اذان میں یہ الفاظ مجبوراً نہیں کہتے تھے بلکہ سنت کو زندہ کرنے کے لیے کہتے تھے[۱۳]

مولانا وحید الزمان خان اذان کی بحث میں تسلیم کرتے ہیں

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان خان حاشیہ ابن ماجہ پر اذان کی بحث میں یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ

"بعض روایتوں میں اذان اور اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد "حیّ علی خیر العمل" بھی منقول ہے جو لوگ متبعین سنت ہیں وہ ان سب طریقوں کو جائز کہتے ہیں اور کبھی ایسا کرتے ہیں کبھی ویسا اور سب سنتوں کا ثواب اور مزا لوٹتے ہیں"[۱۴]

وہ سنت کا اتباع کرنے والے کس دنیا میں رہتے ہیں؟

ہم انتہائی ادب سے مولانا وحید الزمان خان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہمیں تو آج تک اس سنت کا اتباع کرنے والا سوائے شیعوں کے کوئی شخص نظر نہیں آیا

[۱۳] ہم اہلسنت عالم جناب عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ کو اذان میں حی علی خیر العمل کی صورت میں شیعوں کی بدعت تو نظر آ گئی لیکن جب یہ فقرہ کہنا صحابہ کرام سے ثابت ہے تو پھر آپ اپنے لوگوں کو یہ مشورہ دینا کیوں بھول گئے کہ صحابہ کرام کی پیروی کرتے ہوئے آپ لوگ بھی کبھی کبھی اذان میں حی علی خیر العمل کہہ لیا کریں اس کے علاوہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیر والی مستند حدیث آپ کو کیوں نظر نہیں آتی علاوہ ازیں آپ کے ہاں رائج نماز تراویح میں آپ کو یہ کیوں نہیں نظر آیا کہ پیارے نبی تو نصف شب کے بعد مسجد میں تشریف لے گئے تھے اور وہ بھی آدھا سے زیادہ رمضان گزرنے کے بعد والی راتوں میں آپ کا عبادت کے لیے تشریف لے جانا ثابت ہے اگر آپ کو واقعی سنت سے محبت اور بدعت سے نفرت ہے تو پھر کاش آپ یہاں بھی سنت و بدعت کا فرق واضح کرتے۔ [۱۴] حاشیہ سنن ابن ماجہ جلد نمبر ا ص ۳۶۷ طبع لاہور

جب آپ جیسے علماء جانتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ اذان میں حیّ علی خیر العمل کہا کرتے تھے اور کویت کے اہل سنت مصنف کی زبانی یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے تو پھر سب سے پہلے تو آپ جیسے اہل علم خود جراءت کریں اور اس سنت کو زندہ کریں تاکہ عوام الناس بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے اس سنت پر عمل پیرا ہوں لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہ محترم علمائے اہل سنت و اہل حدیث جانتے بوجھتے ہوئے بھی ایک طرف تو اس سنت کا اتباع نہیں کرتے بلکہ جو لوگ اس سنت کو آج تک زندہ رکھے ہوئے ہیں الٹا انہیں بدعتی کہہ رہے ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور صحیح معنوں میں اپنے پیارے نبی کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اب ہم اذان سے متعلق بعض دوسرے مباحث کی طرف آتے ہیں پہلے

اذان سے متعلق ایک ضروری وضاحت

اذان کے متعلق یہ بات عوام الناس کے سمجھنے کی ہے کہ اذان کے احکام نماز کی طرح نہیں ہیں مثلاً نماز بغیر وضو نہیں پڑھی جا سکتی لیکن اذان بغیر وضو بھی دی جا سکتی ہے جیسا کہ علمائے اہل سنت نے خود لکھا ہے[۱۵]

نماز کے دوران کسی سے گفتگو نہیں کی جا سکتی لیکن اذان میں حسب ضرورت بات کر لینا امام بخاری اور کئی دوسرے علماء نے جائز لکھا ہے اذان میں کلام کرنے کی اجازت سے متعلق چند محدثین و علمائے اہلسنت کے بیانات ملاحظہ فرمائیں

امام بخاری "باب الکلام فی الاذان" میں لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ امام بخاری نے اذان میں بات کر لینے کے متعلق بخاری شریف میں ایک باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے "باب الکلام فی الاذان" یعنی اذان میں بات کرنے کا باب اس میں امام بخاری لکھتے ہیں۔

[۱۵] المحلی جلد نمبر ۲ ص ۳۲۲ شائع کردہ دار الدعوۃ السلفیہ لاہور

Scanned with CamScanner

"تَكَلَّمَ سُلَيمَانُ بن صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ وَقَالَ الحَسَنُ لَا بَأسَ أن يَضحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صُرد (صحابی) نے اذان میں بات کی اور امام حسنؒ بصری نے کہا اذان اور تکبیر میں ہنستا کچھ بُرا نہیں" ۱۶

امام حسن بصری کا مقصد یہ ہوگا کہ اگر خدانخواستہ ہنسی آجائے تو اذان پھر بھی ہوجائے گی اس کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ

"ہمارے امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اذان میں بات کرنا جائز ہے اور امام بخاری کا بھی مذہب یہی معلوم ہوتا ہے"۔ ۱۷

امام ابن حزم "المحلیٰ" میں لکھتے ہیں

امام ابن حزم اذان واقامت کی بحث میں لکھتے ہیں کہ "ہر قسم کا مباح کلام اذان واقامت کہتے وقت جائز ہے" ۱۸ پھر تھوڑا آگے اسی بحث کے دوران لکھتے ہیں کہ

"مزید برآں نفس اذان کے دوران کلام کی ممانعت کسی نص سے ثابت نہیں ہمارے علم کی حد تک مانعین کے یہاں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں" ۱۹

امام ابن حزم مزید لکھتے ہیں کہ

"حضرت سلیمانؓ بن صُرد جو رسول کریمؐ کے صحابی تھے لشکر میں اذان کہا کرتے تھے اذان دیتے وقت وہ اپنے غلام سے ضرورت کی چیز طلب کرلیا کرتے تھے" ۲۰

پھر تھوڑا آگے لکھتے ہیں کہ

"وکیع، ربیع بن صبیح سے اور وہ حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک اذان دیتے وقت ضروری بات کی اجازت ہے" (عبدالرزاق ۱/۴۶۹ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۲) ۲۱

۱۶، ۱۷ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۱۳ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی ۱۸، ۱۹ المحلیٰ جلد ۲ ص ۲۲۵ طبع لاہور ۲۰ المحلیٰ جلد نمبر ۲ ص ۳۲۶ ۲۱ المحلیٰ جلد نمبر ۲ ص ۳۲۶ طبع لاہور

علامہ عبدالرحمٰن الجزائری لکھتے ہیں

اپنی فقہ کی تحقیقی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں علامہ عبدالرحمٰن الجزائری لکھتے ہیں کہ:

"حنابلہ کے نزدیک ایک غیر شرعی ضرورت سے بھی اذان کے دوران معمولی سا بولنا جائز ہے مثلاً کوئی بلا رہا ہو اس کا جواب دینا" ۲۲

اذان میں بات کرنے کی اجازت کے متعلق امام بخاری "کتاب الاذان" میں لکھتے ہیں

"عبداللہ بن حارث بصری روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے ہم کو (جمعہ کا) خطبہ سنایا اُس دن کیچڑ تھی (پانی پڑ رہا تھا) جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہنے کو تھا تو انھوں نے اس کو حکم دیا کہ یوں پکارے "الصلوٰۃ فی الرحال" یعنی نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھو یہ حال دیکھ کر لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے ابن عباسؓ نے کہا جو لوگ مجھ سے بہتر تھے (یعنی رسول اکرمؐ) انھوں نے ایسا کیا ہے" ۲۳

مولانا وحید الزمان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

"ابن عباسؓ نے اذان کے بیچ میں اس کلام کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا احتیاج کے وقت اذان میں بات کرنا درست ہے" ۲۴

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ شدید سردی میں آنحضرتؐ نے صبح کی اذان میں یہ الفاظ کہنے کا حکم دیا ۲۵

بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے بدلے میں الصلوٰۃ فی الرحال کہلا دیا ۲۶

---

۲۲ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۵۱۱ طبع لاہور ۲۳، ۲۴ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۱۳، ص ۴۱۴ ۲۵ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۲۲ ۲۶ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۴۳

حضرت عبداللہ ابن ؓ عمر کی روایت امام ابن حزم کی زبانی

امام ابن حزم پہلے تو خود "اَلَاصَلُّوا فِی الرِّحالِ" کے زیرعنوان لکھتے ہیں ''اگر شدید سردی یا زور کی بارش ہو تو واجب ہے کہ موذن حی علی الفلاح کے بعد کہے "اَلَاصَلُّوا فِی الرِّحال" (گھروں میں نماز ادا کیجئے) یہ حکم سفر وحضر دونوں میں یکساں ہے'' ۲۷

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

''حضرت ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ضجنان کے مقام پر مکہ اور مدینہ کے درمیان اذان کہی تو اس میں یہ الفاظ کہے "صَلُّوا فِی الرِّحال" پھر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ سردی یا بارش اور آندھی والی رات میں اپنے موذن کو کہا کرتے تھے کہ یوں کہے "صَلُّوا فِی الرِّحال" (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ) ۲۸

شدید بارش شدید سردی یا کیچڑ کے باوجود "صَلُّوا فِی الرِّحال" والی سنت پر عمل کیوں نہیں ہوتا

اس سوال کا جواب تو اب محترم علمائے اہل سنت ہی دے سکتے ہیں کہ جب آپ کے نزدیک شدید بارش یا کیچڑ یا سخت سردی کی وجہ سے اذان میں "الصلوٰۃ فی الرحال" یعنی نماز اپنے گھروں میں ہی پڑھ لو کہنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو پھر آپ لوگوں نے اس سنت کو ترک کیوں کر رکھا ہے حالانکہ اب بھی بہت سارے ایسے علاقے موجود ہیں جن کے راستے کچے ہیں اور شدید بارش میں مسجد میں پہنچنا دشوار ہوتا ہے اس کے علاوہ شدید سردی والے علاقوں میں برف باری بھی ہوتی ہے لیکن اس سنت پر عمل ہوتا ہم نے کبھی نہیں سنا۔

۲۷، ۲۸ المحلی جلد نمبر ۲ ص ۳۴۳ طبع لاہور

ہماری بحث کا مقصد

ہماری اس بحث کا مقصد ایک طرف تو اپنے محترم اہل سنت برادران کو یہ باور کروانا ہے کہ ان کے اپنے ہاں اذان کے سلسلے میں کتنی وسعت موجود ہے اور دوسری طرف چونکہ شیعہ مکتب فکر کے متعلق جہاں اور بہت ساری غلط فہمیاں عوام الناس کے ذہن میں بٹھائی گئی ہیں اسی طرح اذان کے معاملے میں بھی اہل سنت برادران یہ سمجھتے ہیں کہ شیعوں نے ایک طرف تو اذان میں حی علی خیر العمل کا اضافہ اپنی طرف سے کرلیا ہے دوسرا حضرت علیؑ کی ولایت کی گواہی اذان میں دینا اپنا شعار بنالیا ہے حی علیٰ خیر العمل کے متعلق تو ہم بڑی تفصیل سے گذشتہ صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ یہ کلمہ تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جیسے صحابی بھی اذان میں کہتے تھے۔ رہی حضرت علیؑ کی ولایت کی گواہی تو اس کی تفصیل ذرا بعد میں بیان ہوگی پہلے یہ بات کہ ہمارے اہل سنت برادران یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اذان بالکل وہی ہے جو کہ زمانہ رسالتؐ مآب میں کہی جاتی تھی اب اصل حقیقت کیا ہے ہمارے اہل سنت بھائیوں کے نزدیک اذان کے کلمات کتنے ہیں اور اس میں خود کتب اہل سنت میں کتنا اختلاف ہے ملاحظہ فرمائیں کہ

کلمات اذان کتنی بار کہے جائیں؟

اذان واقامت کے الفاظ کتنے ہیں اور ان کو کتنی بار کہا جائے اس سلسلے میں برادران اہل سنت کے ہاں کتنی مختلف روایات ہیں ان سب کو اگر ایک جگہ جمع کیا جائے تو اس کے لیے الگ رسالہ تیار ہوجائے البتہ ہم ان میں سے چند روایات ذکر کرتے ہیں بخاری شریف میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت بلالؓ کو اذان کے الفاظ دو دو بار کہنے کا حکم ہوا

''حضرت بلالؓ کو اذان کے الفاظ دو دو بار اور تکبیر کے الفاظ ایک ایک بار کہنے کا

Scanned with CamScanner

حکم ہوا مگر قد قامت الصلوٰۃ (دوبار کہا جائے)''۲۹ع

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں

''یہ حدیث حنفیہ پر حجت ہے جو تکبیر کے الفاظ کو بھی دو دو بار کہتے ہیں''۳۰ع

امام احمد ابن حنبلؒ کے نزدیک اذان کے کلمات چار چار بار ہیں

اب بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلالؓ کے اذان کے الفاظ دو دو بار کہنے کا حکم ہوا لیکن مولانا وحید الزمان خان حاشیہ بخاری پر لکھتے ہیں کہ

''ہمارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اگر کسی نے اللہ اکبر اذان کے شروع میں چار بار کہا یا شہادتین میں ترجیع کی (یعنی انہیں بھی چار بار کہا) جیسے امام شافعی کا قول ہے یا تکبیر کے الفاظ کو بھی دو دو بار کہا تو بھی کچھ قباحت نہیں''۳۱ع

امام ابن حزم اندلسی اور اذان کی مختلف روایات

امام ابن حزم اندلسی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''المحلی'' میں اہل مکہ کی اذان، اہل مدینہ کی اذان اور اہل کوفہ کی اذان کا الگ الگ ذکر کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اہل مکہ کی اذان

امام ابن حزم اہل مکہ کی اذان کے متعلق لکھتے ہیں کہ اہل مکہ کا طریقہ اذان ہمیں عزیز تر ہے جو کہ یہ ہے

اللہ اکبر (چار مرتبہ) اشھدان لاالہ الا اللہ (دومرتبہ) اشھدان محمد رسول اللہ (دومرتبہ) پھر (دوسری مرتبہ) بلند آواز کر کے کہے (یعنی ترجیع کے ساتھ) اشھدان لاالہ الا اللہ (دومرتبہ) اشھدان محمد رسول اللہ (دومرتبہ) حی علی الصلوٰۃ (دومرتبہ) حی علی الفلاح (دومرتبہ) اللہ اکبر (دومرتبہ) لاالہ الا اللہ''

۲۹ع،۳۰ع،۳۱ع تیسیر الباری شرح بخاری جلد ا ص ۴۰۸ مطبع کراچی

اہل مدینہ کی اذان

امام ابن حزم اہل مکہ اور اہل مدینہ کی اذان کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''اہل مدینہ کی اذان بھی اسی طرح ہے صرف یہ فرق ہے کہ اذان کے شروع میں اللہ اکبر اللہ اکبر صرف دو مرتبہ کہتے''

اہل کوفہ کی اذان

کوفہ والوں کا اہل مکہ کی اذان سے کیا فرق ہے امام ابن حزم لکھتے ہیں'' کوفہ والوں کی اذان اہل مکہ کی طرح ہے صرف یہ فرق ہے کہ وہ اشھدان لاالہ الا اللہ صرف دو دو مرتبہ کہتے ہیں''۳۲ع

امام ابن حزم کی اپنی رائے

امام ابن حزم تھوڑا آگے اپنی رائے اس طرح دیتے ہیں کہ

''اگر اس بات کا اختیار دیا گیا ہو کہ ان میں سے جونسی اذان چاہے اختیار کرے تو بھی اضافہ پر مشتمل حدیث پر عمل کرنا افضل ہے اس لیے کہ اس میں زیادہ ذکر اور نیکی پائی جاتی ہے''۳۳ع

پیشوائے اہل حدیث امام ابن قیم ''اذکار اذان'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں

امام ابن قیم اپنی کتاب ''زادالمعاد'' میں اذان کی جو مختلف صورتیں ثابت ہیں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''نبی ﷺ سے اذان ترجیع (یعنی شہادتین کو دوبارہ کہنا) اور بلا ترجیع ہر طرح ثابت ہے اور اقامت ایک ایک اور دو (کی صورت) میں مشروع ہے لیکن

۳۲ع تفصیل کے لیے دیکھئے المحلی جلد نمبر ۲ ص ۳۳۲ ترجمہ مولانا غلام احمد حریری طبع لاہور

۳۳ع المحلی جلد نمبر ۲ ص ۳۳۳

قد قامت الصلوٰۃ کا کلمہ آپؐ سے دو ہی مرتبہ کہنا ثابت ہے اس کا افراد (یعنی ایک بار کہنا) آپؐ سے قطعاً ثابت نہیں اس طرح اذان کی ابتداء میں آپؐ سے چار مرتبہ کلمہ تکبیر کی تکرار ثابت ہے اور دو بار پر اس کا ختم کرنا ثابت نہیں اور (حضرت ابن عمرؓ) نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور اقامت کے ایک ایک بار کہے جاتے البتہ قد قامت الصلوٰۃ کا لفظ دو بار کہا جاتا" پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ

"حضرت ابو محذورہؓ کی روایت میں کلمات اذان کے ساتھ ساتھ کلمۂ اقامت کا دو بار کہنا بھی مروی ہے اور یہ تمام صورتیں جائز ہیں ان میں سے کسی ایک صورت میں بھی کراہت نہیں اگرچہ بعض بعض سے افضل ہیں چنانچہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلالؓ کی اذان و اقامت اختیار کی ابو حنیفہؒ نے حضرت بلالؓ کی اذان اور حضرت محذورہؓ کی اقامت اختیار کی اور امام مالکؒ نے اہل مدینہ کا عمل دیکھا کہ وہ اذان میں دو تکبیریں کہتے ہیں اور کلمۂ اقامت ایک بار کہتے ہیں انھوں نے اسے اختیار کر لیا اللہ ان سب سے راضی ہو سب نے سنت کی روشنی میں اجتہاد کیا" ۳۴

امام ابن حزم اور امام ابن قیم کی خدمت میں ہماری گزارش

ہم پہلے امام ابن حزم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ نے تو کہہ دیا کہ ہمارے نزدیک زیادہ ذکر والی اذان افضل ہے اور امام ابن قیم نے اذان کے مختلف طریقے لکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ سب طریقے جائز ہیں لیکن یہاں پر تو معمولی معمولی باتوں پر مساجد الگ بنی ہوئی ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی مسجد میں مروجہ اذان سے معمولی سا اختلاف کر سکے قطعاً نہیں۔ خیر ہمارا مقصد تو اپنے محترم اہل سنت برادران کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ شیعہ اذان پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنی اذان و اقامت پر بھی غور فرمائیں کہ آپ کے ہاں کتنی

۳۴ زاد المعاد جلد نمبر ۲ ص ۶۳۲ ترجمہ مولانا رئیس احمد ندوی شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

وسعت ہے اور کیسی کیسی روایات موجود ہیں اس سلسلے میں تھوڑی مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے اذان کے الفاظ تین تین بار کہنے کی روایت

سعودی عرب کے ممتاز سکالر ڈاکٹر محمد رواس پروفیسر ظہران یونیورسٹی نے جو فقہی انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا ہے اس کی ساتویں جلد فقہ حضرت عبداللہ ابن عمر کے نام سے چھپی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے اذان کی کیفیت کے بارے میں دو روایتیں منقول ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ آپ اذان کے الفاظ تین تین بار کہتے تھے" ۳۵

تھوڑا آگے لکھتے ہیں

"عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک موذن کے پاس سے گزرے اور اس سے فرمایا اذان اکہری دیا کرو کیونکہ اذان اکہری ہے دوسری روایت یہ ہے کہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اقامت اکہری کہنے کی ہدایت کرتے" ۳۵

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے نزدیک اذان کے الفاظ اس طرح تھے

سعودی عرب کے پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس "اذان کے الفاظ" کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ "نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی اذان اس طرح تھی "اللہ اکبر (تین مرتبہ) شہدت ان لاالہ الا اللہ (تین مرتبہ) شہدت ان محمد الرسول اللہ (تین مرتبہ) حی علی الصلوٰۃ (تین مرتبہ) حی علی الفلاح (تین مرتبہ) اللہ اکبر لاالہ الا اللہ" ۳۷

۳۵ فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ص ۱۱۳ طبع لاہور ۳۶، ۳۷ فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ص ۱۱۳

یہ روایات نقل کرنے کا مقصد ایک فرقہ کو خوش اور دوسرے کو پریشان کرنا نہیں

ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ایسی روایات نقل کر کے ہمارا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ ایک فرقے کو خوش کیا جائے اور دوسرے فرقے کی تضحیک کی جائے یہ کام تو بدقسمتی سے صدیوں سے ہو رہا ہے ہمارا مدعا تو فقط یہ ہے کہ عوام الناس یہ بات سمجھ سکیں کہ اہل سنت کے ہاں جن بزرگوں کا مقام و مرتبہ بہت زیادہ ہے اُن سے کیسی کیسی روایات پر عمل کرنا ثابت ہے تھوڑی تفصیل مزید ملاحظہ فرمائیں

حضرت عمرؓ کا فجر کی اذان میں موذن کو ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنے کا حکم دینا

موطا امام مالک میں ہے کہ:

''حضرت عمرؓ کے پاس مؤذن آیا صبح کی نماز کی خبر کرنے کے لیے تو حضرت عمرؓ کو سوتا ہوا پایا پس اس نے کہا الصلوٰۃ خیر من النوم یا امیر المومنین'' یعنی اے مومنوں کے امیر نماز سونے سے بہتر ہے تو حضرت عمرؓ نے موذن کو حکم کیا کہ اس کلمے کو صبح کی اذان میں کہا کرے'' ۳۸

یہی بات شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے ''رسالہ در مذہب فاروق اعظمؓ'' میں لکھی ہے یہ رسالہ ''فقہ حضرت عمرؓ'' کے نام سے اہل حدیث عالم ابو یحییٰ امام خان نوشہروی کے ترجمہ سے شائع ہوا ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

''حضرت عمرؓ نے اپنے موذن کو فجر کی اذان میں کہنے کے لیے یہ کلمات بتائے ''الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم'' ۳۹

ہمارے اہل سنت بھائی آج تک حضرت عمرؓ کے اس حکم پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

---

۳۸ موطا امام مالک ص ۶۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان خان طبع لاہور ص ۸۸ ترجمہ عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری

۳۹ فقہ حضرت عمرؓ ص ۹۷ شائع کردہ علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور

خلاصہ بحث:

اذان کے متعلق ہم نے جو کچھ گذشتہ صفحات پر لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ اذان میں حی علی خیر العمل کہنا بعض صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

۲۔ اذان میں ہر قسم کا مباح کلام کرنا آئمہ اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

۳۔ بارش کیچڑ یا شدید سردی میں اذان میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کی جگہ الصلوٰۃ فی الرحال کہنا بخاری شریف وغیرہ کتب احادیث سے ثابت ہے۔

۴۔ کلمات اذان ایک بار دو بار تین بار اور چار بار تک کہنے کی اجازت ہے۔

۵۔ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے کا حکم حضرت عمرؓ نے اپنے موذن کو دیا۔

۶۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اذان میں اشھدان لاالہ الا اللہ اور اشھدان محمد الرسول اللہ کی بجائے ''شھدت ان لاالہ الا اللہ اور شھدت ان محمد الرسول اللہ کہتے تھے۔''

برادران اہل سنت کا سوال کہ شیعہ اذان میں ''اشھدان علی ولی اللہ'' کیوں کہتے ہیں

ہمارے اہل سنت برادران اذان میں ''اشھد ان علی ولی اللہ'' کہنے کی وجہ سے شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اپنے ان محترم برادران اہل سنت کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں وہ ہماری گذشتہ صفحات پر پھیلی ہوئی اذان کی بحث کو ذہن میں رکھیں جو ہم نے کتب اہل سنت سے نقل کی ہے اس کے مطابق اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہنا صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے لیکن اہل سنت کے ہاں اسے بالکل ترک کر دیا گیا ہے پھر صبح کی اذان میں حضرت عمرؓ نے موذن کو حکم دیا کہ وہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا

کرے جس پر ہمارے اہل سنت بھائی آج تک عمل کر رہے ہیں بارش کیچڑ یا شدید سردی میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی جگہ الصلوٰۃ فی الرحال یعنی نماز اپنے گھر میں پڑھ لو کا حکم کتب احادیث میں موجود ہے لیکن آج اس پر عمل نہیں ہوتا اس کے علاوہ بقول اہل حدیث عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی بنوامیہ کے دور میں اذان کے ساتھ خلیفہ کو بلانے کے لیے حی علی الصلوٰۃ یا خلیفۃ رسول اللہ شروع کیا گیا [۳۹] اس کے علاوہ اذان کے شروع یا آخر میں اموی اور عباسی خلفاء نے بعض چیزیں شامل کروائیں اب ایک طرف تو بنی امیہ اور بنی عباس کی بدعات تھیں دوسری طرف شیعیت کی ترقی سے بوکھلا کر پہلے بنی امیہ اور ان کے بعد بنی عباس اپنے زرخرید درباری علماء کے ذریعے شیعوں پر نت نئی تہمتیں لگواتے اور عوام الناس میں انھیں مشہور کرواتے رہتے تھے انہی بے بنیاد تہمتوں میں سے ایک یہ تھی کہ شیعہ حضرت علیؑ کو (معاذ اللہ) خدا مانتے ہیں یہ کوئی معمولی قسم کی تہمت نہ تھی بلکہ اس کو بنیاد بنا کر شیعوں کا قتل عام کروانا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانا مقصود تھا اب جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم بخاری وغیرہ کتب اہل سنت کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ اذان میں ضرورت کے وقت بات کرنے کی اجازت ہے اُس وقت کے شیعہ علماء مکتب اہل بیتؑ کے پیروکاروں پر حضرت علیؑ کو (معاذ اللہ) خدا کہنے کی درباری سازش کے اصل مقاصد کو بھانپ گئے اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ مکتب اہل بیتؑ کے پیروکار ہر شخص کو بلا بلا کر یا ہر آنے جانے والے کو روک کر بتاتے کہ ہم حضرت علیؑ کو امام اول اور وصی پیغمبرؐ مانتے ہیں چنانچہ اس وقت کے بعض علماء نے یہ سوچا کہ اذان میں ضروری بات کرنے کی اجازت تمام مکاتب فکر میں موجود ہے اور مکتب اہل بیتؑ سے وابستہ افراد کی جان بچانے سے ضروری بات کونسی ہو سکتی ہے اس لیے اُن علماء نے لوگوں کو اس بات کی اجازت دی کہ اذان چونکہ اعلان عام ہے اس لیے اس اعلان میں توحید و رسالتؐ کی گواہی کے بعد یہ بات بھی اعلانیہ

[۳۹] رسول اکرمؐ کی نماز ص ۳۰۹ شائع کردہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

کہی جائے کہ اشهدان علی ولی اللہ یعنی حضرت علیؑ اللہ کے ولی ہیں اس طرح ہر انصاف پسند مسلمان تک ہمارا یہ مؤقف اعلان کی صورت میں پہنچ جائے گا کہ مکتب اہلبیتؑ کے پیروکار حضرت علیؑ کو اللہ نہیں مانتے بلکہ اللہ کا ولی مانتے ہیں اور پیغمبر گرامیؐ کا وصی مانتے ہیں اسی طرح شیعوں پر حضرت علیؑ کو (معاذ اللہ) خدا ماننے والی تہمت اپنی موت آپ مر گئی

شیعہ فقہا و مجتہدین کی ذمہ دارانہ روش

حضرت علیؑ کا مقام و منزلت اتنا بلند ہونے کے باوجود شیعہ فقہا و مجتہدین کا ذمہ دارانہ طرز عمل ملاحظہ ہو کہ انھوں نے ہمیشہ اپنی فقہی کتابوں میں یہ بات بڑی واضح طور پر لکھی ہے کہ حضرت علیؑ کی ولایت کی گواہی کے یہ الفاظ اذان کا جزو نہیں بلکہ مستحب کی نیت سے یہ کلمات کہے جاتے ہیں اس کے لیے عرب و عجم کے فقہا کی عربی اور فارسی کتب دیکھی جا سکتی ہیں [۴۰]

ذرا اک نظر انصاف ادھر بھی

ہمارے جن برادران کو اب تک ہماری بات سمجھ میں نہیں آئی ان کی خدمت میں بصد ادب گزارش ہے کہ وہ غور فرمائیں کہ پیارے نبیؐ مسجد نبویؐ میں جمعہ خود پڑھاتے تھے اور جمعہ کا خطبہ بھی ارشاد فرماتے تھے اہل سنت علماء جمعہ کے خطبے میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؑ کے علاوہ بھی اپنے دو تین بزرگوں کے نام لیتے ہیں اس کے علاوہ امہات المومنینؓ میں سے بھی بعض کے اسمائے گرامی لیتے ہیں کیا آپ کسی حدیث شریف کی کتاب سے دکھا سکتے ہیں کہ پیغمبر گرامیؐ نے خود یا کسی دوسری جگہ جمعہ پڑھانے والے کسی خطیب جمعہ نے دور رسالتؐ میں ان بزرگوں کے نام جمعہ کے خطبہ میں لیے ہوں ہم نے یہ سوال بہت سارے پڑھے لکھے اہل سنت دوستوں سے پوچھا تو وہ خاموشی پر مبنی گہری سوچ میں ڈوب جاتے ہیں اس کی وجہ یہی

[۴۰] توضیح المسائل آیت اللہ خوئی الدین القیم ص ۱۹۲ حافظ بشیر حسین نجفی طبع بیروت

ہے کہ ہماری اذان کو ہر شخص کے دل و دماغ میں بٹھا دیا گیا ہے لیکن شیعوں نے کسی
سے یہ سوال کبھی پوچھا نہیں کہ جناب محترم آپ خود تو درجن بھر محترم بزرگوں کے نام
جن میں بعض محترم خواتین بھی شامل ہیں خطبہ جمعہ میں لے لیتے ہیں اور ہمارے ایک
نام پر بھی آپ کو اعتراض ہے اسی طرح اگر کسی سے پوچھا جائے کہ آپ کے یہ چھ کلمے
زمانہ رسالتؐ میں پڑھنے کا رواج تھا اگر پیارے نبیؐ ہر شخص کو چھ کلمے پڑھاتے تھے تو
ثبوت فراہم کریں ورنہ بتائیں کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو ایک محترم بزرگ کا
جواب تھا کہ بات دراصل یہ ہے کہ جن جن باتوں پر ہمارا ایمان ہے ہم انہیں کلمے کی
صورت میں بیان کر دیتے ہیں ان کلموں میں تو اعتراض والی کوئی بات ہی نہیں تو میں
نے عرض کیا کہ حضرت علیؑ کو اللہ کا ولی کہنے میں کونسی اعتراض والی بات ہے چونکہ ہمارا
ایمان ہے کہ حضرت علیؑ اللہ کے ولی ہیں ہم بھی شہادتین کے بعد اسے ایک کلمے کی
صورت میں ادا کر دیتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کے عہد کا ایک واقعہ

شیخ احمد سرہندی جنہیں ہمارے بھائی مجدد الف ثانی بھی کہتے ہیں ان کو اطلاع
ملی کہ قصبہ سامانہ کے ایک خطیب نے اپنے خطبہ میں اہل سنت کے خلفائے راشدین کا
نام اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ یہ نام زمانہ رسالتؐ میں نہیں لیے جاتے تھے تو جناب
حضرت مجدد الف ثانی نے وہاں کے قاضی صاحبان اور اکابرین شہر کے نام خط لکھا اور
انہیں سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ

"ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اگرچہ از شرائط جمعہ نیست ولیکن
از شعائر اہل سنت است ترک نہ کنند آں را بعمد و تمرد مگر کسے کہ دلش مریض و باطن
خبیث است"

ترجمہ: خلفائے راشدین کا ذکر اگرچہ جمعہ کی شرائط میں داخل نہیں مگر یہ اہل
سنت والجماعت کا مذہبی شعار ہے خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر وہی شخص چھوڑ سکتا

ہے جس کا دل مریض اور باطن خبیث ہو"
(مکتوبات امام ربانی جلد نمبر ۱ ص ۴۲ ص ۴۳ مکتوب نمبر ۱۵ طبع امرتسر ۱۹۱۰ء
بحوالہ "شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ" ص ۴۱ مولفہ علامہ ملک آفتاب حسین
جوادی)

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا
فرمائے (آمین)

☆☆☆☆

سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا احادیث کی روشنی میں!

شیعہ جب نماز پڑھتے ہیں تو سجدہ کی جگہ پر مٹی کی سجدہ گاہ رکھتے ہیں کیونکہ خاک پر سجدہ کرنا سنت پیغمبرؐ گرامی سے ثابت ہے اور برادران اہل سنت کی کتب احادیث میں بھی بڑی وضاحت سے یہ بات آئی ہے کہ پیارے نبیؐ جب نماز پڑھتے تھے تو سجدہ گاہ پر سجدہ کیا کرتے تھے احادیث میں سجدہ گاہ کے لیے خمرہ کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ بعض علمائے اہل سنت نے سجدہ گاہ ہی کیا ہے لیکن بعض علماء لفظ خمرہ کا ترجمہ کرتے وقت ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جس سے عام آدمی کو کچھ سمجھ نہیں آتا

بخاری شریف میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ

"قَالَت وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الخُمرَةِ"

ترجمہ:۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ سجدہ گاہ پر سجدہ کیا کرتے تھے"[1]

مولانا وحید الزمان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

"تمام فقہا نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ سجدہ گاہ پر نماز درست ہے مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ ان کے لیے مٹی لائی جاتی وہ اس پر سجدہ کرتے اور ابن ابی شیبہ نے عروہ سے بیان کیا کہ وہ سوائے مٹی کے کسی چیز پر سجدہ کرنا مکروہ جانتے تھے"[2]

---

[1] بخاری شریف جلد نمبر ۱ ص ۱۱۸ ترجمہ علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری طبع لاہور

[2] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۲۷۵ طبع کراچی

پیغمبر اکرمؐ کے سجدہ گاہ پر نماز پڑھنے سے متعلق دیگر محدثین کا بیان

واضح رہے کہ امام بخاری کے علاوہ امام ابی داؤد اور ابن ماجہ میں بھی ام المومنین حضرت میمونہؓ والی حدیث موجود ہے ان دونوں محدثین نے تو اس باب کا عنوان ہی "الصَّلوٰةِ عَلَى الخُمرَہ" رکھا ہے[3]

جامع ترمذی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث موجود ہے

جامع ترمذی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث موجود ہے جو کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو الصلوٰۃ علی الخمرہ کے عنوان کے تحت لکھا ہے اور جامع ترمذی کے فاضل مترجم مولانا بدیع الزمان نے اس باب کا ترجمہ "چھوٹے بوریے پر نماز پڑھنے کے بیان میں" کیا ہے ترمذی میں سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت ملاحظہ فرمائیں

عن ابن عباسؓ قال كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيهِ وسلم يُصَلِّي عَلَى الخُمرَةِ

ترجمہ: روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے بوریے پر[4]

خمرہ کیا ہے؟

پہلے ہم نے بخاری ابی داؤد ابن ماجہ ترمذی وغیرہ سے جو احادیث نقل کی ہیں ان میں یہ لکھا ہے کہ پیارے نبیؐ جب نماز پڑھتے تھے تو خمرہ پر سجدہ کیا کرتے تھے خمرہ کیا ہے اور کتنا بڑا ہوتا ہے اس سلسلے میں

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان خان "لغات الحدیث" میں لکھتے ہیں

"خمرہ چھوٹا ٹکڑا بوریے کا یا کھجور کے پتوں کا بنا ہوا جس پر سجدے میں آدمی کا فقط سر آسکتا ہے"[5]

---

[3] سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۲۹۱ ترجمہ مولانا وحید الزمان سنن ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۵۰۹ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

[4] جامع ترمذی جلد نمبر ۱ ص ۱۵۶ ترجمہ مولانا بدیع الزمان مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱ ص ۵۲۱ ترجمہ حافظ فدا حسین طبع لاہور

علامہ ابن الاثیر کے حوالے میں لکھتے ہیں

یہی مولانا وحید الزمان اپنی اس کتاب ''لغات الحدیث'' میں خمرہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ابن الاثیر نے شرح جامع الاصول میں کہا کہ خمرہ سجدہ گاہ ہے جس پر ہمارے زمانے میں شیعہ سجدہ کرتے ہیں''[۶]

اب یہ بات تو احادیث کی روشنی میں ثابت ہوگئی کہ نماز پڑھتے وقت سجدہ گاہ رکھنا شیعوں کی اپنی ایجاد نہیں بلکہ پیارے نبیؐ کی سنت ہے اور صحابہ کرامؓ اس سنت پر کس طرح عمل کرتے تھے ملاحظہ فرمائیں

زمانہ رسالتؐ میں صحابہ کرامؓ کا سجدہ والی جگہ پر کنکریاں یا مٹی رکھنا

نسائی شریف کی روایت ملاحظہ فرمائیں

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسولؐ اللہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو میں نماز ہی میں ایک مٹھی کنکریوں کی اٹھا لیتا پھر اس کو دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں رکھ لیتا ٹھنڈا کرنے کے لیے جب سجدہ کرتا تو اپنی پیشانی کے تلے ان کو رکھ لیتا''[۷]

مسلم شریف میں حضرت معقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کی جگہ پر مٹی برابر کرنے کے بارے میں فرمایا کہ اگر ضرورت پڑے تو ایک بار کرے''[۸]

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمانہ رسالتؐ میں مٹی وغیرہ پر سجدہ کرنے کا کتنا اہتمام کیا جاتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کا تاکید سے مٹی پر سجدہ کرنا

سعودی عرب کے نامور سکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس اپنے فقہی انسائیکلو پیڈیا

[۵،۶] لغات الحدیث جلد نمبر۱ کتاب "خ" صفحہ نمبر۱۱۳ ص۱۳۳ ص۱۳۶ طبع کراچی [۷] نسائی شریف جلد نمبر۱ ص۳۶۹ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور [۸] صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر۲ ص۱۲۰

کی پہلی جلد جو کہ فقہ حضرت ابوبکرؓ کے نام سے چھپی ہے اس میں زمین پر نماز کی ادائیگی کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ

''حضرت ابوبکرؓ کی رائے یہ تھی کہ سجدہ رب کے سامنے بندے کے تذلل کی صحیح عکاسی ہے اور تذلل کا یہ اظہار اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک بندہ مومن اپنی پیشانی کو زمین پر سجدے میں رکھ کر خاک آلودہ نہ کرے اس لیے حضرت ابوبکرؓ نمدوں (ایک قسم کا اونی کپڑا) پر سجدہ کرنے سے روکتے تھے اور خود زمین پر اس طرح سجدہ کرتے یا نماز پڑھتے کہ پیشانی مٹی تک پہنچ جائے''[۹]

(عبد الرزاق جلد نمبر۱ ص ۴۰۲، کنز العمال جلد نمبر۸ ص ۱۲۷)

حضرت ابن مسعودؓ کا مٹی پر سجدہ کرنا

حضرت عبد اللہ ابنؓ مسعود کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس لکھتے ہیں کہ یہ ٹاٹ پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں سمجھتے تھے لیکن مٹی پر سجدہ کرنا افضل سمجھتے تھے بلکہ

''آپؓ کے بعض رفقاء کا خیال ہے کہ آپؓ ہمیشہ مٹی پر سجدہ کرتے تھے ابو عبیدہؓ نے کہا حضرت ابن مسعودؓ زمین (مٹی) پر ہی سجدہ کیا کرتے تھے ایک روایت میں ہے کہ آپ زمین پر ہی نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے''۔[۱۰]

(عبد الرزاق جلد نمبر۱ ص ۳۹۷ ابن ابی شیبہ جلد۱ ص ۶۱ نیل الاوطار جلد نمبر۲ ص ۱۳۲)

پیارے نبیؐ کے اس جلیل القدر صحابی کا طرز عمل آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ نہ صرف سجدہ مٹی پر کرتے تھے بلکہ نماز بھی زمین پر ہی پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور مٹی پر سجدہ کرنے کی تاکید

پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب تم نماز کے اندر ہو تو اپنی پیشانی سے مٹی

[۹] فقہ حضرت ابوبکر ص ۱۹۱ شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور — [۱۰] فقہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود ص ۳۶۳

صاف نہ کرو پھونک نہ مارو کنکریاں نہ ہٹاؤ اس لیے کہ پیشانی پر مٹی لگی ہے تو اس سے اللہ کے سامنے عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار ہوتا ہے۔''[۱۱]

(ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۱ے سنن بیہقی جلد نمبر ۲ ص ۱۲۸۶ المغنی جلد ۲ ص ۱۰)

واضح رہے کہ ہم نے بعض بزرگ صحابہ کے مٹی پر سجدہ کرنے سے متعلق سعودی پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس کے تحریر کردہ حوالہ جات بھی لکھ دیے ہیں تا کہ اگر کوئی صاحب مزید تحقیق کرنا چاہیں تو ان کے لئے آسانی ہو۔

چند دیگر آئمہ اہل سنت اور فقہا و علماء کے بیانات ملاحظہ ہوں

احادیث میں مٹی پر سجدہ کرنے کی جتنی تاکید وارد ہوئی ہے اسی کے پیش نظر امام ابن حزم نے المحلیٰ میں امام مالکؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ

''زمین کے علاوہ کسی اور چیز پر یا نباتات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے''[۱۲]

اسی طرح اہلحدیث مصنف مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ

''اگرچہ ہمارے مذہب میں کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے پر بہتر یہ ہے کہ مٹی یا بوریے پر سجدہ کرے''۔[۱۳]

اور علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ بعض ''مشہور فقیہہ نماز تو چٹائی پر پڑھتے تھے لیکن سجدہ ننگی زمین پر کرتے تھے اس لیے بعض فقہا نے ننگی زمین پر نماز ادا کرنے کو پسندیدہ عمل قرار دیا ہے''[۱۴]

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان کا اعتراف سجدہ گاہ رکھنا سنت پیغمبرؐ ہے اور میں سجدہ گاہ رکھ کر نماز پڑھتا ہوں

سجدہ گاہ پر سجدہ کرنے والی ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے مولانا وحید الزمان

[۱۱] فقہ حضرت عبداللہ ابن عباس ص ۵۵۲ طبع لاہور — [۱۲] المحلیٰ جلد نمبر ۳ ص ۱۱۵ ترجمہ مولانا غلام احمد حریری طبع لاہور
[۱۳] لغات الحدیث کتاب ''غ'' جلد نمبر ۱ ص ۱۱۳ ص ۱۳۳ ص ۱۳۶ — [۱۴] نیل الاوطار جلد نمبر ۱ ص ۲۹۱

خان لکھتے ہیں کہ ''میں کہتا ہوں اس حدیث سے سجدہ گاہ رکھنا مسنون ٹھہرا اور جن لوگوں نے اس سے منع کیا اور رافضیوں کا طریقہ قرار دیا ان کا قول صحیح نہیں ہے میں تو کبھی کبھی اتباع سنت کے لیے پنکھ جو بوریئے کا بنا ہوتا ہے بجائے سجدہ گاہ کے رکھ کر اس پر سجدہ کرتا ہوں اور جاہلوں کے طعن و تشنیع کی کچھ پروانہیں کرتا ہمیں سنت رسول اللہ سے غرض ہے کوئی رافضی کہے یا کوئی خارجی کوئی فرق نہیں پڑتا[۱۵]

دوسری جگہ یہ اہل حدیث عالم لکھتے ہیں

''جس مسجد میں کپڑے کا فرش ہوتا ہے تو میں اکثر اس پر اپنا بوریہ بچھا کر نماز پڑھتا ہوں بعض اہل سنت والجماعت حضرات خواہ مخواہ مجھ پر طعن کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ ہم ایسی نماز کیوں نہ پڑھیں جو سب کے نزدیک جائز ہو اسی میں زیادہ احتیاط ہے آنحضرتؐ سے کپڑے پر بھی نماز پڑھنا منقول ہے مگر فرائض کا کپڑے پر پڑھنا جائز نہیں گو صحابہؓ سے منقول ہے آنحضرتؐ کی عادت شریف یہ تھی کہ یا تو مٹی پر نماز پڑھتے یا بوریے پر''[۱۶]

عصر حاضر اور شیعہ طرز عمل کی وضاحت

گذشتہ صفحات میں پیش کردہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ شیعہ نماز پڑھتے وقت اگر سجدہ گاہ رکھتے ہیں تو وہ کوئی انوکھا کام نہیں کرتے بلکہ وہ بیچارے تو پیارے نبیؐ کی سنت کو آج تک اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں جس پر ہمارے اہل سنت برادران اپنی لاعلمی کی وجہ سے بعض اوقات عجیب عجیب فقرے کستے ہیں مکتب اہلبیتؑ کے پیروکاروں کا چونکہ ضمیر مطمئن ہے اس لیے وہ اپنے اہل سنت بھائیوں کے یہ طعنے بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں کیونکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ عہد رسالتؐ اور عہد صحابہ کرامؓ میں لوگ نماز کے لیے خواہ چٹائی پر کھڑے ہوتے یا

[۱۵] لغات الحدیث جلد نمبر ۱ کتاب ''غ'' ص ۳۔۱۳ مطبوعہ کراچی [۱۶] لغات الحدیث جلد نمبر ۱ کتاب ''ب'' ص ۱۱۳ طبع کراچی

کپڑے کی جانماز پر لیکن وہ لوگ سجدہ کی جگہ پر مٹی رکھ لیتے یا کنکریاں رکھتے جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا مساجد کے فرش پکے بننا شروع ہوگئے پھر کچھ صدیوں سے مساجد میں کھجور وغیرہ کی چٹائیوں پر نماز پڑھنے کا رواج ہوگیا اور اب تو عمدہ قسم کے قالین مساجد میں بچھائے جاتے ہیں اب احادیث یہ بتاتی ہیں کہ کپڑے یا قالین پر سجدہ کتب اہلبیت میں تو نہیں ہوتا اور برادران اہل سنت کے ہاں جو صورتحال ہے وہ ہم نے گذشتہ صفحات میں احادیث کی روشنی میں بیان کردی ہے اب اگر تو مسجد میں کھجور کی صفیں ہوں تو سجدہ ہوجائے گا لیکن اگر قیمتی قالین مسجد میں بچھے ہوئے ہوں اور سنت کی روشنی میں مٹی پر سجدہ کرنا ہو اور باہر سے مٹی لاکر قالینوں پر رکھی جائے تو وہ آلودہ ہوں گے اس سے بچنے کے لیے شیعہ حضرات پاکیزہ مٹی کی سجدہ گاہ پر سجدہ کرتے ہیں جس سے قالین بھی میلے نہیں ہوتے اور سنت پیغمبر گرامیؐ پر عمل بھی ہوجاتا ہے یہ بھی واضح رہے مٹی کا پاکیزہ ہونا شرط ہے اب خواہ کوئی خاکِ کربلا کی سجدہ گاہ پر سجدہ کرے یا خاک مدینہ پر یہ معاملہ عقیدت کا ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ

ے سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

تو ایسے لوگوں کو کیونکر روکا یا ٹوکا جا سکتا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

(آمین ثم آمین)

اذان

اللّٰہ اکبر	۴مرتبہ
اشهدان لااله الا اللّٰه	۲مرتبہ
اشهدان محمد الرّسول اللّٰه	۲مرتبہ
اشهدان علياً ولی اللّٰه	۲مرتبہ (مستحب کی نیت سے)
حی علی الصلوٰة	۲مرتبہ
حی علی الفلاح	۲مرتبہ
حی علی خیرالعمل	۲مرتبہ
اللّٰہ اکبر	۲مرتبہ
لااله الّا اللّٰه	۲مرتبہ

اقامت

اللّٰہ اکبر	۲مرتبہ
اشهدان لااِلهَ الّا اللّٰه	۲مرتبہ
اشهدانَّ محمد الرّسول اللّٰه	۲مرتبہ
اشهدانَّ علیًا ولی اللّٰه	۲مرتبہ (مستحب کی نیت سے)
حیّ علی الصلوٰة	۲مرتبہ
حی علی الفلاح	۲مرتبہ
حی علي خیرالعمل	۲مرتبہ
قدقامتِ الصلوٰة	۲مرتبہ
اللّٰہ اکبر	۲مرتبہ
لااله الّا اللّٰه	۱مرتبہ

Scanned with CamScanner

کیا نماز کی ابتداء "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سے کرنے پر بھی اختلاف کی گنجائش ہے؟

شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ

"حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ ہمیں بتائیں کہ آیا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "سورہ فاتحہ کا جزو ہے تو آپؑ نے فرمایا ہاں کیونکہ حضرت رسول خدا ﷺ اسے پڑھتے تھے اور اسے سورہ فاتحہ کی ایک آیت شمار کرتے تھے"[۱]

ہم کہتے ہیں کہ بعد از وفات پیغمبرؐ گرامی اگر امت پیارے نبیؐ کے بتلائے ہوئے مرکز یعنی قرآن و عترت کے دامن سے وابستہ رہتی اور مسلمانوں کا دین حاصل کرنے کا مرکز ایک رہتا تو یقیناً نماز جیسے روزمرہ کے مسائل میں امت مسلمہ کی یہ حالت ہرگز نہ ہوتی کیا یہ حیرانگی کی بات نہیں کہ

دنیا جہان کے ہر جائز و حلال کام کی ابتداء بسم اللہ سے لیکن نماز جیسے بنیادی مسئلہ کی ابتداء بسم اللہ سے کرنے میں اہل سنت بھائی اختلاف کا شکار کیوں؟

اس سلسلے میں برادران اہل سنت کے آئمہ اربعہ جن کے پیروکار تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کا مسلک کیا ہے اسے امام شوکانی نے اپنی کتاب "الدرالبھیہ" میں لکھا ہے واضح رہے کہ یہ کتاب علامہ ناصرالدین کی تحقیق و تخریج کے بعد ؛ نہ

---

۱ عیون الاخبار و وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۱۳۰ طبع اسلام آباد

الحدیث کے نام سے چھپی ہے اس میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ فاتحہ کی طرح پڑھنی واجب ہے امام مالکؒ کے نزدیک سری اور جہری دونوں طرح مکروہ ہے امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا مستحب ہے[۲]

یعنی ان دونوں آئمہ کے نزدیک مستحب ہونے کا مفہوم یہی ہے کہ اگر پڑھ لیں تب بھی درست ہے اور اگر نہ پڑھیں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا

سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے سے متعلق امام ابوحنیفہ کا مسلک

علامہ عبدالرحمٰن الجزائیری لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک

"سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا مکروہ تو نہیں ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ نہ کہی جائے نماز خواہ سری ہو یا جہری سب کا حکم یہی ہے"[۳] پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں۔

"یاد رہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے نہ بقول صحیح کسی بھی سورہ کا جزو ہے البتہ قرآن کا جزو ہے"[۴]

"واضح رہے کہ حنابلہ کے نزدیک بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ فاتحہ کی آیت نہیں"[۵]

امام شافعی کا بیان علامہ عبدالرحمٰن الجزائیری کی زبانی

علامہ عبدالرحمٰن الجزائری لکھتے ہیں کہ

"شافعیہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن شریف کی ایک آیت ہے لہذا

---

۲ فقہ الحدیث ص ۳۰۹ ترتیب و تالیف حافظ عمران ایوب شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۳،۴ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۳۰۸ طبع لاہور ۵ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۳۰۷ طبع لاہور

اس کا پڑھنا فرض ہے اور سری اور جہری نماز میں اس کا حکم وہی ہے جو سورہ فاتحہ کا ہے لہٰذا نماز پڑھنے والے کو چاہیے کہ جہری نماز میں اونچی آواز سے بسم اللہ الخ کہے جیسا کہ سورہ فاتحہ اونچی آواز سے پڑھی جاتی ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو نماز جاتی رہے گی'' [6]

صحیح ابن خزیمہ کی حدیث ملاحظہ ہو

امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے اس کے ذیل میں وہ لکھتے ہیں کہ ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور اسے ایک آیت شمار فرمایا'' [7]

سنن ابی داؤد کی حدیث حضرت ابن عباسؓ کی زبانی

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ ایک سورت کا جدا شروع ہونا نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آپؐ پر اترتی'' [8]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی مزید احادیث امام ابی عبداللہ حاکم نیشاپوری کی زبانی

اس سلسلے میں امام ابی عبداللہ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ''المستدرک'' میں بڑی واضح احادیث درج کی ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں

۱۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جرائیلؑ جب آپؐ کے پاس آکر (وحی سنانے سے پہلے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تو حضور ﷺ جان جاتے

[6] اللہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۴۰۸ طبع لاہور [7] صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۲۶۳ طبع کراچی

[8] سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۳۲۷ طبع لاہور

کہ یہ نئی سورت ہے۔ [9]

۲۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کسی سورت کا اختتام اس وقت تک نہ سمجھتے جب تک بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہ ہوتی۔ [10]

۳۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان کسی سورت کا اختتام نہ جانتے یہاں تک کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوجاتی تو وہ جان لیتے کہ (گذشتہ) سورت مکمل ہوچکی ہے [11]

واضح رہے کہ ان تینوں احادیث کے ساتھ امام ابی عبداللہ حاکم نے لکھا ہے کہ یہ احادیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے معیار کے مطابق درست ہیں لیکن ان دونوں نے ان احادیث کو اپنی کتب میں نقل نہیں کیا۔

جب قرآن مقدس کی ہر سورت کے شروع میں عملاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم موجود ہے اور احادیث سے بھی یہی بات ثابت ہے پھر برادران اہل سنت شکوک وشبہات کا شکار کیوں؟

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ قرآن مقدس کو کھولیں اور دیکھیں کہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم موجود ہے سوائے سورۃ توبہ کے اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم موجود نہیں ہمارا مدعا فقط یہی ہے کہ اگر ہر سورت کی ابتداء بسم اللہ سے ہو رہی ہے تو یہ بھی حکم الٰہی سے ہے اور اگر سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ شریف موجود نہیں ہے تو یہ بھی حکم الٰہی سے ہی ہے پیارے نبیؐ نے نہ ہی اپنی مرضی سے تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھوائی اور نہ ہی اپنی مرضی سے سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ لکھنے سے منع فرمایا بلکہ یہ جو کچھ بھی ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ وحی کے مطابق ہوا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

[9] ۱۰، ۱۱ ملاحظہ ہو مستدرک امام حاکم جلد نمبر ۱ ص ۹۲، ۳ ترجمہ حافظ ابی الفضل ترجمہ حافظ محمد شفیق الرحمٰن مطبوعہ لاہور

برادران اہل سنت میں یہ شکوک وشبہات کیسے پیدا ہوئے کہ بسم اللہ ہر سورہ کا جزو ہے یا نہیں اور یہ کہ نماز پڑھتے وقت پہلی یا دوسری سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی ہے یا نہیں اس سلسلے میں

مستدرک امام حاکم سے حضرت انسؓ صحابی کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں

اَنَّ انس بن مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى مُعَاوِيَةُ بِالْمَدِينَةِ صَلَاةً فَجَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَرَءَ فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ لِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَلَمْ يَقْرَأْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ لِلسُّورَةِ الَّتِي بَعْدَهَا حَتّٰى قَضٰى تِلْكَ الْقِرَاءَةَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ مَنْ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يَامُعَاوِيَةُ اَسَرَقْتَ الصَّلَاةَ اَمْ نَسِيتَ فَلَمَّا صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ قَرَأَ بسم اللّٰه الرحمن الرحيم لِلسُّورَةِ الَّتِي بَعْدَ اُمِّ الْقُرْاٰنِ وَكَبَّرَ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا

ترجمہ: (صحابی رسولؐ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قراءت کی اس میں سورہ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور اس کے بعد والی سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھی یہاں تک کہ قراءت پوری ہوگئی جب انھوں نے سلام پھیرا تو مہاجرین وانصار میں سے جس جس نے یہ سنا وہ اپنی جگہ سے پکار کر کہنے لگے اے معاویہ نماز بدل گئی ہے یا تم بھول گئے ہو؟ اس کے بعد جب بھی انھوں نے نماز پڑھائی سورۃ فاتحہ کے بعد والی سورۃ کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور جب بھی سجدے میں جاتے تکبیر کہتے۔'' ۱۲

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام حاکم لکھتے ہیں کہ

۱۲ ملاحظہ ہو مستدرک علی الصحیحین جلد نمبر ا ص ۷ - ۳۶ ترجمہ علامہ شفیق الرحمٰن طبع لاہور

هٰذا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شرطِ الشيخين

یعنی یہ حدیث شیخین (یعنی امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ) کے معیار کے مطابق صحیح ہے۔ ۱۳

واضح رہے کہ یہی روایت مسند امام شافعی میں بھی موجود ہے اس میں قراءت مکمل کرنے کے بعد جھکتے ہوئے تکبیر نہ کہنے کا بھی ذکر ہے۔ ۱۴

مستدرک حاکم اور مسند امام شافعی کی روایات کا اصل مفہوم

مستدرک حاکم اور مسند امام شافعی نامی دونوں کتب کی روایات سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ امیر معاویہ نے اہل مدینہ کو نماز پڑھاتے وقت سورہ الحمد سے پہلے تو بسم اللہ...... بلند آواز سے پڑھی لیکن دوسری سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھی اس کے علاوہ انھوں نے رکوع وسجود کے لیے جھکتے وقت تکبیر نہیں کہی یعنی رفع الیدین نہیں کیا جب مدینہ کے مہاجرین وانصار نے یک زبان ہو کر اس بات پر شور مچایا تو اس کے بعد انھوں نے مدینہ میں جتنے دن نماز پڑھائی تو سورہ الحمد کے بعد والی سورت سے پہلے بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی اور رکوع وسجود کرتے وقت رفع الیدین بھی کیا۔

جو لوگ نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ پڑھتے ہیں ان کی تسلی اس روایت سے ہو جانی چاہیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو ہر سورت کا حصہ نہ سمجھنے والوں کا شک یہیں سے دور ہو جانا چاہیے کیونکہ اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ پڑھنے کا طریقہ رائج ہوتا پھر تو کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی مدینہ کے مہاجرین وانصار کا بسم اللہ آہستہ پڑھنے پر اعتراض صاف بتا رہا ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھنا ہی سنت تھی جس کے لیے سب نے آواز بلند کی۔

۱۳ ملاحظہ ہو مستدرک علی الصحیحین جلد نمبر ا ص ۷ - ۳۶ ترجمہ علامہ شفیق الرحمٰن طبع لاہور

۱۴ مسند امام شافعی جلد نمبر ا ص ۱۵۷، ص ۱۵۸ ترجمہ علامہ ابو العلا محمد محی الدین شافعی جہانگیر طبع لاہور

کیا افعال نماز میں مدینۃ النبیؐ کے مہاجرین وانصار کی گواہی کافی نہیں تھی

ہم بڑے ادب اور معذرت سے اپنے محترم قارئین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ کیا نماز میں رفع الیدین اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے ہر سورت کا جزو ہونے کے لیے مہاجرین وانصار کی گواہی کافی نہیں تھی لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑھتا ہے کہ اطاعت امیر میں حد سے تجاوز کرنے والے بعض مہربانوں کی تسلی مہاجرین وانصار کی گواہی کے بعد بھی نہ ہوئی چنانچہ انھوں نے حضرت انسؓ بن مالک جیسے بزرگ صحابہ سے ایسی روایات منسوب کیں جن سے الٹا یہ تاثر قائم ہو سکے کہ پیغمبر گرامیؐ اور برادران اہل سنت کے محترم خلفائے راشدین (نماز میں دوسری سورت تو رہی ایک طرف یہ بزرگوار) نماز میں مطلقاً بسم اللہ شریف نہیں پڑھا کرتے تھے لیکن ایسے لوگوں کو خود بزرگ علمائے اہل سنت نے بڑا مسکت جواب دیا ہے مثلاً

امام شوکانی لکھتے ہیں

"جن احادیث سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نماز میں مطلقاً بسم اللہ شریف نہیں پڑھا کرتے تھے تو ان کا کوئی نہ کوئی راوی ضعیف ہے"[15]

مصر کے محقق ومحدث احمد محمد شاکر امام ابن حزم کی کتاب "المحلی" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں

"جو لوگ نماز میں فاتحہ کو بسم اللہ کے بغیر پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جن احادیث سے انھوں نے استدلال کیا ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا اُن سے صراحۃً یہ بات ثابت نہیں ہوتی تمام قراء بلا اختلاف اس بات پر متفق ہیں کہ سورہ الفاتحہ کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے عملاً بھی تمام مصاحف میں اسی طرح کیا گیا ہے یہ ایسی دلیل ہے جس سے جملہ اختلافات کا خاتمہ ہو جاتا ہے"[16]

۱۵ احکام الاحادیث ترجمہ نیل الاوطار جلد نمبر ۱ ص ۳۲۳ شائع کردہ دوست ایسوسی ایشن لاہور
۱۶ المحلی جلد نمبر ۳ ص ۲۳۶ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری طبع لاہور

علامہ ناصر الدین البانی "فقہ الحدیث" میں لکھتے ہیں

"جن احادیث میں "بسم اللہ" کا ذکر نہیں ہے انہیں راوی کے عدم علم یا قراءت کے مخفی ہونے پر محمول کیا جائے گا"[17]

ایک عجیب وغریب بات

ہم اپنے محترم قارئین کی دلچسپی کے لیے عرض کرتے چلیں کہ نماز میں سورتوں کے شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنے یا نہ پڑھنے والی اکثر روایات حضرت انسؓ سے منسوب کی گئیں پہلی قسم کی روایات میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا
(مسند احمد ۳/۲۷۳ مسلم کتاب الصلوٰۃ، دار قطنی ۱/۳۱۵)[18]

دوسری قسم کی روایات میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اور دیگر صحابہ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتے تھے (یعنی آہستہ پڑھتے تھے) (مسند احمد ۳/۱۷۹ نسائی ۲/۱۳۵ دار قطنی ۱/۳۱۵)[19]

تیسری قسم کی روایات میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے نماز پڑھی پھر "وجهر بسم الله الرحمن الرحيم وقال اقتدى بصلاة رسول الله" اور بسم اللہ الرحمن کو اونچی آواز سے پڑھا اور کہا میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہا ہوں"
(دار قطنی ۱/۳۰۸ کتاب الصلوٰۃ باب وجوب قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوٰۃ والجہر بہا۔ حاکم جلد نمبر ۱ ص ۲۳۲)[20]

واضح رہے کہ مندرجہ بالا بحث علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق وافادات پر

۱۷ فقہ الحدیث ص ۳۱۱ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۸، ۱۹، ۲۰ تفصیل کے لیے دیکھئے فقہ الحدیث ص ۳۱۰ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

Scanned with CamScanner

مشتمل کتاب فقہ الحدیث سے نقل کی گئی ہے۔

نماز میں بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھنے والی حضرت انسؓ کی دیگر روایات

اہل حدیث مصنف علامہ ناصر الدین البانی نے اوپر آخری حوالہ امام ابی عبداللہ حاکم نیشاپوری کی کتاب مستدرک کا دیا ہے جس میں حضرت انسؓ بن مالک کا نماز میں اونچی آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا بیان ہے ہمارے سامنے امام حاکم کی مستدرک جلد اول ہے اس میں دیگر بہت ساری مستند روایات موجود ہیں جن میں حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ

سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہَ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہ وَسَلَّم یَجھَرُ بِ بسم اللّٰہِ الرحمن الرحیم

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے سنا''۲۱

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام حاکم لکھتے ہیں کہ

رُوَاۃُ ھٰذَا الحَدِیث عَن اٰخِرِھِم ثِقَاتٌ

ترجمہ: ''اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں''۲۲

دوسری روایت میں حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے پیچھے نمازیں ادا کیں یہ سب بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے''۲۳

امام حاکم مزید لکھتے ہیں کہ

''اس باب میں امیر المومنین عثمان، علی، طلحہ بن عبید اللہ، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ

۲۱ مستدرک حاکم جلد نمبر ۱ص ۳۶۸ ترجمہ حافظ محمد شفیق الرحمن شائع کردہ شبیر برادرز اردو بازار لاہور
۲۲،۲۳ مستدرک علی الصحیحین جلد نمبر ۱ص ۳۶۸ طبع لاہور

بن عمر، حکم بن عمیر ثمالی، نعمان بن بشیر، عمرہ بن جندب بریدہ اسلمی رضی اللہ عنھم اور ام المومنین حضرت عائشہ بنت صدیقؓ کی روایات ابھی باقی ہیں میرے نزدیک یہ تمام روایات اس باب میں نقل ہونی چاہئیں میں نے ان کو تخفیف کے لیے چھوڑ دیا ہے اور ان میں سے صرف ان احادیث پر اکتفا کیا ہے جو اس باب میں زیادہ مناسبت رکھتی ہیں اور اسی طرح اس باب میں میں نے ان صحابہ تابعین اور تبع تابعین کا بھی ذکر کیا ہے جو بلند آواز سے بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم پڑھا کرتے تھے''۲۴

مکتب اہل بیتؑ کا اعزاز اور ہماری گزارش

ہم کہتے ہیں کہ مکتب اہل بیتؑ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے ہاں بسم اللہ شریف کو ہر نماز میں باقاعدگی سے بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے اس سلسلے میں آئمہ اہل بیتؑ سے بے شمار روایات کتب احادیث میں آئی ہیں اور ہمارے نزدیک یہی سنت پیغمبر گرامیؐ ہے جیسا کہ امام علی رضاؑ نے اپنے مکتوب میں مامون عباسی کو لکھا تھا کہ

''تمام نمازوں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا بالجبر پڑھنا سنت ہے''۲۵

اور دیگر آئمہ اہل بیتؑ کا یہی معمول تھا۲۶

آخری گزارش اور دعوت فکر

اس بحث کے آخر میں ہم اپنے محترم بھائیوں کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کرتے ہیں کہ جو لوگ صبح شام شیعوں پر تحریف قرآن کا الزام لگاتے نہیں تھکتے وہ اپنے طرز عمل پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ وہ نماز جیسے اہم فریضہ میں عملاً خود کیا کر رہے ہیں قرآن کی سورتوں سے پہلے بسم اللہ شریف کو قرآن کا حصہ نہ سمجھ کر وہ کس عقیدہ کا اظہار کر رہے ہیں امام ابن حزم کی کتاب ''المحلی'' کے حاشیہ پر ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لیے بڑی اہم بات لکھی گئی ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ''یہ کسی

۲۴ مستدرک علی الصحیحین جلد نمبر ۱ص ۳۶۹ ۲۵ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۲ص ۱۹۹ مطبوعہ اسلام آباد
۲۶ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۴ص ۱۳۸، ص ۱۳۹ شائع کردہ مکتبۃ السبطین سرگودھا

طرح ممکن نہ تھا کہ صحابہ کرام ایک سو تیرہ جگہ قرآن میں بسم اللہ...... کا اضافہ کر دیتے حالانکہ وہ ان مقامات پر نازل نہیں ہوئی تھی جہاں اسے تحریر کیا گیا ہے اس میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ہم بلا شبہ ملاحدہ کے لیے ایک نیا باب کھول دیں گے''۔ ۲۷

ہم اس بحث کو ختم کرتے ہوئے اپنے محترم برادران اہل سنت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ کتب اہل سنت سے نقل کی گئیں مندرجہ بالا مستند احادیث کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں کہ نماز کی ہر سورت سے پہلے بلند آواز سے بسم اللہ شریف کا پڑھنا پیارے نبی کی سنت ہے آئمہ اہلبیتؑ ہوں یا برادران اہل سنت کے خلفائے راشدین یا دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام سب کا عمل یہی تھا بنو امیہ نے جہاں نماز پیغمبرؐ میں دیگر تبدیلیاں کیں وہاں اطاعت امیر کی آڑ میں لوگوں کو نماز میں بسم اللہ شریف سے روک کر اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کی جس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے لیکن اُن احادیث کا چھپانا اُن کے بس میں نہیں تھا جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صحابہ کرامؓ کا بلند آواز سے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھنا ثابت ہے کتب اہل بیتؑ کے مطابق امام جعفر صادقؑ سے ایسے لوگوں کی مذمت میں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ:

''ہارون (مکفوف) بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں (بنی امیہ) نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو چھپا دیا ہاں بخدا اسے چھپا دیا'' ۲۸

ہم کہتے ہیں کہ اب ایک طرف حکومت شام کا طریقہ ہے دوسری طرف پیغمبر اسلام کا طریقہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سنت پیغمبر اسلامؐ پر باقی رکھے (آمین)

---

۲۷ المحلی جلد نمبر۳ ص ۲۳۶ شائع کردہ دارالدعوۃ سلفیہ لاہور   ۲۸ وسائل الشیعہ جلد نمبر۴ ص ۱۳۸

نماز کے واجبات

واجبات نماز گیارہ ہیں

۱۔ نیت ۲۔ قیام ۳۔ تکبیرۃ الاحرام ۔۴۔ رکوع ۔۵۔ دونوں سجدے ۔۶۔ قراءت ۔ ۷۔ ذکر ۔۸۔ تشہد ۔۹۔ سلام ۔۱۰۔ ترتیب ۔۱۱۔ موالات:۔ یعنی اجزائے نماز کا پے در پے بجالانا

مبطلات نماز

جن چیزوں سے انسان کی نماز باطل ہوجاتی ہے فقہاء عظام احادیث کی روشنی میں بتاتے ہیں کہ وہ درج ذیل ہیں ۔۱۔ حدث کا صادر ہونا ۲۔ کھانا پینا ۳۔ عمداً بات کرنا ۴۔ خوف خدا کے سوا دنیاوی امور کے لیے رونا ۵۔ بلا تقیہ ہاتھ باندھنا ۶۔ سورہ حمد کے بعد آمین کہنا ۷۔ کسی واجب کو عمداً کم کرنا اور اگر وہ واجب رکن ہو تو سہواً کمی یا زیادتی بھی مبطل نماز ہے ۸۔ سمت قبلہ سے منحرف ہونا ۹۔ فعل کثیر عمل میں لانا ۱۰۔ زیادہ دیر چپ رہنا ۱۱۔ مکان یا لباس کا ناجائز ہونا ۱۲۔ نجس چیز پر سجدہ کرنا ۱۳۔ وضو یا غسل یا تیمم کے بغیر نماز پڑھنا ۱۴۔ نماز میں ایسے شک کا پیدا ہونا جسکی وجہ سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ ۱۵۔ قہقہہ لگانا ان صورتوں میں نماز اسی وقت چھوڑ دے اور دوبارہ پڑھے۔

پنجگانہ نمازیں

وہ کل سترہ رکعتیں ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۔ صبح کی نماز دو رکعت ۲۔ ظہر

Scanned with CamScanner

کی چار رکعت ۳۔عصر کی چار رکعت ۴۔مغرب کی تین رکعت ۵۔عشاء کی چار رکعت ہر چار رکعتی نماز سفر میں دو رکعتی ہو جاتی ہے۔

نوافل یومیہ

وہ کل چونتیس رکعتیں ہیں یعنی روزانہ نماز کے نوافل کی رکعتیں شمار میں پنجگانہ نمازوں کے فرائض کی رکعتوں سے دگنی ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ صبح کے لیے دو رکعت نماز صبح سے پہلے ۲۔ظہر کے لیے آٹھ رکعت نماز ظہر سے پہلے۔۳۔عصر کے لیے آٹھ رکعت نماز عصر سے پہلے۔ ۴۔ مغرب کے لیے چار رکعت نماز مغرب کے بعد۔۵۔عشاء کے لیے دو رکعت جو بیٹھ کر پڑھی جائیں اور شمار میں ایک رکعت ہے جسے وتیرہ کہا جاتا ہے ۶۔گیارہ رکعت نماز شب (تہجد)

ظہر اور عصر کے نوافل غیر مؤکدہ ہیں لیکن ان کے پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

نماز عشاء کی سنتیں اور احادیث پیغمبر گرامیؐ

ہمارے حنفی بھائی عشاء کی نماز سترہ رکعت پڑھتے ہیں جن میں سے چار فرض ہیں اور تیرہ رکعت سنت ہیں لیکن ان کی کتب احادیث میں ہمیں یہ تعداد نظر نہیں آئی جامع ترمذی میں عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے آنحضرتؐ کی نماز کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ''آنحضرت پڑھتے تھے قبل ظہر کے دو رکعت اور بعد اس کے دو رکعت اور بعد مغرب کے دو اور بعد عشاء کے دو اور قبل فجر کے دو'' (جامع ترمذی جلد نمبر ۱ ص ۱۹۰ ترجمہ مولانا بدیع الزمان) جب سنت سے یہی کچھ ثابت ہے تو پھر لوگوں کو اتنی لمبی نماز بتانا عجیب بات ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

نیت:

''ابوعثمان عبدی حضرت امام جعفر صادقؑ سے اور وہ اپنے آباؤاجداد طاہرین

کے سلسلہ سند سے حضرت امیر علیہ السلام سے اور وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی قول نہیں مگر عمل کے ساتھ اور کوئی قول و عمل نہیں مگر نیت کے ساتھ اور کوئی قول کوئی عمل اور کوئی نیت نہیں مگر اس وقت جب وہ سنت کے مطابق ہو'' (وسائل الشیعہ جلد نمبر ۱ ص ۶۳ کافی تہذیب الاحکام) اور شیخ طوسی التہذیب میں نقل کرتے ہیں کہ

''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ انما الاعمال بالنیات...... اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا'' (تہذیب الاحکام جلد نمبر ۱ و وسائل الشیعہ جلد نمبر ۱ ص ۶۳)

کیا نیت کے الفاظ زبان پر لانا ضروری ہیں؟

بعض لوگ اس وہم میں مبتلا رہتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا ضروری ہیں لیکن آئمہ اہل بیتؑ کے ذریعے جو احادیث روایت کی گئی ہیں اُن کے مطابق نیت کا تعلق دل سے ہوتا ہے، جس طرح باقی بہت سارے نیک اعمال کرنے سے پہلے زبان پر نیت کے الفاظ نہیں لائے جاتے بلکہ اس کام کی نیت دل میں ہوتی ہے اسی طرح جو نماز بھی پڑھ رہے ہوں دل میں اسکی نیت کا ہونا ضروری ہے اور یہ صرف مکتب اہل بیتؑ کا ہی مسئلہ نہیں بلکہ نبوی نماز ص ۱۴۰ اور صحیح نماز نبوی ص ۱۳۵ کے اہلحدیث مولفین نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

تکبیرۃ الاحرام

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''ہر چیز کا ایک چہرہ ہوتا ہے اور تمہارے دین کا چہرہ نماز ہے اور ہر چیز کا ایک ناک ہوتا ہے اور نماز کی ناک تکبیر ہے''

(وسائل الشیعہ جلد نمبر ۴ ص ۱۱۵)

ابن القداح امام جعفر صادقؑ سے پیارے نبیؐ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ

"حضرت رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے نماز کی ابتداء وضو ہے اسکی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل سلام ہے"

(فروع کافی جلد نمبر۳ من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر۱ وسائل الشیعہ جلد نمبر۴ ص ۱۱۵)

تکبیرۃ الاحرام میں ہاتھ کتنے بلند کیے جائیں اس سلسلے میں

"زرارہ امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا جب نماز کے لیے کھڑے ہو اور تکبیر کہو تو ہاتھوں کو بلند کرو مگر اپنی ہتھیلیوں کو اپنے کانوں سے اوپر نہ لے جاؤ یعنی اپنے رخساروں تک بلند کرو"۔ (وسائل الشیعہ جلد نمبر۴ ص ۱۲۴)

اسی طرح حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ

"ایک بار حضرت رسول خدا ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا اور (تکبیر کہتے وقت) اس نے اپنے ہاتھ سر سے اوپر تک بلند کیے تھے تو آنحضرتؐ نے فرمایا میں کچھ لوگوں کو دیکھتا ہوں جو اپنے ہاتھوں کو اپنے سروں سے بھی اوپر لے جاتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ سرکش گھوڑوں کے کان کھڑے ہیں"

(وسائل الشیعہ جلد۴ ص ۱۲۴)

نماز پڑھنے کا طریقہ: قیام:

آدمی قبلہ کی طرف منہ کر کے اقامت کہنے کے بعد جس وقت کی نماز پڑھ رہا ہے اس کی نیت کرے گا (نیت کرنے کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) پھر تکبیرۃ الاحرام کہنے کے لیے آدمی دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے گا اور پھر ہاتھوں کو رانوں کے اوپر رکھے گا پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ رو کرے گا دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کم از کم تین انگل اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت ہوگا اور اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ پر رکھتے ہوئے اس طرح نماز شروع کرے گا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اس کے بعد کوئی دوسرا اور سورہ پڑھے لیکن ایسے سورے جن میں سجدہ ہے یا زیادہ طولانی سورے جن کے پڑھنے سے وقت نماز تنگ ہو جائے نہ پڑھے اگر الحمد کے بعد سورہ القدر پڑھے تو بہتر ہے کیونکہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ انسان کو اختیار ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد جو چاہے سورہ پڑھے لیکن دن اور رات کی نمازوں میں افضل اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ انا انزلنا اور دوسری میں الحمد کے بعد سورہ توحید پڑھے۔ (من لا یحضر الفقیہ ۱/۱۷۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

رکوع

اس کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر رکوع میں جائے اور تین مرتبہ کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ واضح رہے کہ مذکورہ ذکر اگر رکوع میں ایک دفعہ بھی کہہ لیا جائے تو واجب ادا ہو جاتا ہے۔

[1] نماز کی ابتداء میں قرات سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہے اس کے کبھی پڑھنے اور کبھی نہ پڑھنے کی روایات موجود ہیں جناب شہید اول نے بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت رسول خدا کے متعلق لکھا ہے کہ آپؐ قرات سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھا کرتے تھے (وسائل الشیعہ جلد نمبر۴ ص ۱۸۱)

Scanned with CamScanner

پھر رکوع سے سیدھا کھڑا ہو کر کہے

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

سجدہ

اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے اور تین مرتبہ کہے

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِهٖ

واضح رہے کہ یہ ذکر بھی ایک مرتبہ کہنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے[۲] اس کے بعد سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور اللہ اکبر کہے اور بیٹھے ہوئے ہی پڑھے

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

ترجمہ: میں اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں اور اس کے ہاں توبہ کرتا ہوں پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے دوسرے سجدے سے فارغ ہونے کے بعد پہلی طرح درست ہو کر اس طرح بیٹھے کہ بائیں پاؤں کی پشت پر دائیں پاؤں کی اوپر والی جگہ آ جائے اور بیٹھ کر اللہ اکبر کہے (یہاں پر پہلی رکعت ختم ہو جاتی ہے) اب بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ (میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت سے اٹھتا بیٹھتا ہوں) کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت پڑھے اس میں بھی پہلی رکعت کی طرح الحمد پڑھے اور اس کے بعد سورہ توحید پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

اس کے بعد ایک مرتبہ یا تین مرتبہ کہے كَذٰلِكَ اللّٰهُ رَبِّیْ (میرا پروردگار ایسا ہی ہے)

---

۲ اہلحدیث مصنف علامہ ناصر الدین البانی "فقہ الحدیث" میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی جس روایت میں "سبحان ربی العظیم" اور "سبحان ربی الاعلیٰ" رکوع وسجدہ میں تین تین مرتبہ کہنے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے اور امام شوکانی کہتے ہیں چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے عدد کی قید کے بغیر جتنی مرتبہ انسان زیادہ سے زیادہ تسبیحات پڑھ سکتا ہے پڑھے (فقہ الحدیث ص ۳۱۶)

قنوت

پھر اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو دعائے قنوت کے لیے اس طرح اٹھائے کہ دونوں ہتھیلیوں کو منہ کے برابر اونچا کیا جائے ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں انگلیاں باہم ملی ہوئی ہوں اور نظر ہتھیلیوں کی طرف ہو آئمہ اہلبیتؑ سے جو احادیث آئی ہیں ان کے مطابق قنوت میں ہر جائز دعا مانگی جا سکتی ہے البتہ اس دعا کا پڑھنا بہتر ہے

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ: اے اللہ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں عافیت دے اور دنیا اور آخرت میں ہمیں معاف فرما بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے"

پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے حسب سابق رکوع کرے پھر دونوں سجدے بجالائے اور اس کے بعد تشہد کے لیے بیٹھ جائے تشہد میں مستحب یہ ہے کہ بائیں پاؤں کے اوپر دایاں پاؤں رکھا جائے[۳] اور تشہد اس طریقہ سے پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

اگر نماز دو رکعتی ہے تو پھر سلام پڑھ کر نماز ختم کرنا ہے سلام اس طرح پڑھے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ

---

۳ صحیح ابن خزیمہ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ دو رکعتوں (کے تشہد) میں التحیات پڑھتے اور اپنے بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں کے نیچے رکھتے" (جلد نمبر ا ص ۶۲۹) اور علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ اور امام ابو طاہر مجد الدین بن یعقوب فیروز آبادی صاحب قاموس آنحضرتؐ کے شب و روز پر مشتمل کتاب سفر سعادت ص ۳۶ پر لکھتے ہیں کہ آخری تشہد میں آپؐ بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں کے نیچے کر لیتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اس کے بعد تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر بار ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (یہاں پر دو رکعتی نماز ختم ہو گئی)

اگر نماز تین رکعتی ہو تو تشہد کے بعد بِحَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور صرف سورہ الحمد پڑھے پھر تکبیر کہے اس کے بعد سابقہ طریقہ کے مطابق رکوع اور دونوں سجدے بجالائے اگر نماز تین رکعتی ہے تو تشہد اور سلام پڑھ کر تین مرتبہ تکبیر کہہ کر نماز ختم کرے اگر نماز چار رکعتی ہو تو تیسری رکعت کے دونوں سجدوں کے بعد بِحَوْلِ اللّٰہِ .... پڑھتا ہوا کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت کی طرح چوتھی رکعت پڑھے اور رکوع و سجود کے بعد سلام پڑھ کر تین مرتبہ تکبیر کہے اور نماز ختم کردے۔ نماز کے اختتام پر تکبیر کہنے والی روایت کی تائید بخاری شریف سے بھی ہوتی ہے زمانہ رسالتؐ میں نماز کا اختتام تکبیر کی آواز پر بھی ہوتا تھا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ملاحظہ ہو

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلاۃ النبیؐ بالتکبیر

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ختم ہونا اس وقت پہنچانتا جب تکبیر کی آواز سنتا''[۴]

سلام اور اختتام نماز

سلام کے متعلق شیعہ سنی کتب احادیث میں مختلف قسم کی روایات موجود ہیں مکتب اہل بیتؑ کا جس چیز پر عمل ہے اسے ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے کہ دائیں بائیں سلام پھیرنا ضروری بھی نہیں اور مکتب اہلبیتؑ کا اس پر عمل بھی نہیں اور اسی قسم کی روایات برادران اہل سنت کے ہاں بھی موجود ہیں مثلاً سنن ابی داؤد میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو تشہد پڑھنا سکھایا اور پھر فرمایا

---

[۴] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ا ص ۵۵۵ طبع کراچی

''جب تو یہ پڑھ چکا تو تیری نماز پوری ہو گئی اب چاہے اٹھ کھڑا ہو اور چاہے تو بیٹھا رہ'' (سنن ابی داؤد جلد نمبر ا ص ۴۰۳ ترجمہ مولانا وحید الزمان)

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ سلام فرض نہیں'' (سنن ابی داؤد جلد نمبر ا ص ۴۰۳) اور علامہ عبدالرحمٰن الجزیری سنن ابی داؤد سے مذکورہ الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

''جب یہ (تشہد) کہہ لیا تو نماز پوری ہو گئی اب کھڑے ہو جانا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ مقصد یہ ہے کہ حضورؐ نے نماز سے باہر آنے کے لیے لفظ ''السلام'' کہنے کا حکم نہیں دیا''[۵]

احکام و آداب نماز امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی زبانی

''زرارہ امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تم پر نماز میں پوری توجہ لازم ہے کیونکہ نماز میں سے تمھارے لیے وہی حصہ ہے جو تم توجہ سے ادا کرو گے اور نماز میں ہاتھوں سے، سر سے اور داڑھی سے بازی نہ کرو اور دل میں خیالات کو جگہ نہ دو نہ جمائی لو اور نہ انگڑائی اور نماز میں ہاتھ نہ باندھو کیونکہ یہ اہل عجم کا طریقہ ہے[۶] اور منہ پر کپڑا نہ لپیٹو اور نہ سکڑ کر بیٹھو اور نہ اس طرح سجدہ کرو بلکہ اونٹ کی طرح پھیل کر بیٹھو اور قدموں کے اوپر (بطور اقعاء) نہ بیٹھو اور (سجدہ میں) کہنیوں کو زمین پر نہ پھیلاؤ اور انگلیوں کے گنکارے نہ نکالو کیونکہ ان تمام باتوں سے

---

[۵] الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ا ص ۳۷۵ ص ۳۷۶ طبع لاہور [۶] سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں ''کسی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا انتہائی ادب احترام اور غلامانہ نیاز مندی کا اظہار ہے اسی لیے قدیم ترین زمانہ سے بادشاہوں نے اپنے درباری آداب میں اسے شامل کیا ہے لیکن اسلام اسے صرف دربار الٰہی میں حاضری کے لیے خاص کرتا ہے۔ (اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ص ۳۲) کاش سید مودودی اس کے لیے کوئی مستند حوالہ بھی دیتے کہ اسلام نے یہ حکم کہاں دیا ہے (انتہیٰ)

نماز (کی فضیلت) میں کمی واقع ہوتی ہے (کیونکہ یہ چیزیں مکروہ ہیں) اور سستی اور کسل انگیزی اور اونگھتے ہوئے بوجھل بن کر نماز کیلئے کھڑے نہ ہو کہ یہ منافقت کی علامت ہے کیونکہ خدا نے اہل ایمان کو نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی ہے اس نشہ سے مراد نیند کا نشہ (بھی) ہے اور منافقوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کسل انگیزی کے ساتھ محض لوگوں کو دکھانے کے لیے اللہ کا ذکر تو وہ بہت ہی کم کرتے ہیں''۔ [۷]

شیخ طوسی امام جعفر صادقؑ کی روایت بیان کرتے ہیں آنجنابؑ نے فرمایا:

''جب تم نماز کی طرف متوجہ ہو تو یہ یقین رکھو کہ تم پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ بہر حال تمھیں دیکھ رہا ہے نماز کی طرف پوری توجہ کرو کہ اس سے تمہاری نماز قبول ہو جائے گی نہ ناک صاف کرو نہ تھوکو نہ انگلیوں کے گٹکارے نکالو اور سرینوں کے بل نہ بیٹھو کیونکہ ایک گروہ کو سرینوں کے بل بیٹھنے اور گٹکارے نکالنے کی وجہ سے عذاب کیا گیا تھا اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ تو کمر کو سیدھا کرو یہاں تک کہ تمھارے جوڑ اپنے مقام پر لوٹ آئیں اور جب سجدہ کرو (اور اس سے سر اٹھاؤ) تو اسی طرح سیدھے ہو کر بیٹھو (کہ جوڑ اپنے مقام پر آ جائیں) اور جب اٹھو تو بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ'' کہو کیونکہ یہ کہنا حضرت علیؑ سے منقول ہے''۔ [۸]

نماز کی کیفیت امام جعفر صادقؑ کی زبانی

واضح رہے کہ قرآن کے ساتھ جس دوسری چیز کی پیروی کا حدیث ثقلین میں پیارے نبیؐ نے حکم دیا ہے وہ آپؐ کی عترت واہل بیتؑ ہیں (مسلم ترمذی) اور آئمہ اہل بیتؑ جن تک آنحضرتؐ کے قول وفعل یعنی سنت وطریقہ حضرت علیؑ سے امام

---

[۷] فروع کافی جلد نمبر ۱ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۱ ص ۸۵ [۸] تہذیب الاحکام جلد نمبر ۱ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۱ ص ۸۶

حسنؑ امام حسینؑ ان کے بعد امام علی بن حسینؑ زین العابدینؑ امام محمد باقرؑ اور ان کے بعد امام جعفر صادقؑ تک ایک امام کے بعد دوسرے امام تک متواتر طریقہ سے پہنچا اُن آئمہ اہل بیتؑ میں سے امام جعفر صادقؑ نے حماد نامی ایک صاحب کو مکمل نماز کا طریقہ بتلایا پہلی حدیث میں شیخ کلینیؒ نے افتتاح نماز کے سلسلے میں امام جعفر صادقؑ سے ایک سوال کا جواب نقل کیا ہے کہ تکبیرۃ الاحرام کے بعد شیطان رجیم سے پناہ مانگنے کے بعد سورہ الحمد کی قراءت سے نماز شروع کرو دوسری حدیث میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ:

اے حماد نماز صحیح طریقہ سے پڑھو

امام جعفر صادقؑ نے حماد کو حکم دیا کہ میرے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھو اس نے نماز پڑھی اور اُس میں بعض غلطیاں کیں امام عالی مقام کے سمجھانے پر اس نے عرض کیا میری جان آپؑ پر قربان مجھے نماز سکھایئے امام جعفر صادقؑ نے اسے نماز پڑھ کر دکھائی اس بارے میں

شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ لکھتے ہیں

''حضرت امام جعفر صادقؑ رو بقبلہ کھڑے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ پوری طرح چھوڑ کر دونوں رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیاں ملالیں اور اپنے دونوں پاؤں قریب قریب رکھے اور ان کے درمیان تین انگلیوں کا فاصلہ تھا اور انگلیوں کو قبلہ کے سامنے رکھا پھر بہ خشوع کہا اللہ اکبر پھر ترتیل سے سورہ حمد وقل ھو اللہ پڑھا پھر تھوڑی دیر بقدر سانس کے توقف کیا پھر آپؑ نے دونوں ہاتھ چہرہ تک اٹھائے اور بحالت قیام اللہ اکبر کہا پھر آپؑ نے رکوع کیا اور گھٹنوں پر ہاتھ کھلی انگلیوں سے رکھے اور گھٹنوں کو پیچھے کی طرف سیدھا کیا اس طرح کہ پشت اتنی سیدھی ہو گئی کہ اگر اس پر پانی کا قطرہ ڈالا جائے تو پشت کے ہموار ہونے کی وجہ سے ڈھلک نہ سکے اور گردن کو آگے بڑھایا

اور آنکھوں کو نیچا کیا پھر تین بار ترتیل سے کہا سبحان ربی العظیم وبحمدہ پھر سیدھے کھڑے ہوئے جب ٹھیک قیام ہو گیا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ پھر کھڑے کھڑے تکبیر کہی اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چہرے کے مقابل لائے پھر سجدہ میں گئے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر انھیں گھٹنوں کے مقابل (یعنی ان کی سیدھ میں) چہرے کے برابر رکھا اور تین بار سبحان ربی الاعلی وبحمدہ کہا اور جسم کا کوئی حصہ سوائے آٹھ مقام سجدہ کے زمین پر نہ رکھا دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے پیر کے دونوں انگوٹھے پیشانی اور ناک اور فرمایا ان میں سے سات کا سجدہ فرض ہے جس کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ مساجد اللہ کے لیے ہیں اللہ کے سوا اور کسی کو نہ پکارو وہ سات مقام سجدہ دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے دونوں پیر کے انگوٹھے اور پیشانی ہے اور ناک کا زمین پر رکھنا سنت ہے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور سیدھے بیٹھے اور فرمایا اللہ اکبر پھر بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور داہنے قدم کی پشت کو بائیں قدم کے تلوے پر رکھا اور استغفر اللہ ربی واتوب الیہ کہا پھر تکبیر کہی اور بیٹھنے کے بعد دوسرا سجدہ کیا اور وہی کہا جو پہلے سجدہ میں کہا تھا (پھر کھڑے ہوئے پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھی) اس طرح دو رکعتیں پوری کیں جب تشہد بیٹھے تو انگلیاں ملا کر زانو پر رکھیں جب تشہد اور سلام سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے حماد نماز اس طرح پڑھو"[9]

---

[9] فروع کافی جلد نمبر۳ ص ۶۵ من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر۱ ص ۱۶۸ طبع کراچی

(۱۔ رفع الیدین)
(۲۔ رکوع وسجود کے اذکار اور)
(۳۔ قنوت)
کے متعلق تھوڑی تفصیلی بحث:

رفع الیدین

مکتب اہلبیتؑ کے پیروکار اپنی نماز میں ہر تکبیر پر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں یعنی "رفع یدین" کرتے ہیں ہمارے اکثر اہل سنت بھائی جن کی کتب احادیث پر گہری نظر نہیں ہے اس کو بڑا عجیب محسوس کرتے ہیں حالانکہ شیعہ سنی کتب احادیث میں یہ بات بڑے تواتر سے آئی ہے کہ پیغمبر اکرم رکوع کرتے وقت اور دونوں سجدوں میں جاتے اور اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ اکبر کہتے تھے شیعہ بھی اپنے پیارے نبی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس طرح رفع یدین کرتے ہیں حیرانگی کی بات ہے کہ بخاری مسلم ترمذی ابن ماجہ نسائی ابی داؤد ابن خزیمہ اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ کوئی حدیث کی ایسی بڑی کتاب نہیں جس میں پیغمبر گرامیؐ کا رفع یدین کرنا ثابت نہ ہو لیکن اس کے باوجود آج مسلمانوں کی اکثریت اس سنت پر عمل نہ کر کے اتنے بڑے ثواب سے محروم ہے۔ برادران اہل سنت کی کتب احادیث میں اس سلسلے میں جو روایات موجود ہیں ان میں سے چند ایک ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ہر شخص کو دعوت انصاف دیتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی روایت ملاحظہ فرمائیں

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ

رَأَیتُ رَسُولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اِذَاقَامَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذوَمَنکِبَیْہِ وَکَانَ یَفعَلُ ذٰلِکَ حِینَ یُکَبِّرُ لِلرُّکُوعِ وَیَفعَلُ ذٰلِکَ اِذَا رَفَعَ رَأسَہٗ مِنَ الرُّکُوعِ وَیَقُولُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ

وَلَا یَفعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُودِ

ترجمہ: (حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو (تکبیر تحریمہ کے وقت) اپنے دونوں ہاتھ مونڈوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے جب بھی ایسا ہی کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ البتہ سجدوں کے بیچ میں ہاتھ نہ اٹھاتے"[1]

واضح رہے کہ اہل حدیث سکالر مولانا وحید الزمان اس باب کے شروع میں حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ "اس سنت کو سترہ صحابہ اور عشرہ مبشرہ بلکہ پچاس صحابہؓ نے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے خاص رفع یدین کے مسئلہ میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور امام حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ اس کو کرتے تھے اور کسی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا"[2]

واضح رہے کہ یہی روایت صحیح مسلم میں بھی موجود ہے[3] لیکن ہم طوالت کے خوف سے صرف حوالہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

نسائی شریف اور ابن ماجہ کی روایت ملاحظہ ہو

حضرت مالک بن الحویرثؓ روایت کرتے ہیں کہ

رَأَیتُ رَسُولَ اللّٰہ صَلی اللّٰہ علیہ وسلم یَرفَعُ یَدَیہِ اِذَاکَبَّرَ وَاِذَا رَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَأسَہٗ مِنَ الرُّکُوعِ حَتّٰی بَلَغَتَا فُرُوعَ اُذُنَیہِ

ترجمہ: (حضرت مالک بن الحویرثؓ کہتے ہیں کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپؐ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے کانوں کی لو تک"[4]

---

[1] تیسیر الباری شرح بخاری جلد اص ۴۸۷ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی [2] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ا ص ۴۸۶ طبع کراچی [3] صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۱۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان [4] نسائی شریف جلد نمبر ا ص ۳۷۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

حضرت مالک بن الحویرثؓ کی یہی روایت ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔ ۵

ترمذی شریف اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت ملاحظہ ہو

سالم اپنے والد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا فَتَحَ الصَّلٰوةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

ترجمہ: (سالم روایت کرتے ہیں کہ) دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو جب شروع کرتے نماز اٹھاتے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ برابر ہو جاتے دونوں شانوں کے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے"۔ ۶

یہی روایت صحیح ابن خزیمہ میں بھی موجود ہے۔ ۷

اب ہم وہ روایات نقل کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیارے نبی ﷺ سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے اٹھتے وقت بھی ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان کہ پیغمبر گرامی سجدہ میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے سنن ابن ماجہ کی روایت ملاحظہ فرمائیں

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ حِيْنَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَحِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يَسْجُدُ

ترجمہ: (حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ) میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے نماز میں مونڈوں کے برابر جب نماز شروع کرتے

---

۵ سنن ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۳۳۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور ۶ ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۱۳۲ ترجمہ مولانا بدیع الزمان طبع لاہور ۷ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۵۴۲ ترجمہ حافظ محمد اور یس سلفی طبع کراچی

اور جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے"۔ ۸

مولانا وحید الزمان کا عجیب وغریب بیان

مولانا وحید الزمان خان اس حدیث کی شرح میں حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ

"سجدے کے وقت بھی رفع یدین کرنا اس روایت میں وارد ہے لیکن صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ سجدہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے پس شاید پہلے ایسا کرتے ہوں بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو"۔ ۹

ہماری گزارش

ہم مولانا وحید الزمان خان کی خدمت میں انتہائی ادب سے عرض کرتے ہیں کہ بقول آپ کے اگر صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ سجدے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے تو کیا یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ جس سے سجدہ میں پیارے نبیؐ کا رفع یدین کرنا ثابت ہے اگر یہ حدیث ضعیف ہوتی تو مولانا وحید الزمان خان ضرور لکھتے کہ اس حدیث کی سند کمزور ہے جب آپ لوگوں کے نزدیک یہ حدیث بھی صحیح ہے تو پھر سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین والی سنت کو چھوڑنا کیا معنی رکھتا ہے اس کے علاوہ دیگر احادیث سے بھی آنحضرتؐ کا سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا ثابت ہے مثلاً

نسائی شریف کی حدیث اور آنحضرت ﷺ کا سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا

عن مالك بن الحويرث أَنَّهُ رَأَى النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وسلم رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ أُذُنَيْهِ

---

۸ ، ۹ سنن ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۳۳۶ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

ترجمہ: ''حضرت مالک بن الحویرث روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے نماز میں (یعنی نماز شروع کرتے وقت) اور جب رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا اور جب سجدہ کیا اور جب سجدے سے سر اٹھایا کانوں کی لَو تک''[۱۰]

مسند احمد بن حنبلؒ کی روایت ملاحظہ ہو

مسند احمد بن حنبل میں بھی یہ روایت موجود ہے ہم یہاں پر صرف اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں ''حضرت مالک بن الحویرث سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب سجدوں سے سر اٹھاتے تو ہاتھوں کو اُٹھاتے اور ہاتھوں کو کانوں کی لَو تک اٹھاتے''[۱۱]

صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی کی عبارت اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع الیدین

صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی میں لکھا ہے کہ

''ابوبکر بن منذر ابوعلی طبری اور بعض اہل حدیث کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان میں بھی رفع یدین کرنا مستحب ہے''[۱۲]

شیعوں کے رفع یدین کرنے پر ان کا مذاق اڑانے والے مندرجہ بالا احادیث کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں اور غور فرمائیں کہ شیعہ جو کچھ کرتے ہیں وہ تو عین پیارے نبی کی سنت ہے۔

مکتب اہل بیتؑ اور رفع الیدین

مکتب اہل بیتؑ کی کتب احادیث میں آئمہ اہل بیتؑ سے جو احادیث روایت کی

۱۰۔ نسائی شریف جلد نمبر ۱ ص ۲۹۷ طبع لاہور ۱۱۔ مسند احمد بن حنبل ترجمہ حافظ قاری فدا حسین جلد نمبر ۱ ص ۵۵۵ شائع کردہ فرید بک سٹال لاہور ۱۲۔ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۱۸ طبع لاہور

گئی ہیں ان کے مطابق امام جعفر صادقؑ رکوع و سجود کے لیے جھکتے وقت اور ان سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے اور امام جعفر صادقؑ نے نماز میں رفع یدین کرنے کے متعلق فرمایا کہ یہ نماز کی زینت ہے[۱۳] بلکہ حضرت علیؑ سے روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنا ہی عبودیت ہے[۱۴]

اب چاہیے تو یہ تھا کہ پیارے نبیؐ کی سنت پر عمل کرنے والوں کی تحسین کی جاتی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کیا جاتا کہ ہر شخص اس سنت کو مضبوطی سے پکڑتا لیکن بدقسمتی سے یہاں معاملہ بالکل الٹا ہے ہم نے بہت سارے ایسے مسائل کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر ہم نے یہ بات تسلیم کرلی تو پھر ہم ہار جائیں گے اور دوسرے فریق کی جیت ہو جائے گی حالانکہ اگر ہم یہ سوچ لیں کہ جیت پیارے نبیؐ کی سنت کی ہوئی ہے اور ہماری اصلاح ہوئی ہے تو معاملہ مشکل نہیں رہتا۔

رفع الیدین سے متعلق اتنی زیادہ مستند احادیث ہونے کے باوجود امت کی اکثریت نے ان پر عمل کرنا کیوں چھوڑ دیا؟ دعوت فکر پر مبنی ایک اہم سوال؟

کیا یہ بات انتہائی حیران کن نہیں کہ رفع یدین سے متعلق اتنی زیادہ مستند احادیث ہونے کے باوجود امت کی اکثریت نے ان پر عمل کرنا ترک کیا ہوا ہے بخاری و مسلم میں ایک حدیث ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے دور خلافت میں نماز پڑھائی اور رفع یدین کیا نماز کے ختم ہونے پر حضرت عمرانؓ بن حصین نامی صحابی نے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ حضرت علیؑ نے ہمیں رسول پاکؐ والی نماز پڑھائی ہے۔[۱۵] اب دوسری طرف بنی امیہ تھے جنھوں نے اطاعت امیر کی آڑ میں جہاں نماز میں اور کئی تبدیلیاں کیں وہاں رفع یدین کو بند کروانا انہی کا فعل تو نہیں اس پر ہم طریقہ نماز میں تبدیلی والے باب میں روشنی ڈالیں گے۔

۱۳۔ ۱۴۔ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۴ ص ۷۲۵ طبع اسلام آباد ۱۵۔ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۴۳ طبع کراچی

Scanned with CamScanner

رکوع وسجود آرام وسکون سے کرنا واجب ہے

ویسے تو پوری نماز ہی انتہائی اطمینان اور خشوع وخضوع سے پڑھنے کا حکم ہے لیکن رکوع وسجود جو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں انسانی بندگی کی معراج ہیں ان کے بارے میں شیعہ سنی کتب احادیث میں بڑی تاکید وارد ہوئی ہے کہ انہیں پورے اطمینان اور سکون سے ادا کیا جائے اور جو شخص اس بات کا خیال نہیں رکھتا اس کے لیے بڑی سخت وعید آئی ہے امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ

''پیغمبر اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنا شروع کر دی مگر اس نے نہ رکوع مکمل اطمینان سے کیا نہ سجود آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس نے نماز نہیں پڑھی بلکہ کوے کی طرح ٹھونگیں ماری ہیں اگر یہ شخص مر جائے اور اس کے نامۂ اعمال میں یہی نماز درج ہو تو یہ میرے دین پر نہیں مرے گا''[1]

بخاری شریف اور صحیح ابن خزیمہ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں

واضح رہے کہ بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ:

''حضرت حذیفہ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو رکوع وسجود پوری طرح نہیں کرتا تھا جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضرت حذیفہؓ نے کہا تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو وائل کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں حذیفہ نے یہ کہا کہ تو مرے گا تو آنحضرت ﷺ کے طریق پر نہیں مرے گا''[2]

صحیح ابن خزیمہ کے الفاظ ہیں کہ

''پیغمبر ﷺ نے فرمایا کیا تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو جو شخص بھی اس حالت پر مرا تو وہ محمد ﷺ کے دین وملت پر نہیں مرا یہ نماز میں اس طرح ٹھونگیں لگا رہا ہے جیسے کہ کوا خون میں ٹھونگیں مارتا ہے''[3]

---

[1] وسائل الشیعہ جلد نمبر ۴ ص ۶۷۴ طبع اسلام آباد [2] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۵۳۹ طبع کراچی
[3] صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۴۰۵ طبع کراچی

رکوع وسجود کو طول دینے کا بیان

اس سلسلے میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ

''تم پر تقویٰ اور پرہیزگاری کو اختیار کرنا لازم ہے اور تم پر رکوع وسجود کو طول دینا لازم ہے کیونکہ جب کوئی شخص اپنے رکوع وسجود کو طول دیتا ہے تو شیطان پیچھے سے آواز بلند کہتا ہے ہائے افسوس کہ ان لوگوں نے اطاعت کی مگر میں نے نافرمانی کی ان لوگوں نے سجدہ کیا میں نے انکار کیا''[3]

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ

''پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے رکوع وسجود میں ''قرآن کی تلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے جہاں تک رکوع کا تعلق ہے تو اس میں خدا کی عظمت و جلالت بیان کرو اور جہاں تک سجود کا تعلق ہے تو اس میں زیادہ سے زیادہ دعا مانگو کیونکہ یہ (سجدہ) اس قابل ہے کہ اس میں تمہاری دعا قبول کی جائے''[4] اس قسم کی احادیث کتب اہل سنت میں بھی آئی ہیں مثلاً

صحیح مسلم کی حدیث ملاحظہ ہو:

حضرت علیؑ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

''مجھے میرے محبوب (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے رکوع وسجود میں قرآن پڑھنے سے منع کیا''[5]

اور سجدہ میں دعا کرنے سے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ سجدہ میں اپنے پروردگار سے بہت نزدیک ہوتا ہے تو سجدہ میں بہت دعا کرو''[6]

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ رکوع وسجود کو طول دینے کے احکام اس وقت ہیں جب انسان اکیلے نماز پڑھ رہا ہو جماعت کے احکام کے متعلق امام محمد باقرؑ اور امام

---

[3] وسائل الشیعہ جلد نمبر ۴ ص ۲۸۱ [4] وسائل الشیعہ جلد نمبر ۴ ص ۹۲۶ طبع اسلام آباد [5] [6] صحیح مسلم معہ مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۷۷

جعفر صادقؑ فرماتے ہیں "پیش نماز جب لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے طول نہیں دینا چاہیے کیونکہ لوگوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں اور ضرورت مند حاجت مند بھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو مختصر پڑھاتے۔"[۸]

رکوع وسجود میں کیا ذکر کرے

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ رکوع وسجود کو طول دینا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ پسند تھا خصوصاً جب انسان اکیلے نماز پڑھ رہا ہو اس سلسلے میں شیعہ سنی کتب احادیث میں کئی قسم کے اذکار کا بیان ہے مثلاً سنن نسائی میں رکوع کے لئے چھ قسم کے اذکار[۹] اور سجدہ کے لیے چودہ قسم کے ذکر لکھے ہوئے ہیں[۱۰] لیکن کتب اہل بیتؑ میں رکوع میں

سبحان ربی العظیم وبحمدہٖ

ترجمہ: میرا پروردگار عظمت والا پاک ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں

اور سجدہ کے لیے "سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہٖ" میرا پروردگار بلند ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں"[۱۰]

تین تین مرتبہ کہنے کا معمول ہے برادران اہلحدیث کے علامہ وحید الزمان نے بخاری کے حاشیہ پر رکوع وسجود کے متعلق آنحضرتؐ کے تین قسم کے ذکر نقل کیے ہیں پھر لکھا ہے "اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے منقول ہے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہٖ کہتے اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہٖ کہتے"[۱۱]

سنن ابی داؤد کی حدیث ملاحظہ فرمائیں

سنن ابی داؤد کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

---

[۸] وسائل الشیعہ جلد نمبر ۵ ص ۴۶۹ [۹] [۱۰] سنن نسائی جلد نمبر ۱ ص ۳۸۵ ص ۴۰۸ طبع لاہور
[۱۰] من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر ۱ ص ۱۶۷ طبع کراچی الشافی ترجمہ فروع کافی جلد نمبر ۲ ص ۹۱ طبع کراچی
[۱۱] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۵۲ [۱۲] سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۳۶۸

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا رکع قال سبحان ربی العظیم وبحمدہٖ ثلاثا واذا سجد قال سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہٖ ثلاثا"

ترجمہ: رسول پاکؐ جب رکوع کرتے تو تین دفعہ سبحان ربی العظیم وبحمدہ کہتے اور جب سجدہ کرتے تو تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہتے"[۱۲]

علامہ ناصر الدین البانی کا بیان

اہل حدیث مصنف علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ پیارے نبیؐ رکوع میں مختلف قسم کے اذکار اور دعائیں پڑھا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے

سُبحان رَبِّیَ العَظِیم وَبِحَمدِہٖ

ترجمہ: میرا پروردگار عظمت والا پاک ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں، تین بار کہے[۱۳] اسی طرح سجدہ کے اذکار میں دوسرے نمبر پر علامہ البانی نے یہ ذکر لکھا ہے سبحان رَبِّیَ الاعلیٰ وَبِحَمدِہٖ. میرا پروردگار بلند اور پاک ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں" تین بار کہے[۱۴]

رکوع اور سجدہ کے اذکار لکھنے کے بعد علامہ ناصر الدین البانی حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے [۱۵] (ابی داؤد وسنن دار قطنی ۳۴۲/۱ مسند احمد طبرانی بیہقی)

رکوع وسجود میں یہ ذکر کیوں کیا جاتا ہے امام جعفر صادقؑ کی زبانی سنیئے

رکوع وسجود کے ذکر کے لیے جو الفاظ اوپر نقل کیے گئے ہیں ان کے پڑھے جانے کی وجہ بھی شیعہ سنی کتب احادیث میں بیان ہوئی ہے امام جعفر صادقؑ بیان فرماتے ہیں کہ "رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہٖ اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہٖ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے "فسبح باسم ربک العظیم" نازل فرمائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے تم لوگ اپنے رکوع میں

---

[۱۳] [۱۴] نماز نبوی ص ۱۲۳ ص ۱۲۷ طبع فیصل آباد [۱۵] حاشیہ نماز نبوی ص ۱۲۳ ص ۱۲۹

Scanned with CamScanner

قرار دے لو اور جب اللہ تعالیٰ نے سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل فرمائی تو نبی ﷺ نے فرمایا اسے تم لوگ اپنے سجدوں میں رکھ لو"۱۶ یہی بات برادران اہل سنت کی کتب احادیث میں بھی آئی ہے مثلاً:

سنن ابن ماجہ کی روایت ملاحظہ ہو :

"حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری "فسبح باسم ربك العظيم" تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو رکوع میں کہا کرو (سبحان ربی العظیم) پھر جب یہ آیت اتری سبح اسم ربك الاعلیٰ تو آپؐ نے فرمایا اس کو سجدے میں کہا کرو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ)"۱۷

دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھنا

نماز چونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے سامنے عاجزی کرنے کا نام ہے اس لیے شیعہ دونوں سجدوں کے درمیان "استغفر الله ربی واتوب الیہ" کہہ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں ۱۸

اور جب ہم برادران اہلسنت کی کتب احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس بات میں بھی شیعہ سنی کے درمیان اختلاف نظر نہیں آتا مثلاً سنن ابی داؤد میں لکھا ہے کہ پیغمبر گرامیؐ دونوں سجدوں کے درمیان میں فرماتے تھے:

"اللهم اغفرلی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی"

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما مجھے عافیت دے اور ہدایت دے اور رزق دے"۱۹

سنن نسائی اور سنن دارمی شریف میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرم

---

۱۶ من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر ۱ ص ۲۰۷ طبع کراچی ۱۷ سنن ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۲۴۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور ۱۸ من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر ۱ ص ۲۰۷ طبع کراچی ۱۹ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۳۵۹ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان فرماتے "رب اغفرلی رب اغفرلی"۲۰ اہلحدیث عالم مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں کہ

"ہمارے امام احمد بن حنبل نے دونوں سجدوں کے درمیان بار بار رب اغفرلی مستحب جانا ہے"۲۱

ایک ضروری وضاحت

آخر میں ہم اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ برادران اہل سنت کی طرح مکتب اہل بیتؑ کی کتب احادیث میں رکوع و سجود کی تسبیحات کے الفاظ مختصر بھی بیان ہوئے ہیں اور ذرا مفصل بھی لیکن چونکہ مذہب شیعہ میں زیادہ تر رکوع و سجود میں طویل تسبیحات پڑھی جاتی ہیں ہم نے انھیں کتب اہل سنت سے اس لیے ثابت کیا ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ شیعہ جو کچھ کرتے ہیں وہ سنت سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیارے نبیؐ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

---

۲۰ سنن نسائی جلد نمبر ۱ ص ۳۶۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان سنن دارمی شریف ۲۱ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۳۳ طبع کراچی

Scanned with CamScanner

قنوت

مکتب اہلبیتؑ کے پیروکار ہر نماز کی دوسری رکعت میں رکوع میں جانے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتے ہیں کیونکہ احادیث میں اس کی کافی تاکید وارد ہوئی ہے شیخ کلینیؒ نے فروع کافی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام محمد باقرؑ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو نماز میں قنوت نہ پڑھ سکا ہو تو آنجنابؑ نے بطور تاکید فرمایا کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی شخص پیارے نبی کی سنت سے روگردانی کرے یا اسے ترک کرے۔[1]

نمازِ تہجد میں تو اس کی بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے شیخ صدوقؒ نے ایک حدیث لکھی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں جو سب سے طویل قنوت پڑھے گا قیامت کے دن حساب کے وقت سب سے طویل راحت میں ہوگا"[2]

بخاری شریف اور قنوت

امام بخاری نے قنوت سے متعلق ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ"

ترجمہ: "یعنی باب قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد" [3]

اہلحدیث عالم حاشیہ بخاری پر لکھتے ہیں

"امام بخاری نے یہ باب لاکر ان لوگوں کا رد کیا ہے جو قنوت کو بدعت کہتے ہیں اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح درست ہے" پھر لکھتے ہیں

---

[1] فروع کافی جلد نمبر ۳ ص ۳۰۵ طبع کراچی وسائل الشیعہ جلد نمبر ۵ ص ۲۶۹ طبع اسلام آباد [2] من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر ۱ ص ۳۰۷ طبع کراچی [3] ، [4] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۲ ص ۹۷ طبع کراچی

"شافعیہ کہتے ہیں کہ قنوت ہمیشہ رکوع کے بعد پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھے"[5]

اس سلسلے میں بخاری شریف کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں راوی کہتا ہے

"سألت أنس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع أوبعده؟ قال قبله"

ترجمہ: (عاصم بن سلیمان کہتے ہیں) میں نے انس بن مالک سے قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا قنوت بے شک تھا (یعنی آنحضرتؐ کے زمانے میں) میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد میں تو انھوں نے کہا رکوع سے پہلے"[6]

اب یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ قنوت پیارے نبیؐ کے زمانے میں تھا بعد میں کس نے قنوت سے روکا کب روکا اور کیوں روکا اور اب مسلمانوں کی اکثریت اس سنت پر عمل کیوں نہیں کررہی اس بحث میں پڑنے کی بجائے ہم دیکھتے ہیں کہ قنوت ہر نماز میں صحابہ کرامؓ کی روایات سے ثابت ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ملاحظہ ہو

محدث ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ

"انسؓ بن مالک سے پوچھا گیا آدمی فجر کی نماز میں قنوت کب پڑھے انھوں نے کہا ہم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح قنوت پڑھا کرتے تھے"[7]

اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں

"اہل حدیث نے اسی پر عمل کیا ہے اور فجر کی نماز کی طرح وتر میں بھی یہ جائز لکھا ہے کہ خواہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھے یا رکوع کے بعد مگر رکوع کے بعد پڑھنے کی حدیثیں زیادہ قوی اور زیادہ صحیح ہیں"[8]

---

[5] ، [6] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۲ ص ۹۷ طبع کراچی [7]، [8] سنن ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۵۸۲ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

Scanned with CamScanner

امام احمد ابن حنبل ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں

حاشیہ مؤطا امام مالک پر مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں کہ:

"عبدوس بن مالک نے سوال کیا امام احمد بن حنبل سے کہ بصرہ میں بعض لوگ نماز میں قنوت پڑھا کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست ہے امام احمد بن حنبل نے کہا ہاں درست ہے"[۹]

یہ روایت بھی ہر ذی شعور کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

مسند احمد ابن حنبلؒ اور فجر مغرب اور عشاء کی نماز میں قنوت پڑھنے کا بیان

امام احمد بن حنبلؒ نے نماز میں قنوت سے متعلق بہت ساری روایات درج کی ہیں چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ:

"اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ علیہِ وآلِہٖ وسلَّم قَنَتَ فِی الصُّبحِ وَالْمَغرِبِ"

ترجمہ: حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صبح اور مغرب کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی"[۱۰]

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ

"اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرَّکْعَۃِ الْاٰخِیْرَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ قَنَتَ"

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز کی آخری رکعت میں دعاءِ قنوت پڑھی"[۱۱]

---

[۹] حاشیہ مؤطا امام مالک ص ۱۳۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان [۱۰] مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۴ ص ۲۱۱ طبع لاہور

[۱۱] مسند احمد ابن حنبل جلد نمبر ۱۱ ص ۲۱۱ شائع کردہ فرید بک سٹال لاہور

حضرت ابو ہریرہؓ کا فجر ظہر اور عشاء کی نماز میں قنوت پڑھنا

حضرت ابو ہریرہؓ کے فجر ظہر اور عشاء کی نماز میں قنوت پڑھنے کے الفاظ اس طرح ہیں کہ فَکَانَ ابو ھریرۃؓ یَقْنُتُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الظُّھرِ وَصَلٰوۃِ العِشَاءِ وَصَلٰوۃِ الصُّبحِ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نماز ظہر نماز عشاء اور نماز فجر کی آخر رکعت کے رکوع میں دعاء قنوت پڑھتے تھے"[۱۲]

واضح رہے کہ اس روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ مسلسل یہ عمل کرتے تھے۔

---

[۱۲] مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱۱ ص ۲۱۲

Scanned with CamScanner

نماز میں قیام کے طریقہ پر مفصل بحث

اور

نماز میں قیام کا سنت طریقہ

۱۔ برادرانِ اہلِ سنت کی کتب صحاح ستہ کیا کہتی ہیں؟

۲۔ پیارے نبیؐ نے ایک شخص کے نماز غلط پڑھنے پر اسے نماز سکھائی لیکن اس میں ہاتھ باندھنے کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

۳۔ حضرت ابو حمید ساعدیؓ نے دس صحابہ کرام کی موجودگی میں پوری نمازِ پیغمبرؐ بیان فرمائی اس میں ہر بات کی تفصیل بیان کی گئی لیکن انھوں نے ہاتھ باندھنے کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

۴۔ بہت سارے صحابہ کرامؓ نے لوگوں کو نمازِ پیغمبرؐ کی تفصیل سے تعلیم دی لیکن انھوں نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

۵۔ امام ابو حنیفہؒ کی مسند امام اعظمؒ میں نمازِ پیغمبرؐ کی باقی باتوں کی تفصیل موجود ہے لیکن ہاتھ باندھنے کا ذکر کیوں نہیں؟

۶۔ امام مالکؒ مدینہ میں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی کا بڑا حصہ گزارا انھوں نے اپنے پیروکاروں کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟

۷۔ آئمہ اربعہ میں سے تیسرے بزرگ امام شافعیؒ کی حدیث شریف کی چار جلدوں پر مبنی کتاب مسند امام شافعی میں ہاتھ باندھنے والی کوئی ایک حدیث بھی موجود نہیں اور نہ ہی ہاتھ باندھنے کا سرے سے کوئی ذکر ہے؟

۸۔ مسند امام احمد ابن حنبلؒ میں ہاتھ باندھنے والی احادیث کی کیا حیثیت ہے؟

نماز کا قیام اور اس پر تفصیلی بحث

نماز میں کھڑا ہونے کا سنت طریقہ

آدمی جب نماز کے لیے کھڑا ہوگا تو تکبیر کہنے کے بعد ہاتھ کہاں رکھے گا یہ بات پہلی صدی ہی سے وجہ اختلاف بنی ہوئی ہے اس مسئلے پر کوئی بھی صاحب عقل انسان جتنا غور کرتا ہے اس کی حیرانگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ پیغمبر گرامیؐ کی زندگی میں بھی نماز پڑھتے تھے اور مدینہ تشریف لانے کے بعد مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی مسلمانوں پر نماز فرض ہوئی اور یہ عمل دن میں پانچ دفعہ کیا جاتا تھا۔

اگر اختلاف رکوع وسجود یا تشہد کی جزیات میں ہوتا تو؟

اب اگر اختلاف اس بات میں پیدا ہوتا کہ آنحضرتؐ رکوع میں گھٹنوں کو کیسے پکڑتے تھے کمر کتنی جھکاتے تھے گردن کس طرح رکھتے تھے یا پھر سجدہ میں ہاتھ کندھوں کے برابر رکھتے تھے یا تھوڑا آگے پیچھے اسکے علاوہ سجدہ میں بازوؤں کو جسم کے ساتھ ملا کر رکھتے تھے یا الگ کر کے یا پھر تشہد میں آنحضرتؐ بیٹھتے تھے تو پاؤں کیسے رکھتے تھے ایسے اختلاف کے متعلق انسان سوچتا کہ راوی کو شبہ ہو گیا ہوگا کیونکہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ رکوع میں آنحضرت گھٹنے کیسے پکڑتے تھے راوی کو جھک کر دیکھنے کی ضرورت تھی اور سجدہ و تشہد میں بھی اہتمام سے آگے بڑھ کر دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن

ان باتوں کی تفصیل تو احادیث میں آ گئی

ہم دیکھتے ہیں کہ ان باریک باتوں کی تفصیل تو احادیث میں بڑی واضح ہو کر آ گئی کہ

پیغمبر گرامیؐ رکوع میں کمر سیدھی رکھتے تھے اور ساتھ ہی گردن بھی سیدھی رکھتے تھے رکوع میں گھٹنوں کو پکڑتے وقت انگلیاں سیدھی نیچے ہوتی تھیں سجدہ میں آنحضرتؐ ہاتھوں کو بغلوں سے جدا رکھتے تھے تشہد میں پاؤں رکھنے کا طریقہ بھی احادیث میں بیان ہو گیا لیکن

اختلاف نماز کے سب سے نمایاں حصے میں پیدا ہو گیا

یہاں پر اسلامی فرقوں کے درمیان جس بات میں اختلاف پیدا ہوا وہ نماز کا سب سے نمایاں حصہ یعنی قیام ہے پیارے نبیؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو ہاتھ کہاں رکھتے تھے حالانکہ مدینہ میں نماز فرض ہونے کے بعد کم وبیش دس سال تک پیارے نبیؐ صحابہ کرام کو روزانہ پانچ وقت کی جماعت کرواتے تھے اس کے علاوہ آنحضرت تہجد کی نماز بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے پیارے نبیؐ فوت ہونے والوں کی نماز جنازہ بھی پڑھایا کرتے تھے عیدین کی نمازیں بھی آنحضرتؐ پڑھاتے تھے پیغمبر گرامی تہجد سمیت دن میں چھ نمازیں پڑھتے تھے تو سال میں دو ہزار سے زائد دفعہ یہ عمل ہوتا تھا اور دس سالوں میں بیس ہزار سے زائد دفعہ پیارے نبیؐ نے نماز ادا فرمائی اب اگر نماز دو رکعتی ہوتی تو آنحضرت کا قیام دو دفعہ ہوتا اور اگر تین یا چار رکعتی ہوتی تو قیام بھی تین یا چار دفعہ ہوتا اگر آنحضرتؐ کے نوافل کو بھی شامل کر لیا جائے اور اس بات کا حساب لگایا جائے کہ آنحضرتؐ دو رکعت میں قیام کرتے اور ہاتھ کھولنے یا باندھنے کا عمل فرماتے تو یہ تعداد لاکھوں تک جا پہنچتی ہے یقیناً ہزاروں افراد کو پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں انکے ساتھ نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور جن افراد نے پیغمبر گرامی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہوگا ایسے خوش نصیب افراد بھی ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے نماز پڑھنے والا عمل تو حالت سفر میں بھی جاری رہتا تھا خصوصاً جب آپؐ جنگ کے لیے تشریف لے جاتے تو اس وقت تو بے شمار افراد آپؐ کے ساتھ ہوتے اس وقت بھی ہر نماز کا باجماعت اہتمام ہوتا تھا اب نماز کوئی پوشیدہ رہنے والا عمل تو تھا نہیں لیکن اس بات میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ پیارے نبیؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے

Scanned with CamScanner

تھے تو ہاتھ کھول کر رکھتے تھے یا باندھ کر اور اگر آپؐ ہاتھ باندھتے تھے تو زیرِ ناف رکھتے تھے یا پیٹ پر یا پھر سینے پر۔ برادرانِ اہلِ سنت کے چار آئمہ کی فقہ دنیائے اسلام میں رائج ہے اس سلسلے میں ان کے نظریات کیا ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق آئمہ اربعہ کے فتاویٰ

عرب سکالر علامہ عبدالرحمٰن الجزائری سابقہ سربراہ شعبہ اصول دین الازھر یونیورسٹی مصر نے آئمہ اربعہ کے فتاویٰ پر مشتمل پانچ جلدوں میں انتہائی ضخیم کتاب لکھی ہے نماز میں کھڑا ہونے کے بعد آئمہ اربعہ کے نزدیک ہاتھ کہاں رکھنے ہیں وہ لکھتے ہیں

۱۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ مرد تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھیں اور عورتیں دونوں ہاتھ سینہ پر رکھیں۔

۲۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ناف کے نیچے رکھیں۔

۳۔ شافعی کہتے ہیں مرد اور عورت دونوں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر (یعنی پیٹ پر) رکھنا سنت ہے"[۱]

۴۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے"[۲] (یعنی اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھ لیں تب بھی درست اور اگر ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جائے تب بھی درست) ہم کہتے ہیں کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں مالکی حضرات رہتے ہیں اُن کا عمل ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہے جیسا کہ اہلِ سنت علامہ غلام رسول سعیدی شرح مسلم میں امام مالک کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ اور نفل میں جائز ہے"[۳]

۱، ۲ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۳ طبع لاہور ۳ صحیح مسلم جلد نمبر ۱ ص ۵۹۰ ترجمہ علامہ غلام رسول سعیدی طبع لاہور

امام شعرانی لکھتے ہیں

"امام مالک کے نزدیک مشہور قول ہاتھوں کا کھلا رکھنا ہے" (میزان الکبری جلد نمبر ۱ ص ۳۹۳ ترجمہ مولانا محمد حیات سنبھلی)

۵۔ اہل حدیث برادران کا موقف ہے کہ کتب صحاح ستہ میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے متعلق کوئی واضح اور مستند حدیث موجود نہیں اس لیے وہ صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت کو بنیاد بنا کر سینے پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ یہ روایت خود اہل حدیث علماء کے نزدیک ضعیف ہے (صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۲۵۴ طبع کراچی) اہلحدیث مسلک کے مطابق مرد اور عورتیں نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو اپنے ہاتھ سینے پر رکھیں گے واضح رہے کہ آئمہ اربعہ کی جمع کردہ کتب احادیث نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق کیا کہتی ہیں ان پر ہم آگے چل کر تبصرہ کریں گے۔

آئمہ اہلبیتؑ (بارہ آئمہ) کا متفقہ فیصلہ کہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھنا ہی سنت پیغمبر گرامیؐ ہے

خاندان رسالتؐ میں سے پیدا ہونے والے بارہ آئمہ سے ایک ہی طریقہ نقل ہوا ہے اور وہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھنے کا ہے مکتب اہل بیتؑ کی کتب احادیث میں کسی بھی امام سے ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں امام جعفر صادقؑ نے اپنے ایک صحابی جناب حماد کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے جو کچھ بتایا اس کے متعلق شیعہ محدثین شیخ کلینیؒ شیخ صدوقؒ اور شیخ حر عاملی لکھتے ہیں کہ تکبیر کہنے کے بعد

"حضرت امام جعفر صادقؑ روبقبلہ کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ پوری طرح چھوڑ کر دونوں رانوں پر رکھے اور اپنی انگلیاں ملالیں اور اپنے دونوں پاؤں قریب قریب رکھے" (فروع کافی من لایحضرہ الفقیہ وسائل الشیعہ)

نمازی اپنے ہاتھ زیر ناف رکھے پیٹ پر رکھے سینے پر رکھے یا کھلے رکھے یہ اختلاف مذاہب کی پہچان بن گیا

نماز شروع کرتے وقت اگر ہاتھ باندھتے ہیں تو کس جگہ رکھتے ہیں ہر امام کے پیروکار اپنے امام کے فتویٰ پر اس طرح ڈٹے ہوئے ہیں کہ یہ ہاتھ باندھنے کا اختلاف آج حنفی شافعی حنبلی اور اہل حدیث مذاہب کی پہچان بن گیا ہے اسی طرح ہر باخبر جانتا ہے کہ مالکی حضرات اور فقہ جعفریہ کے پیروکار ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ برادرانِ اہلِ سنت کی کتب صحاح ستہ میں کوئی واضح حدیث موجود نہیں

برادران اہل سنت میں نماز کے کئی طریقے رائج ہونے کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ اہل سنت کی احادیث کی امہات الکتب میں کوئی واضح حدیث موجود ہی نہیں ہم اپنے محترم قارئین کی آسانی کے لیے برادرانِ اہل سنت کی حدیث شریف کی چھ سب سے بڑی کتب میں موجود ان روایات پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں جن کی وجہ سے نماز میں ہاتھ باندھنے پر زور دیا جاتا ہے سب سے پہلے:

صحیح بخاری

بخاری شریف میں اس اہم مسئلے پر ایک مبہم سی حدیث موجود ہے اس میں راوی کا بیان ہے کہ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ ترجمہ: سہل بن سعد کہتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر آدمی اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے" ۳۸

---

۳۸ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۸۹ شائع کردہ تاج کمپنی کراچی

بخاری کی اس حدیث سے اہل سنت کے کسی مسلک کی تائید نہیں ہوتی

اب انسان اپنے ہاتھ ناف سے نیچے رکھے پیٹ پر رکھے یا سینے پر رکھے کچھ واضح نہیں اس لیے اس حدیث سے حنفی شافعی حنبلی یا اہل حدیث کسی کی واضح تائید نہیں ہوتی اس کے علاوہ بخاری شریف کی مذکورہ بالا روایت میں کونسے کمزور پہلو ہیں ہم ان پر ایک نظر ڈالتے ہیں

حضرت سہل ابن سعدؓ کی روایت پر ایک نظر

واضح رہے کہ؟ جناب مسعود نوازش نے اپنی تحقیقی کتاب "حی علی الصلوٰۃ الرسول" کے صفحہ نمبر ۱۱۰ سے ۱۱۴ تک بخاری شریف کی مذکورہ بالا روایت پر بحث کی ہے اور حضرت سہلؓ بن سعد والی روایت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "حضرت سہلؓ بن سعد کی عمر وفات پیغمبر گرامیؐ کے وقت پندرہ سال تھی اور آپ کا انتقال ۹۱ھ میں عبدالملک کے عہد میں ہوا حضرت سہلؓ بن سعد سے کی جانے والی روایات کی کل تعداد ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) ہے۔ جس میں سے ایک سو ساٹھ پر محدثین نے کلام (اعتراض) کیا ہے اور صرف اٹھائیس روایات صحیح ہیں (سیر الصحابہ جلد نمبر ۳، ص ۹) ان میں وہ روایات شامل ہیں جو دورِ رسالتؐ کے بعد بالغ عمری کی ہیں" ۳۹

جناب مسعود نوازش کے چند دیگر فکر انگیز سوالات؟

جناب مسعود نوازش صاحب نے بخاری شریف کی اس روایت پر جو دیگر سوالات اٹھائے ہیں وہ بھی اہمیت کے حامل ہیں مثلاً

نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا حکم کون دیتا تھا؟ لوگوں کو یہ حکم دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا لوگوں کا عمل اس کے مخالف تھا یعنی لوگ ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھتے تھے اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ پیارے نبی کا عمل ہوتا تو پھر الگ سے حکم دینے

---

۳۹ ملاحظہ ہو "حی علی الصلوٰۃ الرسول" ص ۱۱۰ تا ص ۱۱۴ مطبوعہ لاہور

Scanned with CamScanner

کی ضرورت ہی کیا تھی۔ آنحضرتؐ کا عمل دیکھ کر ہی لوگ ایسا کر لیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فرائض مسلمانوں کے لیے نازل ہوئے مثلاً نماز روزہ حج وغیرہ ان کو جس طرح خود پیغمبر اکرمؐ بجالائے وہی طریقہ حکم کی حیثیت رکھتا ہے اس کے لیے الگ حکم کی ضرورت نہیں۔

جناب مسعود نوازش مزید لکھتے ہیں کہ

اس روایت کے آخر میں راوی ابی حازم بن دینار کا یہ کہنا کہ

"لااعلم الا یمنی ذلک الی النبی" یعنی "مجھے تو یہی معلوم ہے کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مرفوع کیا جاتا تھا" یہ جملہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت سہلؓ بن سعد کی روایت میں دورِ رسالت کا ذکر نہیں ہو رہا کیونکہ جن روایتوں میں صحابی دورِ رسالت کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو ان حدیثوں کو راوی کو وہ بات رسولؐ اللہ کی طرف مرفوع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی" (مرفوع کا مطلب ہے کسی بات کو کسی شخص سے منسوب کرنا) اگر اس روایت کی الفاظ میں غور کیا جائے تو اس میں کسی طور پر بھی دورِ رسالتؐ یا خلفائے راشدین کے زمانے کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ اس زمانے کا ذکر ہو رہا ہے جب یہ حکم دینے کی ضرورت پیش آئی اور لوگوں کو حکماً نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کا کہا گیا"[۵]

بخاری شریف کی روایت کا ایک عجیب وغریب اور قابلِ غور پہلو

واضح رہے کہ بخاری شریف میں حضرت سہلؓ ابن سعد نے جو روایت بیان کی ہے اس کے ایک راوی امام مالک بھی ہیں جو مدینۃ النبیؐ میں رہتے ہوئے خود بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور آج تک ان کے پیروکار جس ملک میں بھی رہتے ہیں وہ اہلسنت ہونے کے باوجود نماز ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں گویا امام مالک کے اپنے نزدیک بھی اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں تھی اس روایت کا دوسرا عجیب وغریب اور

۵ حی علی الصلوٰۃ الرسول ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ شائع کردہ کریم پبلیکشنز اردو بازار لاہور

دلچسپ پہلو یہ ہے کہ پیغمبر گرامی کے ایک بزرگ صحابی ابو حمیدؓ ساعدی نے ایک دفعہ دس صحابہ کرامؓ کے سامنے پیغمبر اکرمؐ کی نماز کا پورا طریقہ بیان فرمایا اس میں انھوں نے پیغمبر گرامیؐ کی نماز کی باقی تمام تفصیل تو بیان فرمادی لیکن ہاتھ باندھنے کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا جن دس صحابہ کے سامنے یہ نماز کا طریقہ بیان کیا گیا اُن میں سے ایک حضرت سہلؓ بن سعد بھی تھے لیکن جس طرح باقی نو صحابہ نے حضرت ابو حمیدؓ ساعدی سے یہ نہیں پوچھا کہ نماز میں آنحضرتؐ کا ہاتھ باندھنا تو آپ نے بیان ہی نہیں فرمایا اسی طرح حضرت سہلؓ بن سعد نے بھی اُن سے نہیں پوچھا کہ نماز میں آنحضرتؐ کے ہاتھ باندھنے والی بات تو آپ نے بیان ہی نہیں فرمائی اب ان کی تائید سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا حکم کسی بعد کے دور کی بات ہے۔

(حی علی الصلوٰۃ الرسولؐ ص ۱۱۴)

صحیح مسلم

برادرانِ اہلِ سنت کے ہاں حدیث شریف کی دوسری اہم ترین کتاب صحیح مسلم ہے اس میں ہاتھ باندھنے سے متعلق جو حدیث موجود ہے وہ بخاری شریف والی حدیث سے بھی عجیب تر ہے امام مسلم نے باب کا جو عنوان باندھا ہے اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

"تکبیر تحریمہ کے بعد سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھنے کا بیان" لیکن اس باب کے مطابق یقیناً امام مسلم کو کوئی مستند حدیث نہ مل سکی البتہ انھوں نے جو حدیث یہاں درج کی ہے اس کا ترجمہ مولانا وحید الزمان کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

"وائل بن حجر کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدیں طور دیکھا کہ آپؐ نے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا اس حدیث کے راوی ہمام کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے پھر

Scanned with CamScanner

چادر اوڑھ لی اس کے بعد سیدھا ہاتھ اُلٹے ہاتھ پر رکھا پھر آپؐ نے تکبیر پڑھی اس کے بعد رکوع میں گئے''۔[۶]

صحیح مسلم کی اس حدیث پر ایک نظر

بخاری شریف کے بعد مسلم شریف والی حدیث آپ نے ملاحظہ فرمائی انسان نماز کے لیے کھڑا ہو تو ہاتھ کہاں باندھے حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں راوی کا بیان ہے کہ پیغمبر گرامیؐ نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کے بعد چادر اوڑھ لی اور سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر رکھا اس کے بعد آنحضرتؐ نے ہاتھ رکھے کہاں راوی صاحب کو بھی معلوم نہیں البتہ

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

''امام احمد اوزاعی اور ابن منذر کا بیان ہے کہ نمازی کو اختیار ہے جیسا چاہے کرے امام مالک کا بیان ہے نمازی کو اختیار ہے چاہے تو سینہ پر باندھے اور چاہے نہ باندھے اور یہی قول مالکیہ کے نزدیک مشہور اور رواج یافتہ ہے نیز انھوں نے کہا ہے نفل میں باندھے اور فرض نمازوں میں چھوڑ دے اور لیث بن سلام کا یہی قول ہے علاوہ ازیں جمہور علماء اور اہل حدیث نے وائل بن حجر سہل بن سعدؓ اور ہلب طائی کی روایت کو ترجیح دی ہے اور اختیار کیا ہے جیسا کہ امام بخاری اور ترمذی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز پڑھانے میں سینہ پر ہاتھ باندھے''۔[۷]

امام نووی کی خدمت میں انتہائی ادب سے ہمارا سوال؟

اس حدیث کی شرح میں امام نووی کا مندرجہ بالا آخری فقرہ سب سے حیران کن ہے کہ امام بخاری اور ترمذی نے لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے نماز پڑھاتے وقت سینے پر ہاتھ باندھے بخاری کی حدیث ہم اوپر نقل کر آئے ہیں اور ترمذی کی حدیث آگے

۶۔ ۷۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۲۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

آرہی ہے کاش امام نووی یہ بھی لکھ دیتے کہ امام بخاری اور ترمذی نے کہاں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ ہاتھ سینے پر باندھ کر نماز پڑھتے تھے ان دونوں بزرگوں کی کتب احادیث میں تو اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔

سنن ابی داؤد کی احادیث

امام ابوداؤد نے اپنی یہ کتاب پانچ لاکھ احادیث کے ذخیرہ میں سے منتخب کی لیکن ان پانچ لاکھ احادیث میں سے امام صاحب کو نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق کوئی واضح حدیث نہ مل سکی البتہ انھوں نے چند روایتیں لکھی ہیں لیکن افسوس کہ ان سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ نے اگر نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے تو انھیں زیر ناف رکھا ہے پیٹ پر رکھنا ہے یا سینے پر ہم وہ روایات یہاں درج کرتے ہیں اور فیصلہ اپنے قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

۱۔ ''حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپؐ نے جب تکبیر کہی دونوں ہاتھ اُٹھائے پھر دونوں ہاتھ کپڑے کے اندر کر لیے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پکڑا''۔[۸]

۲۔ ''حضرت وائلؓ بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو قصداً دیکھا کہ آپؐ کیسے نماز پڑھتے ہیں تو پہلے آپ کھڑے ہوئے تو قبلے کی طرف منہ کیا اور اللہ اکبر کہا دونوں ہاتھ اٹھائے کانوں تک پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑا''۔[۹]

۳۔ اس تیسری روایت میں راوی عاصم بن کلیب بیان کرتے ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت ''آنحضرت نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اور پہنچے پر اور کلائی پر رکھا''۔[۱۰]

۸۔ سنن ابی داؤد شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۱۳ ترجمہ مولانا وحید الزمان۔ ناشر کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

۹۔ ۱۰۔ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۳۱۴

۴۔ عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر سے سُنا وہ کہتے ہیں کہ برابر رکھنا قدموں کا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے" [11]

ان چاروں روایات سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ پیارے نبیؐ نماز میں ہاتھ رکھتے کہاں تھے اب اس کتاب کی پانچویں روایت ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ نماز پڑھتے تھے انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا تھا رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو ان کا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دیا" [12]

واضح رہے کہ یہ روایت تو الٹا ایک جلیل القدر صحابی کی شان کے منافی ہے حضرت ابن مسعودؓ جیسے صحابی نماز میں غلط ہاتھ باندھے ہوئے ہیں حالانکہ برادران اہل سنت کی کتب کے مطابق یہ صاحب فتویٰ صحابی تھے ہمیں تو یہ بات بھی من گھڑت معلوم ہوتی ہے پھر اس روایت میں بھی یہ بات واضح نہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ہاتھ رکھے ہوئے کس جگہ تھے؟

سنن نسائی شریف

امام نسائی کی علمی جلالت کو سمجھنے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ امام ذھبی نے انہیں امام مسلم سے بھی بڑا حافظ حدیث کہا ہے [13]

امام مسلم کے بارے میں مشہور ہے کہ انھیں سات لاکھ حدیثیں یاد تھیں اب امام نسائی ان سے بھی بڑے حافظ حدیث تھے لیکن اتنا بڑا محدث ہونے کے باوجود انھیں بھی نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق کوئی واضح حدیث نہ مل سکی انھوں نے اپنی اس عظیم الشان کتاب میں نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق تین روایتیں نقل کی ہیں دو تو حضرت وائل بن حجر سے مروی ہیں دونوں میں ہاتھ باندھنے کا ذکر تو موجود ہے لیکن جس مسئلے پر امت مسلمہ اختلاف کا شکار رہی ہے کہ آنحضرت نے اگر ہاتھ باندھے

[11] [12] سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۳۲۵ [13] سنن نسائی جلد نمبر ۱ ص ۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

تھے تو کس جگہ رکھے اس بارے میں کوئی صاف بات وہ بھی نہ لکھ سکے تیسری روایت انھوں نے وہی حضرت ابن مسعودؓ والی لکھی ہے جس پر ابھی ہم اوپر سنن ابوداؤد کے حوالے سے بحث کر چکے ہیں۔ [14]

سنن ابن ماجہ

اس کتاب کا علمی مقام برادران اہل سنت میں کتنا بلند ہے وہ اس کتاب کے سرورق سے ظاہر ہے جس پر لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ قزوینی نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ سے اس کتاب کو مرتب کیا لیکن اتنے بڑے محدث صاحب کو ایک بھی ایسی صحیح السند حدیث نہ مل سکی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ پیارے نبی ﷺ نماز میں ہاتھ کہاں باندھتے تھے البتہ انھوں نے جو تین روایتیں نقل کی ہیں وہ درج ذیل ہیں

۱۔ قبیصہ بن ہلبؓ اپنے والد ہلبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہماری امامت کرتے تھے تو بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے تھامتے تھے یعنی دایاں بائیں کے اوپر رکھتے تھے" [15]

اس روایت سے کچھ واضح نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ ہاتھ کس جگہ باندھتے تھے دوسری روایت ملاحظہ ہو

۲۔ حضرت وائل بن حجرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ ﷺ کو دیکھا نماز پڑھتے ہوئے آپؐ نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے تھاما" [16] اس کے بعد آنحضرتؐ نے ہاتھ رکھے کس جگہ پر اصل بات کی وضاحت راوی نے نہیں کی اس لیے یہ روایت بھی کسی مکتب یعنی حنفی شافعی یا اہل حدیث کی واضح تائید نہیں کرتی۔

۳۔ تیسری روایت وہی حضرت ابن مسعودؓ والی ہے وہ روایت کرتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ مجھ پر سے گزرے میں نے بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے اوپر

[14] سنن نسائی جلد نمبر ۱ ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ [15] سنن ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۳۱۴ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور [16] سنن ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۳۱۴

باندھا تھا آپؐ نے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور اس کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دیا'' ۱۷

اس روایت کے متعلق ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی علمی جلالت اہل سنت حلقوں میں جتنی زیادہ ہے اس کی روشنی میں کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ انہیں یہی بات معلوم نہ تھی کہ نماز میں دایاں ہاتھ اوپر رکھنا ہے یا بایاں حالانکہ یہ بزرگوار تو دوسروں کو تعلیم دیتے تھے اور جو نماز میں ہاتھ ہی الٹے رکھیں یہ راوی کی غلط فہمی ہو سکتی ہے پھر اس روایت سے کسی مسلک کی تائید بھی نہیں ہوتی۔

جامع ترمذی

حدیث شریف کے اتنے بڑے حافظ ہونے کے باوجود انہیں بھی پیغمبر گرامی کی کوئی ایسی صحیح السند حدیث نہ مل سکی کہ آنحضرتؐ نے نماز میں ہاتھ کہاں باندھے حدیث کے یہ امام اپنے مجموعہ حدیث میں صرف ایک حدیث درج کر سکے جسے ہم اوپر ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

''قبصہ بن ھلبؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ امامت کرتے تھے ہماری سو پکڑتے تھے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے'' ۱۸ اس حدیث میں بھی اس بات کی وضاحت نہیں کہ آنحضرتؐ نے نماز میں اپنے ہاتھ کہاں رکھے البتہ حاشیہ پر مولانا بدیع الزمان کا یہ عجیب وغریب بیان ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں ''کہا بعضوں نے کہ رکھے ان دونوں (ہاتھوں) کو ناف کے اوپر اور کہا بعضوں نے رکھے ناف کے نیچے اور یہ سب جائز ہے انکے نزدیک'' ۱۹

دعوت فکر پر مبنی ایک اہم سوال؟

یہاں پر ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ ایک انتہائی اہم سوال کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ ہم نے برادرانِ اہل سنت کی چھ بڑی کتب احادیث میں سے نماز

۱۷ سنن ابن ماجہ جلد نمبر ا ص ۲۱۴ ۱۸ جامع ترمذی جلد نمبر ا ص ۱۳۱ ترجمہ مولانا بدیع الزمان طبع لاہور
۱۹ حاشیہ ترمذی شریف جلد نمبر ا ص ۱۳۱ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

میں ہاتھ باندھنے والی احادیث پیش کی ہیں اب چاہئے تو یہ تھا کہ ان کتب میں ہاتھ باندھنے والی لاتعداد مستند احادیث موجود ہوتیں کیونکہ پیارے نبیؐ نے یہ عمل زندگی میں لاکھوں بار کیا لیکن یہاں پر ہمیں انتہائی حیرانگی ہوتی ہے کہ جو صحابہ کرام مدینۃ النبیؐ میں ہر وقت پیغمبر گرامیؐ کے ساتھ رہتے تھے اور مسجد نبوی میں آنحضرتؐ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے اور جن صحابہ کرامؓ سے ہزاروں یا سینکڑوں احادیث مروی ہیں اُن سے تو نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق کوئی روایت نہیں مثلاً

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے پانچ ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں۔
۲۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے دو ہزار دو سو سے زائد احادیث مروی ہیں۔
۳۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دو ہزار دو صد سے زائد احادیث مروی ہیں۔
۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔
۵۔ حضرت جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔

کیا یہ سوچنے کی بات نہیں؟

کیا یہ بات سوچنے کی نہیں کہ ان صحابہ کرام سے ہر طرح کی حدیثیں ملیں گی لیکن نماز جیسے اہم مسئلے میں ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث انہوں نے بیان نہیں کی اگر ایسی کوئی حدیث موجود ہوتی تو یقیناً مذکورہ بالا بزرگ صحابہ کرام اسے بھی ضرور بیان کرے۔

اس بات کا واضح ثبوت اہلحدیث برادران کے طرز عمل سے ملتا ہے

ہماری اس بات کا عملی ثبوت برادران اہل حدیث فراہم کرتے ہیں وہ اس طرح کہ پوری صحاح ستہ یعنی بخاری مسلم ترمذی ابن ماجہ ابی داؤد نسائی میں جب نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق کوئی مستند اور واضح حدیث اہل حدیث برادران کو نہیں ملتی تو پھر وہ صحیح ابن خزیمہ نامی کتاب سے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث پیش کرتے

ہیں جسے ان کے اپنے علماء ہی ضعیف قرار دیتے ہیں اب ایک نظر برادران اہل حدیث کی پیش کردہ روایت پر۔

اہل حدیث برادران اور سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت

روزہ مرہ مشاہدے کی بات ہے کہ ہمارے اہل حدیث برادران ویسے تو چھوٹے چھوٹے مسائل کے لیے حنفی بھائیوں یا اہل سنت کے دیگر فقہی مسالک کو صحاح ستہ دیکھنے کا مشورہ دیتے ہیں لیکن نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق اہلحدیث برادران کو کوئی واضح اور مستند حدیث صحاح ستہ میں سے نہیں ملتی تو وہ صحیح ابن خزیمہ نامی کتاب سے سینے پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث نکال لاتے ہیں اس سے ایک تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ واقعاً پوری کتب صحاح ستہ میں ایک بھی مستند حدیث ایسی نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ پیارے نبیؐ اگر نماز میں ہاتھ باندھتے تھے تو انھیں زیر ناف رکھتے تھے پیٹ پر رکھتے تھے یا پھر سینہ پر اب ہم سینے پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے والی حدیث کا جائزہ لیتے ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ سے برادران اہل حدیث کی پیش کردہ حدیث پر ایک نظر

واضح رہے کہ امام ابن خزیمہ نے اپنی اس کتاب میں نماز میں ہاتھ باندھنے والی چار احادیث ذکر کی ہیں چاروں احادیث حضرت وائلؓ بن حجر سے مروی ہیں پہلی دو میں تھوڑا سا لفظی اختلاف ہے ہم اپنے محترم قارئین کی معلومات کے لیے وہ چاروں احادیث درج کر دیتے ہیں انہی میں برادران اہل حدیث کی پیش کردہ وہ حدیث بھی آجائے گی پہلی حدیث میں حضرت وائلؓ بن حجر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے پھر

ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهٗ بِیَمِیْنِهٖ

ترجمہ: پھر آپؐ نے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑا"۲۰

دوسری حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت آنحضرتؐ نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل تک اٹھائے پھر **ثُمَّ ضَرَبَ بِیَمِیْنِهٖ عَلٰی شِمَالِهٖ فَاَمْسَکَهَا** ترجمہ: پھر آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔۲۱ اگلی دونوں حدیثیں امام ابن خزیمہ نے الگ باب میں نقل کی ہیں اس کا عنوان انھوں نے اس طرح باندھا ہے کہ

''دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ پہنچے اور بازو سب ہی پر رکھنے کا باب'' ۲۲

اب تیسری حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں حضرت وائلؓ بن حجر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا اس کے بعد **ثُمَّ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی ظَهْرِ کَفِّهِ الْیُسْرٰی وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ** ترجمہ: پھر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے ظاہری حصہ پر پہنچے اور بازو پر رکھا'' ۲۳

واضح رہے کہ کتب صحاح ستہ کی طرح ان تینوں احادیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے بعد انہیں زیر ناف رکھا پیٹ پر رکھا یا سینے پر یہ معمہ اپنی جگہ موجود ہے۔

اہل حدیث برادران کی سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث جسے ان کے اپنے علماء ضعیف قرار دیتے ہیں

اب ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں وہ حدیث پیش کرنے جا رہے ہیں جسے ہمارے اہل حدیث بھائی بڑے فخر سے حنفی شافعی یا مالکی برادران کے سامنے پیش

۲۰ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۲۵۳ ترجمہ حافظ محمد ادریس سلفی طبع کراچی ۲۱ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۲۵۳ طبع کراچی ۲۲، ۲۳ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۲۵۴

کرکے اپنی حقانیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے اس حدیث کے الفاظ اور اہلحدیث علماء کے نزدیک اس حدیث کی حیثیت کیا ہے ملاحظہ فرمائیں

عن وائل بن حجر قال صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وسلم وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ

ترجمہ: ”حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپؐ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور ان کو سینے پر باندھا“ [۲۴]

صحیح ابن خزیمہ کے حاشیہ پر اہل حدیث سکالر مولانا ناصر الدین البانی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے

اب اس حدیث کی شرح میں اہل حدیث محقق علامہ ناصر الدین البانی خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ

”اس کی اسناد ضعیف ہے کیونکہ (اس کے راوی کا نام) مؤمل ہے وہ ابن اسمٰعیل ہیں جو کہ برے حافظے والے ہیں“ [۲۵]

اہل حدیث سکالر علامہ ناصر الدین البانی کی ایک کمزور دلیل یا بے بنیاد دعویٰ

اہل حدیث مصنف جناب ناصر الدین سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کے متعلق خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن ساتھ ہی اپنے ہم مسلک افراد کو مطمئن کرنے کے لیے یا دوسرے فقہی مسالک پر اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے لکھتے ہیں کہ ”یہ حدیث دیگر سندوں سے اس معنی میں مروی ہونے کی وجہ سے صحیح ہے سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق کئی احادیث موجود ہیں جو اس پر شاہد ہیں“ [۲۶]

۲۴، ۲۵، ۲۶ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۴۳ مطبع کراچی

انتہائی ادب سے علامہ ناصر الدین البانی سے ہمارا سوال؟

قارئین کو دعوت فکر

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو صحیح ابن خزیمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ علامہ ناصر الدین البانی نے صحیح ابن خزیمہ کی احادیث پر جگہ جگہ حاشیہ پر تبصرہ کیا ہے۔ جس حدیث پر وہ حاشیہ لگاتے ہیں اکثر مقامات پر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حدیث شریف کی فلاں فلاں کتاب میں بھی یہ حدیث موجود ہے بلکہ اس کتاب کی جلد نمبر صفحہ نمبر اور جس باب میں وہ حدیث موجود ہوتی ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیتے ہیں ہم انتہائی ادب سے علامہ ناصر الدین البانی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ یہ حدیث اگر دیگر سندوں سے مروی ہے تو آپ نے ان کو یہاں پیش کیوں نہیں کیا آپ نے تو چھوٹے چھوٹے مسائل کے ثبوت کے لیے حاشیہ پر احادیث لکھی ہیں یہاں پر اتنے اہم مسئلہ پر بطور ثبوت کوئی حدیث کیوں نہیں لکھی صرف اتنا لکھنا تو کافی نہیں تھا کہ ہمارے پاس اور احادیث بھی موجود ہیں۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ

اس کی صاف اور سیدھی وجہ یہی ہے کہ جناب علامہ ناصر الدین البانی صاحب کا دامن خالی ہے صرف ضد اور اپنی انا کا مسئلہ ہے۔ جس کا علاج صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے اور اسی سے دعا بھی کی جاسکتی ہے اس بات پر مزید تبصرہ ہم تھوڑا آگے چل کر کریں گے پہلے

امام ابن قیم کا بیان اہل سنت مصنف شیخ محمد الیاس فیصل کی زبانی

اہل سنت مصنف شیخ محمد الیاس فیصل اپنی کتاب ”نماز پیغمبرؐ“ میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اعلام الموقعین جلد نمبر ۲ ص ۹ پر فرماتے ہیں انہ لم یقل علیٰ صدرہٖ غیر مؤمل بن اسمائیل ترجمہ: (یعنی اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں) مؤمل بن اسمائیل کے علاوہ کسی نے بھی علی صدرہٖ کے الفاظ نقل نہیں کیے۔ جس کی بابت امام بخاریؒ فرماتے ہیں ''منکر الحدیث'' کہ اس کی بیان کردہ حدیثیں منکر ہیں'' [۲۷]

امام ابن قیم خود ایک ضعیف روایت نقل کرتے ہیں اور رعب الٹا مقلدین پر ڈالتے ہیں کہ وہ اسے تسلیم نہیں کرتے

امام ابن قیم نماز میں ہاتھ باندھنے کی بحث میں مقلدین پر رعب ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ایمان کی بات ہے ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ لوگ اللہ کے ہاں کیا جواب دیں گے وائل بن حجر کی حدیث میں صاف موجود ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر، اپنے سینے پر رکھا سینے کا لفظ مؤمل کی روایت میں ہے'' [۲۸] پھر آگے امام مالک کے پیروکاروں پر اس طرح رعب ڈالتے ہیں کہ ''صرف ایک امام کے قول سے یہ کل مالکی ہاتھ کھلے رکھ کر نماز پڑھتے ہیں ایسا اندھیر تو سوائے یہاں کے اور کہیں دیکھا ہی نہیں گیا'' [۲۹]

امام ابن قیم کی خدمت میں انتہائی ادب سے ہماری گزارش

ہم انتہائی ادب سے امام ابن قیم سے پوچھتے ہیں کہ مقلدین پر رعب ڈالنے سے پہلے آپ خود تو فرمائیں کہ آپ کے پاس سینے پر ہاتھ باندھنے والی مستند احادیث کا کونسا انبار لگا ہوا ہے لے دے کے صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت ہے۔ جس کے بارے میں آپ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ سینے پر ہاتھ رکھنے کا لفظ صرف مؤمل بن اسمائیل کی روایت میں ہے اور اس مؤمل بن اسمائیل کو امام بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں امام

[۲۷] نماز پیغمبر ص ۱۲۱ طبع لاہور [۲۸] اعلام الموقعین جلد نمبر ۲ ص ۲۴ ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی طبع لاہور
[۲۹] اعلام الموقعین جلد نمبر ۲ ص ۲۵ طبع لاہور

ابوحاتم کہتے ہیں یہ کثیر الخطاء ہے (میزان الاعتدال جلد نمبر ۴ ص ۲۲۸) امام ابوزرعہ کہتے ہیں کہ یہ آخری عمر میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا (نماز پیغمبر ص ۱۲۱) بلکہ جناب مسعود نوازش نے تو تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ مؤمل نے اپنی کتابوں کو دفن کر دیا تھا اور اپنے حافظے سے حدیثیں بیان کرتا تھا جس میں اس سے بہت خطائیں ہوتی تھیں (حی علی الصلوٰۃ الرسول ص ۹۰ طبع لاہور)

ہم امام ابن قیم کے پیروکاروں اور اپنے محترم قارئین سے یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ وہ امام ابن قیم کی پیغمبر گرامیؐ کے خصائل وشمائل پر مشتمل مفصل کتاب ''زاد المعاد'' میں سے آداب نماز والے باب کا مطالعہ فرمائیں امام ابن قیم نے نماز سے متعلق آنحضرت کی رکوع وسجود اور تشہد کی تمام حرکات وسکنات تحریر کی ہیں لیکن قیام کے متعلق کچھ نہیں بتایا کہ آپ کا قیام کس طرح ہوتا تھا اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمارے ان بھائیوں کے پاس نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق کوئی مستند خدمت موجود ہی نہیں آخر میں ہم امام ابن قیم کی خدمت میں یہی عرض کریں گے کہ امام مالک کے پیروکار ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں تو آپ کو اندھیر نگری نظر آئے ہم کہتے ہیں کیا اس سے بڑی اندھیر نگری یہ نہیں کہ آپ خود بھی ایک ضعیف حدیث پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے پر مجبور کریں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو شور بھی آپ لوگ ہی مچائیں۔

اہل حدیث مصنف مولانا محمد صادق سیالکوٹی اور سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایات

اہل حدیث مصنف جناب مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' عرصہ سے چھپ رہی ہے اس میں انھوں نے نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی چند روایات درج کی ہیں ہم ان پر حسب ضرورت تبصرہ کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

[۳۰] زاد المعاد جلد نمبر ۱ ص ۲۲۱ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

Scanned with CamScanner

۱۔ سب سے پہلے مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے صحیح ابن خزیمہ کی وہی حدیث ۳۱ پیش کی ہے جس کا راوی مؤمل بن اسماعیل ہے جسے امام بخاری امام ابو حاتم امام ابوذرعہ اور علامہ ناصر الدین البانی ضعیف کہتے ہیں جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

۲۔ دوسرے نمبر پر مولانا سیالکوٹی نے ابوداؤد سے سینے پر ہاتھ باندھنے والی ایک مرسل روایت نقل کی ہے اور پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ گو یہ حدیث مرسل ہے لیکن دوسری مستند احادیث سے مل کر قوی ہوگئی ہے ۳۲

واضح رہے کہ جس طرح مولانا ناصر الدین نے صحیح ابن خزیمہ سے مؤمل بن اسماعیل کی سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت نقل کرکے تسلیم بھی کیا کہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن ساتھ ہی دعویٰ بھی کر دیا کہ ہمارے پاس مستند احادیث بھی موجود ہیں اسی طرح اہل حدیث مصنف جناب مولانا محمد صادق سیالکوٹی ابوداؤد کی مرسل حدیث پیش کرکے لکھتے ہیں کہ دوسری مستند احادیث کے ساتھ مل کر یہ حدیث قوی ہوگئی ہے اس پر ہم تبصرہ تھوڑا آگے کریں گے کہ وہ مستند احادیث کونسی ہیں اور کہاں ہیں فی الحال صرف

مرسل حدیث کی تعریف خود اہل حدیث علماء کی زبانی

علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ

''مرسل ضعیف حدیث کی وہ قسم ہے جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے'' ۳۳

اہل حدیث مصنف جناب ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے اپنی کتاب ''نماز نبوی'' میں ''مرسل روایت کا مطلب ضعیف لکھا ہے'' ۳۴

۳۔ تیسرے نمبر پر مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے مسند احمد ابن حنبل کی جو روایت نقل کی ہے وہ اس طرح ہے کہ

۳۱، ۳۲ ملاحظہ ہو صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۳۳ فقہ الحدیث اردو ترجمہ الدرالبھیہ ص ۵۰ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۳۴ نماز نبوی ص ۲۳۷ شائع کردہ دارالسلام لاہور

عن هُلب قال رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدرِهٖ

ترجمہ: ہلب صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا'' ۳۵ (مسند احمد)

اگر یہ حدیث درست ہوتی تو امام احمد ابن حنبل خود بھی اس پر عمل کرتے اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے

ہم بڑے ادب سے مولانا محمد صادق سیالکوٹی اور دیگر اہل حدیث بھائیوں سے عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ روایت درست ہوتی تو امام احمد ابن حنبل خود بھی اس پر عمل کرتے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی امام احمد ابن حنبل کے پیروکار ہیں وہ اپنے فقہی امام کے فتوئی کے مطابق زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں کیونکہ امام صاحب کے مطابق مرد اور خواتین زیر ناف ہاتھ باندھیں گے ۳۶ امام احمد ابن حنبل نے بطور ایک روایت اس کو اپنی کتاب میں درج تو کر دیا لیکن اس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھا مسند احمد کی اس روایت کی حیثیت کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مسند احمد کی روایت کے راویوں پر ایک نظر

جناب مسعود نوازش نے اپنی کتاب "حی علی الصلوٰۃ الرسول" میں نماز میں ہاتھ باندھنے والی صحاح ستہ اور بعض دوسری کتب احادیث میں موجود روایتوں پر علم رجال کی روشنی میں بحث کی ہے اور ان احادیث کے راویوں کو کتب اہل سنت سے ضعیف ثابت کیا ہے وہ مسند احمد کی روایت کا سلسلہ سند اس طرح لکھتے ہیں کہ

۱۔ یحییٰ بن سعید۔ ۲۔ سفیان۔ ۳۔ سماک۔ قبیصہ بن ہلب اور قبیصہ اپنے والد ہلب طائی سے روایت کرتے ہیں'' ۳۷

۳۵ صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸ طبع لاہور ۳۶ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۹ طبع لاہور
۳۷ حی علی الصلوٰۃ الرسول

واضح رہے کہ جناب مسعود نوازش نے اس حدیث پر اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۹۸ تا ص ۱۱۰ تک کافی طویل بحث کی ہے لیکن ہم اس بحث کو ان کے بیان کردہ راویوں کے حالات تک محدود رکھیں گے پہلے راوی

۱۔ یحیٰ بن سعید

اس نام کے بارہ راوی علم رجال کی کتب میں ملتے ہیں ان میں سے کچھ ضعیف اور کچھ ثقہ وقوی ہیں جب تک ان کے پورے نام کا علم نہ ہو تب تک ان کا تعین مشکل ہے۔

۲۔ سفیان ثوری

فقہ میں ان کا مقام بلند مانا جاتا ہے لیکن حدیثوں میں تدلیس کرنے کی عادت تھی یعنی غیر واقعہ کو واقعہ بنا کر پیش کردیتے تھے اور غیر مستند افراد کو ثقہ راوی بنا کر پیش کردیتے تھے ان کے بارے میں عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ

''سفیان ثوری حدیث سنا رہے تھے کہ میں (ابن مبارک) پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ حدیث میں تدلیس کررہے ہیں (یعنی اپنی طرف سے کمی وزیادتی کررہے ہیں) انھوں نے مجھے دیکھا تو بہت شرمندہ ہوئے'' (تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴ ص ۱۱۵)

۳۔ سماک

اس نام کے کئی راویوں کا تذکرہ علم رجال کی کتابوں میں ملتا ہے لیکن جس سماک سے قبیضہ بن ہلب نے روایات بیان کی ہیں ان کا پورا نام سماک بن حرب بن اوس بن خالد بن نزار الذھلی الکبری کنیت ابو مغیر کوفی ہے''

(تہذیب الکمال جلد نمبر ۱۲ ص ۱۵۰ میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ ص ۲۳۲)

سماک کے بارے میں امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ سماک کی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں اور امام شعبہ نے فرمایا ''وہ ضعیف تھا'' (تہذیب الکمال جلد نمبر ۱۲ ص ۱۱۵ میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ ص ۲۳۲)

اسی طرح ابن مبارک امام صالح جزرہؒ اور امام نسائی کے نزدیک بھی یہ سماک ضعیف ہے (تہذیب التہذیب جلد نمبر ۸ ص ۳۵ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد نمبر ۲۲ ص ۴۹۳) ابن عمار فرماتے ہیں کہ سماک غلط حدیثیں بیان کرتا ہے اسی طرح امام یعقوب بن شعبہ فرماتے ہیں کہ سماک کی حدیثیں بیان کے قابل نہیں ہیں'' [۳۸]

(میزان الاعتدال جلد نمبر ۶ ص ۲۳۲ طبع بیروت)

سماک کے بارے میں مزید تفصیل معلوم کرنے کے لیے ''حی علی الصلوٰۃ الرسولؐ'' صفحہ نمبر ۱۰۴ تا صفحہ ۱۰۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

قبیضہ بن ہلب

یہ مسند احمد کی حدیث کے آخری راوی ہیں ان کے متعلق جناب مسعود نوازش نے ''حی علی الصلوٰۃ الرسولؐ'' کے صفحہ نمبر ۱۰۷ تا ص ۱۱۰ تک بڑی مفصل بحث کی ہے ہم وہاں سے مختصراً اتنا لکھتے ہیں کہ

۱۔ امام نسائی لکھتے ہیں کہ یہ مجہول ہے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد نمبر ۸ ص ۳۵۹ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد نمبر ۲۳ ص ۴۹۳)

۲۔ امام بخاری کے استاد امام علی بن مدینی فرماتے ہیں

''یہ مجہول ہے اس سے سوائے سماک کے کسی نے روایت نہیں کی''

(امام ذہبی کی میزان الاعتدال فی انقد الرجال جلد نمبر ۳ ص ۳۸۴ طبع بیروت)

آخری گزارش

جس طرح ہم پہلے عرض کرچکے ہیں اور آخر میں پھر یہی گزارش کریں گے کہ اگر یہ روایت درست ہوتی تو امام احمد بن حنبل خود بھی اس پر عمل کرتے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے۔

---

[۳۸] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''حی علی الصلوٰۃ الرسولؐ'' ص ۹۸ تا ص ۱۱۰ طبع لاہور

Scanned with CamScanner

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی پیش کردہ چوتھی حدیث

چوتھے نمبر پر مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے طبرانی سے حضرت وائل بن حجر والی ۳۹ ایک روایت پیش کی ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت وائلؓ بن حجر سے مروی برادران اہل حدیثؒ کے نزدیک سب سے مضبوط حدیث صحیح ابن خزیمہ کی ہے جسے وہ بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں ہم اس کا ضعیف ہونا خود اہلحدیث علماء کی زبانی پیچھے بڑی تفصیل سے لکھ آئے ہیں وہیں رجوع کیا جائے۔

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی پیش کردہ پانچویں حدیث

اہل حدیث مصنف صاحب مولانا محمد صادق سیالکوٹی محض تعداد بڑھانے کے لیے ہر قسم کی کمزور روایات نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ

ابن ابی حاتم اور بیہقی میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں

ضَع یَدَکَ الیمنٰی عَلَی الشمال عندالنحر

ترجمہ: یعنی دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ'' ۴۰

اس سلسلے میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہ رسول کائنات کا فرمان نہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے جناب مسعود نواز اپنی تحقیقی کتاب ''حی عَلَی الصلوٰۃ الرسولؐ'' کے صفحہ نمبر ۱۳۲ پر حضرت ابن عباسؓ والی روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے سنن کبریٰ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے سلسلہ سند میں ایک راوی روح بن مسیّب ہے اختصار کے پیش نظر یہاں صرف اس راوی کے متعلق علمائے حدیث کی آراء کا جائزہ پیش کریں گے تا کہ اس روایت کی حقیقت واضح ہو سکے۔

---

۳۹ صلوۃ الرسول صفحہ نمبر ۱۸۸ اشاعت کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۴۰ صلوۃ الرسول صفحہ نمبر ۱۸۹

روح بن مسیّب کے متعلق محدثین کی آراء

۱۔ انکے متعلق ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ حدیثیں بیان کرتا ہے (میزان الاعتدال فی نقد الرجال جلد نمبر ۲ ص ۶۱ طبع بیروت)

۲۔ امام ابن حبانؒ نے کہا یہ ثقہ راویوں سے غیر محفوظ حدیثیں بیان کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں (میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ ص ۶۱)

سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق اہل حدیث برادران کا کل اثاثہ

اہل حدیث مصنف فضیلۃ الشیخ ابوالاشبال احمد شاغف بہاری کا دفاع حدیث پر تحقیقی مضامین کا ایک مجموعہ ''مقالات شاغف'' کے نام سے چھپا ہے اس میں وہ ''مؤمل بن اسمٰعیل'' کی توثیق کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت ''صحیح ابن خزیمہ وغیرہ میں موجود ہے اور اس کی تائید مسند احمد کی صحیح روایت سے ہوتی ہے نیز اسی مضمون کی سنن ابی داؤد میں ایک مرسل صحیح حدیث موجود ہے'' ۴۱

گویا اہل حدیث برادران سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق سب سے پہلے صحیح ابن خزیمہ کی روایت پیش کرتے ہیں جو امام بخاری اور علامہ ناصر الدین البانی کے نزدیک ضعیف ہے اور مولانا ابوالاشبال احمد شاغف بہاری نے بھی دبے لفظوں میں اسے ضعیف تسلیم کر لیا ہے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے) دوسرے نمبر پر مسند احمد حنبل کی روایت (جس پر امام احمد حنبل نے خود بھی عمل نہیں کیا اور ہم اس پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں) اور اس کے بعد سنن ابی داؤد کی مرسل روایت باقی اگر کوئی روایت ہے تو وہ محض تعداد بڑھانے کے لیے ہے جن پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں البتہ بڑے بڑے اہل حدیث علماء خود حقائق سے باخبر ہونے کے باوجود عوام کو کس طرح مغالطہ دینے اور انہیں تسلیاں دینے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ باقی لوگوں میں اہل حدیث کا رعب قائم رہے ملاحظہ فرمائیں۔

---

۴۱ مقالات شاغف ص ۱۷۸ اشاعت کردہ بیت الحکمت لاہور

اہل حدیث علماء کے نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق دلچسپ وعجیب بیانات اور ہمارا سوال کہ نماز میں ہاتھ باندھنے والی مستند احادیث آخر کہاں ہیں؟

ہم انتہائی معذرت سے اہل حدیث علماء کے بیانات دوبارہ یکجا نقل کرتے ہیں علامہ ناصر الدین البانی صحیح ابن خزیمہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت کے متعلق تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی اسناد ضعیف ہے لیکن ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ یہ ''حدیث دیگر سندوں سے اس معنی میں مروی ہونے کی وجہ سے صحیح ہے سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق کئی احادیث موجود ہیں جو اس پر شاہد ہیں'' [۴۲] وہ دیگر احادیث کونسی ہیں اور کہاں ہیں علامہ ناصر الدین ان کی نشاندہی نہ کر سکے اسی طرح **مولانا محمد صادق سیالکوٹی ابی داؤد کی ایک مرسل روایت نقل کر کے خود ہی لکھتے ہیں کہ**

''گو یہ حدیث مرسل ہے لیکن دوسری مستند احادیث سے مل کر قوی ہوگئی'' [۴۳]

واضح رہے کہ ہم نے مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی پیش کردہ صحیح ابن خزیمہ مسند احمد اور دیگر کتب کی احادیث کو خود اہلحدیث علماء کی زبانی ضعیف ثابت کر دیا ہے کاش مولانا سیالکوٹی ان مستند احادیث کی نشاندہی کر دیتے اسی طرح

اہل حدیث مصنف مولانا ابوالاشبال احمد شاغف بہاری کا بیان ملاحظہ ہو

مولانا ابوالاشبال صحیح ابن خزیمہ کی روایت کے راوی مؤمل بن اسماعیل کے متعلق لکھتے ہیں ''تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال وتہذیب التہذیب میں ہے

[۴۲] حاشیہ ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۲۴۳ طبع کراچی   [۴۳] صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸

کہ امام بخاری نے ان کو منکر الحدیث کہا ہے اور امام بخاری جس راوی کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں ان سے روایت لینا جائز نہیں لہٰذا مخالفین کو موقع مل گیا کہ دیکھو یہ روایت قابل قبول نہیں اس جرح کے باوجود مسلک اہل حدیث پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ انکے پاس اور صحیح روایتیں موجود ہیں صرف اسی پر اعتماد نہیں'' [۴۴] ہم کہتے ہیں کاش مولانا احمد شاغف بہاری ہی اُن صحیح اور مستند روایات کی نشاندہی کر دیتے ہم بار بار کہتے ہیں کہ ویسے تو اہل حدیث علماء چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر کئی کئی احادیث اٹھا لاتے ہیں لیکن نماز جیسے اہم مسئلے پر بڑے بڑے بزرگ اہل حدیث علماء کا ٹال مٹول سے کام لینا صاف بتلا رہا ہے کہ اس اہم مسئلے پر ہمارے اہل حدیث برادران نہ تو صحاح ستہ سے کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں اور نہ ہی باقی کتب احادیث سے کوئی مستند روایت ان کے پاس ہے ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارے ان بھائیوں کے پاس سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں۔

امام شوکانی کا بیان

بات تھوڑی لمبی ہو جائے گی لیکن ہم اپنے محترم قارئین کی دلچسپی کے لیے اسی طرح کا امام شوکانی کا ایک بیان نقل کرتے ہیں نیل الاوطار میں نماز میں ہاتھ باندھنے والی ایک ضعیف حدیث نقل کرنے کے بعد ان مذکورہ بالا اہل حدیث علماء کی طرح خود ہی لکھتے ہیں کہ

''اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں آئمہ حدیث کے درمیان اختلاف ہے بعض اسے صحیح تسلیم کرتے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک اسکے راوی ضعیف ہیں تاہم اس موضوع پر دوسری بہت سی احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے'' [۴۵]

واضح رہے کہ امام شوکانی بھی اُن صحیح احادیث کی نشاندہی نہ کر سکے۔

[۴۴] مقالات شاغف ص ۱۷۸   [۴۵] نیل الاوطار جلد نمبر ۲ ص ۲۳۶ طبع لاہور

محترم قارئین کو دعوت فکر:

بطور دلیل ضعیف اور جھوٹی احادیث پیش کی جائیں اور دعویٰ کیا جائے کہ ہمارے پاس مستند احادیث بھی موجود ہیں۔

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ یہ کہاں کا اصول ہے کہ صحیح ابن خزیمہ کے شارحین ایک حدیث کو ضعیف تسلیم کریں اور علامہ ناصر الدین البانی یہ کہہ کر بات گول کر جائیں کہ اس موضوع پر ہمارے پاس مستند احادیث موجود ہیں لیکن ان کی نشاندہی نہ کریں دوسرے اہل حدیث مصنف مولانا محمد صادق سیالکوٹی ابی داؤد کی ایک مرسل روایت پیش کر کے اس کے اوپر صحیح ابن خزیمہ کی وہی حدیث تحریر کریں جسے علامہ ناصر الدین البانی ضعیف تسلیم کر چکے ہیں اور اس کے بعد مسند احمد وغیرہ سے ضعیف احادیث پیش کر کے کہیں کہ ہمارے پاس مستند احادیث بھی موجود ہیں اسی طرح مولانا احمد شاغف بہاری وہی ضعیف حدیث پیش کریں اور تسلیم بھی کریں کہ امام بخاری اسے ضعیف کہتے ہیں لیکن دوسرے اہل حدیث علماء کی طرح زبانی دعویٰ کریں کہ ہمارے پاس صحیح احادیث بھی موجود ہیں اس کے علاوہ نیل الاوطار میں امام شوکانی نماز میں ہاتھ باندھنے والی جو حدیث پیش کریں اس کے متعلق خود ہی تسلیم بھی کریں کہ اس کے راوی ضعیف ہیں لیکن ساتھ یہ دعویٰ بھی کر دیا جائے کہ اس موضوع پر بہت ساری مستند احادیث موجود ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ آخر ہمارے ان اہل حدیث وہابیات بھائیوں کی کونسی مجبوری ہے کہ وہ دلیل کے طور پر تو ضعیف احادیث پیش کریں اور ساتھ دعویٰ کریں کہ ہمارے پاس صحیح احادیث بھی موجود ہیں حالانکہ سچی اور خدا لگتی بات یہی ہے کہ ہمارے ان بھائیوں کے پاس کوئی صحیح حدیث موجود ہی نہیں اگر ہوتی تو اسے چھپا کر ہرگز نہ رکھتے بلکہ ضرور پیش کرتے۔

امام ابن حزم اندلسی کا بیان

امام ابن حزم اندلسی جیسے باخبر شخص کو نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق تو کوئی صحیح حدیث نہ مل سکی لیکن وہ اپنے آبائی عقیدہ سے وابستہ بھی رہنا چاہتے تھے اس لیے نماز کی بحث کے شروع میں یہ فقرہ لکھ دیا کہ

”نمازی کے لیے قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا مستحب ہے“ ۲۶

اب بقول امام ابن حزم نماز میں ہاتھ باندھنا نہ ہی فرض ہے نہ سنت بلکہ فقط مستحب ہے یعنی اگر ہاتھ باندھ لیے جائیں تب بھی درست اور اگر نہ باندھے جائیں تب بھی ٹھیک ہے لیکن

اصل بات امام ابن حزم بھی نہ لکھ سکے

امام ابن حزم نے اتنی بات تو لکھ دی کہ نمازی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے لیکن اصل بات پھر وہیں رہ گئی کہ اس کے بعد ہاتھ ناف سے نیچے رکھے ناف کے اوپر رکھے پیٹ پر رکھے یا سینے پر آگے امام ابن حزم نے تقریباً وہی احادیث نقل کی ہیں جو ہم صحاح ستہ کے حوالے سے لکھ کر ان پر بحث کر چکے ہیں یہ احادیث نقل کرنے کے بعد

امام ابن حزم کا اعتراف

امام ابن حزم خود ہی اعتراف کرتے ہیں کہ ”یہ روایات اگرچہ مستند نہیں تاہم کم از کم اتنا ضرور ہے کہ یہ صحابہ کرام کا عمل ہے“ ۲۷

ہماری گزارش

ہم امام ابن حزم کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کریں گے کہ جب آپ پیغمبر گرامی کی سنت سے نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت نہیں کر سکے بلکہ آپ تسلیم کرتے

---

۲۶ المحلی جلد نمبر ۳ ص ۱۵۴ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری طبع لاہور ۲۷ المحلی جلد نمبر ۳ ص ۱۵۵

ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے والی روایات مستند نہیں تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ یہ صحابہ کرامؓ کا عمل ہے اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ آپ کے پاس سنت پیغمبرؐ سے کوئی دلیل نہیں ہے اب رہی یہ بات کہ صحابہ کرامؓ کا عمل کیا تھا وہ ہم تھوڑا آگے بڑی تفصیل سے بیان کریں گے لیکن پہلے

بعض علمائے اہل حدیث واہلسنت کا برملا اعتراف کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق پیغمبر گرامیؐ یا کسی صحابی سے کچھ بھی ثابت نہیں

برادران اہل سنت کی صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث کے مندرجہ بالا نا قابل تردید حقائق کی بنا پر بعض اہل حدیث واہل سنت علماء نے کھلے عام اعتراف کیا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ سے متعلق نہ تو پیارے نبی سے کچھ ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے کوئی مستند روایت موجود ہے بلکہ جو کچھ بھی ہے سب ضعیف ہے اس سلسلے میں

عرب سکالر علامہ عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم کا اعتراف حقیقت:

علامہ عمرو بن عبدالمنعم نے اپنی کتاب "عبادات میں بدعات" میں پہلے تو نماز میں ہاتھ باندھنے والی روایات پر بحث کر کے انہیں ضعیف قرار دیا ہے پھر آخر میں لکھا ہے کہ

"صحیح یہی ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ رکھنے کا تعین ثابت نہیں اور بعض علماء کا پرانا قول یہی ہے" ۴۸

یعنی نماز میں ہاتھ رکھنے کہاں ہیں یہ بات کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے اس کے بعد یہی عرب سکالر مزید اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"میں کہتا ہوں اسی طرح اس باب میں کسی ایک صحابی سے بھی کچھ ثابت نہیں ہے" ۴۹

پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے امام ابن المنذر نیشاپوری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ

"ہاتھ رکھنے کے سلسلے میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں" ۵۰ (کتاب الاوسط ۳/۴۳)

۴۸، ۴۹، ۵۰ "عبادات میں بدعات" ص ۱۳۰ مولفہ علامہ عمرو بن عبدالمنعم ترجمہ حافظ زبیر علیزئی طبع لاہور

سعودی عالم شیخ محمد بن عبدالوہاب کا اعتراف کہ نماز میں ہاتھ کہاں رکھنے میں کچھ بھی ثابت نہیں

امام ابن قیم کی کتاب "زاد المعاد" کی تلخیص شیخ محمد بن عبدالوہاب نے کی ہے جسے سعودی عرب کی وزارت اوقاف نے شائع کیا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"دونوں ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں" ۵۱

رہی حضرت علی کی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت تو اس کے متعلق علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ "امام نووی فرماتے ہیں اس حدیث کی تضعیف پر علماء نے اتفاق کیا ہے" (فقہ الحدیث ص ۳۰۶ طبع لاہور)

حنفی محقق شیخ محمد الیاس فیصل کا اعتراف حقیقت

نماز کے موضوع پر اپنی تحقیقی کتاب میں مولانا محمد الیاس فیصل لکھتے ہیں کہ "ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یا سینہ پر اس پر کوئی قطعی اور یقینی نص موجود نہیں البتہ دونوں طرف ایسی روایات موجود ہیں جن پر علمائے سند نے کلام کیا ہے تاہم ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات نسبتاً زیادہ واضح اور ثابت ہیں" ۵۲

ہم کہتے ہیں کہ جب محترم شیخ محمد الیاس فیصل خود تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں طرف والی روایات کمزور ہیں تو پھر کم ضعیف اور زیادہ ضعیف والی بحث کا کیا فائدہ البتہ شیخ محمد الیاس فیصل صاحب نے اہل حدیث برادران کی صحیح ابن خزیمہ مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ سے پیش کردہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات پر علمی بحث کر کے انہیں ضعیف قرار دیا ہے جو برادران تسلی کرنا چاہیں وہ "نماز پیغمبرؐ" کے صفحہ نمبر ۱۲۰ تا صفحہ نمبر ۱۲۳ پر رجوع کریں ہم بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایات" پر گذشتہ صفحات پر بحث کر چکے ہیں۔

۵۱ ملاحظہ ہو مختصر زاد المعاد ص ۲۸ تالیف شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ترجمہ سعید احمد قمر الزمان ندوی طبع سعودی عرب ۵۲ نماز پیغمبر ص ۱۲۰ مولفہ شیخ محمد الیاس فیصل شائع کردہ سنی پبلیکیشنز لاہور

Scanned with CamScanner

اہل حدیث مصنف مولانا محمد اسماعیل سلفی تسلیم کرتے ہیں

مولانا محمد اسماعیل سلفی اپنی کتاب ''رسول اکرم کی نماز'' میں یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ''چونکہ ہاتھ باندھنے کی فرضیت ثابت نہیں اس لیے نماز کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں نماز کسی طرح بھی پڑھیں ہو جائے گی'' ۵۳

مفسر قرآن مولانا عبدالحمید سواتی کا کھلا اعتراف کہ نماز میں ہاتھ باندھنے والی احادیث درجہ دوم اور سوم کی ہیں یا ضعیف ہیں

مفسر قرآن مولانا عبدالحمید سواتی بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے نماز کے موضوع پر بڑی مفصل کتاب لکھی ہے اس میں نماز میں ہاتھ باندھنے والی احادیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''اس بارے میں سب مرفوع احادیث درجہ دوم اور سوم کی ہیں یا ضعاف (یعنی ضعیف) ہیں امام اعظم ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اقرب الی التعظیم قرار دیتے ہیں'' ۵۴

علامہ سواتی نے نماز میں ہاتھ باندھنے والی احادیث کے لیے لفظ مرفوع استعمال کیا ہے مرفوع حدیث کی تعریف سنئے۔

مرفوع حدیث کسے کہتے ہیں؟

علامہ ناصر الدین البانی کی کتاب فقہ الحدیث میں مرفوع حدیث کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ

''وہ حدیث جس کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اسکی سند متصل ہو یا نہ ہو'' ۵۵

حنفی سکالر مولانا عبدالحمید سواتی کی تحریر سے واضح ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے

---

۵۳ رسول اکرم کی نماز ص ۶۶ ۵۴ نماز مسنون کلاں ص ۳۲۰ طبع گوجرانوالہ ۵۵ فقہ الحدیث ص ۵۰ تحقیق وافادات علامہ ناصر الدین البانی ترتیب وافادات حافظ عمران ایوب لاہوری شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

متعلق وہ سب احادیث جن میں ہاتھ باندھنے کو پیغمبر گرامیؐ سے منسوب کیا گیا ہے وہ دوسرے یا تیسرے درجے کی ہیں یا پھر ضعیف ہیں اور امام اعظم نماز میں ہاتھ ناف سے نیچے باندھنے کا جو حکم دیتے ہیں وہ کسی حدیث کو سامنے رکھ کر نہیں دیتے بلکہ امام صاحب کے نزدیک اس میں تعظیم کا پہلو ہے ہم کہتے ہیں یہ امام اعظمؒ کی ذاتی رائے ہے حکم رسول عربی نہیں اور اگر اپنی رائے پر ہی عمل کرنا ہے تو پھر انسان دست بستہ کھڑا ہو جائے اس میں زیادہ عاجزی پائی جاتی ہے اس کے علاوہ امام ابوحنیفہ کو ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث بھی نہیں مل سکی کیونکہ ان کی کتاب مسند امام اعظم میں ہاتھ باندھنے کا سرے سے ذکر ہی نہیں حوالہ آگے آ رہا ہے۔

محترم قارئین کی خدمت میں ایک اہم سوال؟

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ ہم نے صحاح ستہ کی نماز میں ہاتھ باندھنے والی روایات پیش کی ہیں اب اتنے بڑے ذخیرہ احادیث میں سے کوئی حدیث نہیں ملتی کہ پیارے نبی نماز میں ہاتھ کہاں باندھتے تھے پھر علمائے اہل سنت خود بھی اقرار کرتے ہیں کہ پیارے نبیؐ سے نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کا تعین ثابت نہیں بلکہ کسی صحابی سے بھی کچھ ثابت نہیں اور علمائے اہل سنت یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زیر ناف والی احادیث اور سینے والی احادیث دونوں ہی ضعیف ہیں علمائے اہل سنت یہ بھی جانتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے نماز میں جو زیر ناف ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے وہ کسی حدیث کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ اس میں تعظیم کا پہلو پایا جاتا ہے تفصیل پیچھے گزر چکی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

مضبوط دلیل نہ ہونے کے باوجود پھر بھی ہاتھ باندھنے کی ضد کیوں؟

یہ سوال اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ کتب احادیث سے کوئی مستند حدیث نہ ملنے کے باوجود اور یہ بات تسلیم کرنے کے باوجود کہ پیغمبر گرامیؐ سے نماز میں ہاتھ

باندھنے سے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں ہے آخر پھر بھی ہاتھ باندھنے پر اصرار کیوں ہے اس اہم سوال کے جواب میں بعض علمائے اہل سنت اھلحدیث بڑی عجیب بات کہتے ہیں مثلاً علامہ برجندی شرح وقایہ میں لکھتے ہیں کہ

ہاتھ باندھنے سے شیعہ سنی کی تمیز رہتی ہے

''چونکہ روافض ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اس لیے ہاتھ باندھنے سے تمیز باقی رہتی ہے''۵۶

یعنی بقول علامہ برجندی نماز میں ہاتھ باندھنے کی حکمت فقط یہی ہے کہ شیعہ سنی کا فرق معلوم ہوتا رہے کہ اگر کوئی ہاتھ کھول کر پڑھ رہا ہے تو شیعہ ہے اور اگر ہاتھ باندھ کر پڑھ رہا ہے تو پھر سنی ہے اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام احمد کہتے ہیں کہ قبروں کو اوپر سے ہموار کرنا سنت ہے لیکن چونکہ شیعہ ایسا کرتے ہیں اس لیے سنی لوگ اوپر سے قبروں کو کوہان بنائیں۔

شاہ اسمٰعیل شہید کا حقیقت پر مبنی بیان

شاہ اسمائیل دھلوی شہید نے بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کی ایسی ہی وجہ بیان کی ہے اپنی کتاب تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین میں وہ لکھتے ہیں کہ

يُحكَى اَنَّهُ (الامام مالك) حَكَمَ بِالْاَرسَالِ مَعَ اَنَّهُ كَانَ مَشْهُورًا فِي القَرنِ الْاَوَّلِ وَاتَّفَقَ عَلَيهِ اكثرُ العُلَمَآءِ فِي الْقُرُونِ الْاُخرِ وَقَالُوا ايضًا اِنَّ هٰذَا الفِعلَ فِي هٰذِهِ البَلَادِ تَشبِيهٌ بِالرَّوافِضِ حَيثُ تَرَكَ سِوَى المذهَبِ الحَنفِي فَلَم يَبقَ فَاعِلُوهُ غَيرَ الشِّيْعَةِ وَقدقَالَ النَّبِيُّ اِتَّقُوامَوَاضِعَ التُّهم قُلنَا هذامِن قصوركم حيث تركتموه فصَار شعارًا لهم فعليكم بالاتفاق على فعله ليلا يبق مختصًا به وترك السنة للتحرزعن التشبيه بالفرق الضَّاله غير مشروع''۵۷

۵۶ شرح وقایہ علامہ برجندی جلد نمبر ا ص ۱۰۲ طبع نولکشور لکھنؤ بحوالہ ارسال الیدین ص ۱۵ مولفہ علامہ مرزا یوسف حسین ۵۷ تنویر العینین شائع کردہ مکتبہ فاروقی دھلی ۱۲۹۰ھ

ترجمہ: بیان کیا جاتا ہے کہ (امام مالک نماز میں) ہاتھ کھولنے کا حکم دیتے تھے وہ قرن اول کے مشہور امام تھے اور اکثر علماء نے دوسرے قرون اور صدیوں میں اس پر اتفاق کیا اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہاتھ کھولنے کا عمل ان ملکوں میں اب روافض سے مشابہت ہے جبکہ (اکثر ملکوں میں) سوائے حنفی مذہب کے سب متروک ہوگئے اور سوائے شیعوں کے (نماز میں ہاتھ کھولنے) پر عمل کرنے والا کوئی نہیں رہا تھا اور رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تہمت کے مقام سے بچو (یعنی اگر ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جائے تو آپ پر شیعہ ہونے کا گمان ہو سکتا ہے اس لیے اس تہمت سے بچنے کے لیے نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے) ہم کہتے ہیں (یعنی شاہ اسمٰعیل کہتے ہیں) نماز میں ہاتھ نہ کھولنا تمھاری کوتاہی ہے کہ تم نے اسے چھوڑ دیا اور یہ شیعوں کا نشان ہوگیا تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم (یعنی اہل سنت) ہاتھ کھولنے پر اتفاق کر جاؤ تاکہ ہاتھ کھولنا شیعوں کی نشانی نہ رہے اور سنت کو چھوڑنا اس ڈر سے کہ شیعوں سے مشابہت ہو جائے گی یہ بات شریعت میں جائز نہیں''

ہم اس بات کی وضاحت تو کر چکے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کی کوئی مستند حدیث اہلسنت کے کسی مکتبہ فکر کے پاس نہیں ہے اب نماز میں ہاتھ باندھنے کی مصلحت بھی معلوم ہوگئی کہ اس سے شیعہ سنی کی تمیز باقی رکھنا مقصود ہے چونکہ ہم نے پیارے نبی کی نماز کا طریقہ تلاش کرنا ہے اس لیے محترم قارئین کی تسلی کے لیے بات تھوڑی آگے بڑھاتے ہیں۔ لیکن پہلے مکتب اہلبیتؑ سے ضد پر مبنی چند دیگر مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مکتب اہل بیتؑ کی ضد میں بعض مستحبات کو ترک کرنے کی افسوسناک روش

شیعہ عالم دین سید اسد حیدر نجفی اپنی کتاب ''الامام الصادق جلد نمبر ا ص ۳۳۳ طبع لاہور میں بڑے افسوس سے لکھتے ہیں کہ

"حد ہو گئی کہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں صاف صاف لکھ دیا کہ اکثر فقہاء
نے بعض مستحبات کے ترک کر دینے کو ہی بہتر قرار دیا ہے اس لیے کہ رافضیوں نے
ان مستحبات کو اپنا شعار بنالیا ہے اب اگر ہم بھی ایسا کریں گے تو ان سے مشابہت پید
ہو جائے گی اور سنی اور رافضی میں امتیاز نہ رہ جائے گا حالانکہ یہ امتیاز رافضیوں سے قطع
تعلق کے لیے انتہائی ضروری ہے ان سے قطع تعلق کی مصلحت مستحب کی مصلحت سے
کہیں زیادہ اہم ہے۔

ہدایہ کے مصنف رقمطراز ہیں کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے ہم
بائیں ہاتھ میں صرف اس لیے پہنتے ہیں کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شیعوں نے اپنا
شعار بنالیا ہے حضرت غزالی فرماتے ہیں کہ قبروں کا مسطح بنانا مطابق شریعت تھا لیکن
چونکہ یہ رافضیوں کا شعار بن گیا ہے اس لیے ہم کوہان بناتے ہیں (الغدیر جلد نمبر ۱۰ ص
۲۱۰) شیخ محمد بن عبدالرحمن اپنی کتاب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مصر میں تحریر فرماتے
ہیں کہ مذہب شافعی کی بنا پر قبروں کا مسطح ہونا ہی بمطابق شرع اور افضل ہے لیکن امام
ابوحنیفہ اور امام احمد نے اس کی مخالفت کی ہے اس لیے کہ اب رافضیوں کا شعار بن چکا
ہے" "رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ص ۳۷ المطبعۃ المیریہ بولاق مصر ۱۳۰۰ھ" اب
ہم دوبارہ نماز میں ہاتھ باندھنے والے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

نماز میں ہاتھ باندھنے پر اصرار کرنے والوں کی توجہ کے لیے ایک انتہائی اہم بات

ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ اس انتہائی اہم بات کی طرف مبذول کرواتے ہیں
کہ کتب احادیث میں ایسے بہت سارے واقعات موجود ہیں کہ پیارے نبیؐ نے کسی
شخص کو پوری اور مکمل نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بعض مواقع
پر دوسرے صحابہ کرام کے سامنے نماز کا طریقہ تفصیل سے بیان کیا لیکن ہم یہ دیکھ کر

حیران رہ جاتے ہیں کہ نہ تو پیارے نبیؐ نے اور نہ ہی کسی محترم صحابیؓ نے طریقہ نماز
بتلاتے وقت ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ کوئی ایک صحابی نماز میں
ہاتھ باندھنے والی بات بھول گئے تھے تو دوسرے موقع پر کسی دوسرے صحابی نے جب
نماز نبویؐ کی تفصیل بتائی تو انھوں نے بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی
سننے والوں میں سے کسی نے یہ پوچھا کہ نماز میں اگر ہاتھ باندھتے ہیں تو وہ آپ نے
کیوں نہیں بتلایا ذیل میں پیغمبر گرامیؐ اور چند صحابہ کرامؓ کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کو نماز کا طریقہ بتلایا لیکن اس میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں

سب سے پہلے ہم پیغمبر گرامیؐ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس میں آپؐ نے
ایک شخص کو نماز سکھلائی لیکن اس میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا سرے سے ذکر ہی
نہیں بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد
میں تشریف لے گئے اتنے میں ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر آنحضرت کو سلام کیا
آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جا پھر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی وہ لوٹ گیا اور
پھر اسی طرح نماز پڑھی جیسے پہلے نماز پڑھی تھی پھر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا
آپؐ نے فرمایا جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی تین بار ایسا ہی ہوا آخر اس نے عرض
کیا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز
نہیں پڑھ سکتا مجھے سکھلایئے آپؐ نے فرمایا

اِذَا قُمتَ اِلَی الصَّلَاۃِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقرأ مَاتَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ القُرآنِ ثُمَّ ارکَع
حَتَّی تَطمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارفَعْ حَتَّی تَعتَدِلَ قَائِماً ثُمَّ اسجُد حَتَّی تَطمَئِنَّ
سَاجِدًا ثُمَّ ارفَع حَتَّی تَطمَئِنَّ جَالِسًا وَافعَل ذٰلِكَ فِی صَلَاتِكَ کُلِّهَا

ترجمہ: (آنحضرتؐ نے اس شخص سے فرمایا) تو جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو

اللہ اکبر کہہ پھر جو قرآن تجھے یاد ہے آسانی سے پڑھ سکے (حالت قیام میں) پڑھ پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کر پھر سر اٹھا سیدھا کھڑا ہو جا پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدے سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ (پھر دوسرا سجدہ کر) اس طرح ساری نماز پڑھ'' ۵۸

سنن ابی داؤد کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

آنحضرتؐ نے اس شخص سے فرمایا

''تکبیر کہہ اور سورہ فاتحہ پڑھ اور جو اللہ چاہے قرآن میں سے پڑھ جب رکوع کرے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ اور اپنی پیٹھ کو پھیلا اور برابر رکھ اور جب سجدہ کرے تو ٹھہر جا اپنے سجدے میں جب سر اٹھائے تو بیٹھ اپنی بائیں ران پر'' ۵۹

مسند احمد ابن حنبل میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ

جب (رکوع سے) سر اٹھاؤ تو اپنی پشت کو بالکل سیدھا کرو یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ آئیں'' ۶۰

صحیح ابن خزیمہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ

آنحضرتؐ نے مکمل نماز کا طریقہ بیان کرنے کے بعد فرمایا ''پس جب تو اس طرح کرے گا تو تیری نماز پوری ہو جائے گی اور اس میں کچھ کوتاہی کی تو تیری نماز ناقص و نامکمل رہے گی'' ۶۱

دارمی شریف میں ہے کہ

آنحضرتؐ نے چاروں رکعتوں کا طریقہ بیان کرنے کے بعد فرمایا

---

۵۸ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۵۰۰ ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ تاج کمپنی کراچی
۵۹ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۳۶۴ ترجمہ مولانا الزمان ۶۰ مسند احمد جلد نمبر ۱ ص ۵۵۲ شائع کردہ فرید بک شال لاہور ۶۱ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۵۰۸ ترجمہ مولانا محمد ادریس سلفی

''تم میں سے کسی شخص کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ ایسا نہ کرے'' ۶۲

مندرجہ بالا کتب احادیث کے علاوہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ ۶۳ جامع ترمذی ۶۴ اور دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔

قارئین کے لیے دعوت فکر

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ پیغمبر گرامی کی بتلائی ہوئی بلکہ سکھلائی ہوئی نماز میں غور فرمائیں کہ پیارے نبیؐ ایک صحابی کو مکمل نماز کا طریقہ بتا رہے ہیں آپؐ نے رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنے کی وضاحت فرمائی رکوع میں کمر پھیلا کر اور برابر رکھنے کا حکم دیا رکوع سے اٹھنے کے بعد اس طرح کھڑا ہونے کا حکم دیا کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جائے پھر سجدہ کرنے کی تفصیل بیان فرمائی تشہد میں بیٹھنا کس طرح ہے اس کی وضاحت فرمائی لیکن پیارے نبیؐ نے حالت قیام میں ہاتھ باندھنے کا کوئی حکم نہیں دیا مندرجہ بالا کتب احادیث کے علاوہ برادران اہل سنت کی دیگر کتب احادیث میں بھی یہ واقعہ موجود ہے آپ کسی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیں پیغمبر گرامی کسی جگہ بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے نظر نہیں آئیں گے۔

جب آنحضرتؐ کے فرمان میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں ہے تو ہم کیوں ہاتھ باندھیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے اس شخص کو نماز سکھلاتے ہوئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا تو پھر ہم کیوں ہاتھ باندھیں اور پر دارمی شریف میں آنحضرتؐ کے فرمائے ہوئے الفاظ میں غور فرمائیں آنحضرتؐ فرماتے ہیں

---

۶۲ دارمی شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۴۷ ترجمہ محمد محی الدین جہانگیر طبع لاہور ۶۳ ابن ماجہ جلد نمبر ۱ ص ۵۲۱ ترجمہ مولانا وحید الزمان ۶۴ جامع ترمذی جلد نمبر ۱ ص ۱۳۵

Scanned with CamScanner

کہ جب تک تم ایسا نہیں کرو گے تمہاری نماز نہیں ہوگی اب اگر نماز میں ہاتھ باندھنے کا اضافہ ہم اپنی طرف سے کرلیں تو کیا ہماری نماز ہوجائے گی یقیناً ہر ذی شعور کا جواب یہی ہوگا کہ ہماری نماز صرف اور صرف اسی طریقے سے قابل قبول ہوگی جو طریقہ پیغمبر گرامی کا بتایا ہوا ہوگا خیر ہم اپنی بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اپنے محترم قارئین کی خدمت میں جلیل القدر صحابہ کرام کا طریقہ نماز بیان کرتے ہیں۔

بخاری شریف سنن ابی داوٗد جامع ترمذی صحیح ابن خزیمہ کی آنکھیں کھول دینے والی حدیث :۔ ایک بزرگ صحابیؓ ابوحمیدؓ ساعدی کا پیغمبر اکرمؐ کی پوری نماز کا طریقہ بیان کرنا اور دس صحابہ کرامؓ کی تصدیق

بخاری شریف اور مندرجہ بالا دیگر کتب کی یہ حدیث حق اور حقیقت کے متلاشی ہر انصاف پسند مسلمان کے دل و دماغ کو مطمئن کرنے کے لیے کافی ہے صحابہ کرامؓ کی محفل ہے جس میں بزرگ صحابیؓ حضرت ابوحمیدؓ ساعدی کے علاوہ دس دیگر صحابی موجود ہیں اس محفل میں پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت ابوحمید ساعدیؓ نے کہا کہ:

"أنا كنت أحفظكم لِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم"

ترجمہ: "میں تم سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو خوب یاد رکھنے والا ہوں۔"٦٥

اسکے بعد یہ بزرگ صحابیؓ ابوحمید ساعدیؓ آنحضرت کی پوری نماز بیان کرتے ہیں جسے اہل سنت محدثین نے بڑی تفصیل سے اپنی کتب میں درج کیا ہے ہم اس کی تفصیل بخاری شریف سے نقل کرتے ہیں۔

بخاری کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

٦٥۔ تیسیر الباری شرح بخاری جلد ا ص ٥٤٦ طبع کراچی

رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِن رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ القِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ اليُسْرَى وَنَصَبَ اليُمنى وإذا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ اليُسْرَى وَنَصَبَ الأُخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ

ترجمہ: "میں نے دیکھا پیغمبر اکرمؐ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں مونڈھوں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی پیٹھ جھکا کر سر اور گردن کے برابر کردیتے پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہوجاتے آپ کی پیٹھ کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی اور جب سجدہ کرتے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے اور جب دو رکعتیں پڑھ چکتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھتے جب اخیر رکعت پڑھ چکتے بایاں پاؤں آگے کرتے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھتے اور سرین کے بل بیٹھتے"٦٦

امام ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں اس حدیث کو کئی جگہ پر درج کیا ہے ملاحظہ ہو ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۵۹۲ ص ٦١٢ ص ٦١٦ ص ٦٢٠

صحیح ابن خزیمہ کے الفاظ نے پیارے نبیؐ کے قیام کا واضح نقشہ پیش کردیا

بخاری شریف کی طرح صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے اس میں

٦٦۔ تیسیر الباری شرح بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد نمبر ا صفحہ ٥٤٦ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور سنن ابی داؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جلد نمبر ا ص ٣١٥ ترجمہ مولانا وحید الزمان جامع ترمذی جلد نمبر ا ص ٢٧ اطبع لاہور

تھوڑی سی مزید وضاحت موجود ہے اب جن لوگوں کے دلوں میں سنت رسول کا عشق ہے اور وہ نماز جیسی اہم ترین عبادت میں کسی ضد اور ہٹ دھرمی کی بجائے پیارے نبیؐ کی سنت کا اتباع کرنا چاہتے ہیں وہ ابن خزیمہ کی حدیث مبارکہ کے الفاظ میں غور فرمائیں کہ آنحضرتؐ نماز میں داخل ہونے کے بعد کس طرح کھڑے ہوتے صحیح ابن خزیمہ میں انہی صحابی حضرت ابو حمیدؓ ساعدی کی بیان کردہ حدیث میں تھوڑی مزید تفصیل موجود ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلّم إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنكِبَيهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَاعتَدَلَ قَائِمًا حَتّٰى يَقِرَّ كُلُّ عَظمٍ فِي مَوضِعِهِ مُعتَدِلًا ثُمَّ يَقرَأُ

ترجمہ: (حضرت ابو حمیدؓ ساعدی روایت کرتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کے مقابل تک اٹھاتے پھر اللہ اکبر فرما کر سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک ٹھکانے لگ جاتی پھر آپ قراءت فرماتے'' ۶۷

اگر اب بھی کسی کو پیارے نبیؐ کے ہاتھ کھلے ہونے میں شک ہے تو انکی مزید تسلی کے لیے

جو لوگ خلوص نیت سے نماز پیغمبر گرامیؐ سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں وہ مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ میں غور فرمائیں کہ پیارے نبی تکبیر کہنے کے بعد کیا کرتے حدیث کے الفاظ ہیں

''وَاعتَدَلَ قَائِمًا''

ترجمہ: ''(پیغمبر گرامیؐ) سیدھے کھڑے ہو جاتے۔''

۶۷ صحیح ابن خزیمہ جلد جلد نمبر ا ص ۶۱۲ طبع کراچی

اس کے باوجود اگر کوئی شخص عذر کرے کہ پیارے نبیؐ کے ہاتھ کھلے ہونے والی بات اس پر واضح نہیں ہو سکی تو وہ پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث کو غور سے پڑھے جس میں آنحضرتؐ نے ایک شخص کو نماز سکھلائی اور فرمایا کہ جب تکبیر کہہ کر کھڑا ہو تو قرآن کی تلاوت کر اسکے بعد رکوع کر پھر سیدھا کھڑا ہو جا بخاری اور ابی داؤد کے الفاظ ہیں کہ رکوع کرنے کے بعد

''حتی تعتدلَ قائِماً''

ترجمہ: پھر اُٹھ سیدھا کھڑا ہو جا'' ۶۸

اور صحیح ابن خزیمہ کے الفاظ ہیں کہ رکوع کرنے کے بعد

''ثُمَّ اعتَدِلَ قَائِمًا''

ترجمہ: ''پھر سیدھا کھڑا ہو جاتے''

دعوت فکر

اب ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ انصاف سے غور فرمائیں کہ کیا رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر ہاتھ باندھے جاتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ جس طرح رکوع کے بعد اَعتَدِلَ قَائِماً سے مراد بغیر ہاتھ باندھے سیدھا کھڑے ہونے کا حکم ہے اس طرح قیام میں بھی اَعتَدِل قَائِماً کے الفاظ ہیں وہاں پر اس سے مراد بغیر ہاتھ باندھے سیدھا کھڑا ہونا ہی مراد ہے اس کے علاوہ حدیث پیغمبر گرامیؐ خود بھی پکار کر بتا رہی ہے کہ اس میں ہاتھ باندھنے کے الفاظ نہیں ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ کی حدیث کے باقی الفاظ میں بھی اگر انصاف سے غور کیا جائے تو نماز میں ہاتھ کھلے رکھنا ہی ثابت ہوتا ہے

صحیح ابن خزیمہ کے الفاظ ہیں کہ تکبیر کہنے کے بعد پیارے نبی کا عمل یہ ہوتا کہ

۶۸ ابی داؤد جلد نمبر ا ص ۳۶۲ ترجمہ مولانا وحید الزمان تیسیر الباری جلد نمبر ا ص ۵۰۰ طبع کراچی

اَعْتَدَلَ قَائِمًا یعنی آپ سیدھے کھڑے ہو جاتے آگے حدیث کے الفاظ ہیں

حَتّٰی یَقِرَّ کُلُّ عَظْمٍ فِی مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ یَقْرَأُ

ترجمہ: (آپؐ اس طرح سیدھے کھڑے ہوتے) یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک ٹھکانے لگ جاتی پھر آپ قرأت فرماتے (ابن خزیمہ ۱/۶۱۲)

اب ہر ہڈی اپنے ٹھکانے لگ جانے کا مفہوم کیا ہے اور اس سے ہاتھ کھولنا کس طرح ثابت ہوتا ہے۔

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی زبانی سنئے

واضح رہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے والا عمل محترم علمائے اہل سنت کے دل و دماغ پر اس طرح سوار ہے کہ ان میں سے بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد بھی ایک دفعہ ہاتھ باندھے، پھر اس کے بعد سجدہ کیا جائے۔ ایسے علماء کے جواب میں مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتے ہیں کہ "جب تک کسی نص سے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا ثبوت پیش نہ کیا جائے۔ اس وقت تک اس کے مسنون ہونے کا دعویٰ محل نظر ہے بلکہ اس صورت میں وضع الیدین (ہاتھ باندھنے) کی بجائے ارسال الیدین (ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دینے) پر عمل کرنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ ایک فطری عمل ہے علاوہ ازیں حدیث

حتی یرجع العظام الی مفاصلها

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد اس طرح اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام ہڈیاں اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ آتیں) سے اسی ارسال الیدین کی تائید ہوتی ہے"۶۹

ہماری مؤدبانہ گزارش

ہم بڑے ادب سے مفتی اعظم سعودی عرب اور دیگر علمائے اہل حدیث واہل

۶۹ رسول خدا کی نماز (کیفیۃ صلوۃ النبی) ص ۱۳ شائع کردہ دارالسلام لاہور

سنت کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر رکوع کرنے کے بعد حدیث مبارکہ کے مطابق پیارے نبیؐ سیدھے کھڑے ہوتے کہ تمام ہڈیاں اپنے جوڑوں کی طرف لوٹ آتیں اس سے بقول آپ کے ارسال الیدین (یعنی ہاتھ کھلے رکھنے) کی تائید ہوتی ہے تو پھر اور پر صحیح ابن خزیمہ میں پیارے نبی کے قیام کا جو بیان موجود ہے اس کے الفاظ ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھیں کہ آنحضرتؐ "اللہ اکبر فرما کر سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک ٹھکانے لگ جاتی پھر آپ قرامت فرماتے"۷۰

اب اگر رکوع کے بعد پیارے نبیؐ اس طرح سیدھے کھڑے ہوں کہ تمام ہڈیاں جوڑوں کی طرف لوٹ آئیں تو اس سے نماز میں ہاتھ کھلے رکھنے ہیں تو قیام کی حالت میں وہی الفاظ موجود ہیں اور اسی طرح پیغمبر گرامیؐ سیدھے کھڑے ہوتے کہ تمام ہڈیاں اپنی جگہ آجاتیں اس سے بھی تو ہاتھ کھلے رکھنے کی ہی تائید ہوتی ہے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دیں اور ہمارے دل میں واقعی سنت پر عمل کرنے کا عشق ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف پلٹتے ہیں

نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تصدیق

دیکھیے ہم نے صحابی رسولؐ حضرت ابوحمیدؓ ساعدی کی زبانی پیارے نبی کی مکمل نماز پیش کی جب یہ صحابیؓ پیغمبر اکرمؐ کی ساری نماز بتلا چکے تو محفل میں موجود تمام صحابہ کرامؓ نے تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

"صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

ترجمہ: (ان صحابہ کرامؓ نے یہ سن کر کہا) سچ کہا تو نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے"۷۱

۷۰ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص [illegible] طبع کراچی ۷۱ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص [illegible] مترجم مولانا [illegible] شیخ غلام علی لاہور

Scanned with CamScanner

جو شخص خلوص نیت سے نبی کریمؐ کی نماز سیکھنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ حدیث کافی ہے

ہم ہر پڑھے لکھے شخص سے ایک مرتبہ پھر اپیل کرتے ہیں کہ وہ پورے خلوص نیت سے اپنے دل و دماغ کو حاضر رکھ کر اور بصیرت کی آنکھیں کھول کر اس حدیث مبارکہ کو پڑھے۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ بزرگ صحابہ کرام کی محفل میں (جن کی تعداد بقول امام ابی داؤد دس تھی اور جن میں حضرت ابو اسیدؓ ساعدی محمد بن مسلمہ ابوقتادہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے ہزاروں حدیثوں کے راوی تشریف فرما تھے) بیان فرماتے ہیں کہ پیغمبر گرامی نماز شروع کرتے تو ہاتھ مونڈھوں کے برابر لے جاتے رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما دیتے پیٹھ جھکا کر سر اور گردن برابر کر دیتے سجدہ کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے اپنے بازوؤں کو نہ بالکل بچھا دیتے اور نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا لیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلہ کی طرف رکھتے جب دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے وغیرہ وغیرہ جب حضرت ابوحمید ساعدیؓ پیغمبر اکرم کی نماز کی ساری کیفیت بیان کر چکے تو محفل میں موجود دس صحابہ کرامؓ نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے بالکل درست بیان کیا ہے آنخضرتؐ اسی طرح نماز پڑھتے تھے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

اگر نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم تھا تو پھر دس صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی سوال کیوں نہیں کیا؟

ہم کہتے ہیں کہ اگر ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر ہمارے تمام اہل سنت و اہل حدیث بھائی بخاری ترمذی ابن خزیمہ وغیرہ کی مذکورہ بالا حدیث میں غور فرمائیں کہ بزرگ صحابی حضرت ابوحمید ساعدیؓ نے پیارے نبی کی تکبیر تحریمہ سے لے کر تشہد تک ساری نماز تفصیل سے بیان کردی اور موقع پر موجود دس صحابہ کرامؓ نے اس نماز کی

تصدیق کر دی اگر خدانخواستہ حضرت ابوحمیدؓ ساعدیؓ یہ بتانا بھول گئے تھے کہ آنخضرتؐ نماز میں ہاتھ باندھتے تھے تو

کیا دس کے دس صحابہ کرامؓ نے بھی اس طرف توجہ نہیں دی؟

کتنی سیدھی اور سادہ سی بات ہے کہ جب حضرت ابوحمیدؓ ساعدی نے پیغمبر گرامیؐ کی ساری نماز بیان فرمادی تو یہ دس کے دس صحابہ کرام یک زباں ہو کر پوچھتے کہ آپ نے یہ تو بتایا کہ آنخضرت رکوع میں گھٹنوں کو اس طرح پکڑتے تھے سجدہ میں اپنے بازو اس طرح رکھتے تھے تشہد میں پاؤں اس طرح رکھتے تھے لیکن پیغمبر گرامیؐ ہاتھ کہاں باندھتے تھے یہ تو آپ بتانا بھول گئے۔

یہ حدیث مبارکہ واضح ثبوت ہے کہ اس زمانے میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا تصور نہیں تھا

ہم پوری دیانتداری سے اپنے محترم قارئین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اس حدیث سے روز روشن کی طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس زمانے میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا تصور ہی نہیں تھا۔

سنت پیغمبرؐ سے افعال نماز میں احتیاط کے مزید ثبوت

نماز میں قیام سے متعلق تو کافی بحث ہو چکی اس کے علاوہ رکوع و سجود اور تشہد وغیرہ کے متعلق آنخضرتؐ صحابہ کرامؓ کو کتنی احتیاط کا حکم دیتے تھے اس بارے میں بھی کتب احادیث میں بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے بطور نمونہ رکوع و سجود سے متعلق پیغمبر گرامی کا ایک اور حکم ملاحظہ فرمائیں ابن ماجہ میں حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ

''آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز درست نہ ہوگی جس میں آدمی رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے'' ۲ے

۲ے ابن ماجہ جلد نمبر۱ ص ۳۲۱ ترجمہ مولانا وحید الزماں

Scanned with CamScanner

اور صحیح ابن خزیمہ کے الفاظ ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کی نماز کافی نہیں ہوتی کہ جو اپنی پشت کو رکوع اور سجدہ میں سیدھا نہیں رکھتا'' ۳ے

آنحضرت تشہد (التحیات) میں پاؤں کیسے رکھتے تھے ام المومنین حضرت عائشہؓ کی زبانی:

پیغمبر گرامی ﷺ تشہد (التحیات) میں بیٹھنے کے بعد پاؤں کیسے رکھتے تھے اس بات کی تفصیل بھی کتب احادیث میں موجود ہے ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ:

''اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کَانَ یَقُولُ فِی الرَّکعَتَینِ التَّحِیَّۃَ وَکَانَ یَفرُشُ رِجلَہُ الیُسریٰ تَحتَ الیُمنیٰ''

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں (کے تشہد) میں التحیات پڑھتے اور اپنے بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں کے نیچے رکھتے'' ۴ے اور صحیح ابن خزیمہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث اپنے شواہد کی وجہ سے صحیح ہے واضح رہے کہ مکتب اہل بیتؑ میں تشہد میں پاؤں رکھنے کا یہی طریقہ ہے اب اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہوئے ہم چند دیگر صحابہ کرام کی زبانی نماز پیغمبر کی تفصیل بیان کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

صحابہ کرام کا بتایا ہوا طریقہ نماز جس میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں

اب ہم چند دیگر صحابہ کرامؓ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہیں جو انھوں نے مختلف مواقع پر لوگوں کو تعلیم کیا اور ان میں سے کسی صحابیؓ نے بھی لوگوں کو نماز سکھلاتے ہوئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا یہ واقعات پڑھ کر ہمارے محترم قارئین خود فیصلہ کرلیں کہ اصل حقائق کیا ہیں۔

۳ے ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۵۵۲ ۴ے صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۶۲۹ ترجمہ حافظ محمد ادریس سلفی طبع کراچی

نماز پیغمبر حضرت عقبہ بن عمرو انصاریؓ کی زبانی

حضرت عقبہ بن عمرو انصاری مشہور صحابی ہیں غزوہ احد اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ۵ے

آپ کی کنیت ابو مسعود تھی سنن ابی داؤد میں ان کی تعلیم کردہ نماز ملاحظہ فرمائیں۔

''زہیر بن حرب، جریر عطاء بن سائب سالم سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابی مسعودؓ عقبہ بن عمرو الانصاری کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی نماز بتاؤ وہ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے مسجد میں اور تکبیر کہی جب رکوع کیا تو دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کو ان سے نیچا رکھا اور کہنیوں کو جدا رکھا یہاں تک کہ ہر ایک عضو اپنے مقام پر جم گیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ ہر عضو اپنے مقام پر تھم گیا پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور کہنیاں جدا رکھیں کہ ہر عضو تھم گیا پھر سر اٹھایا اور بیٹھے یہاں تک کہ ہر عضو اپنے مقام پر تھم گیا پھر دوبارہ ایسا ہی کیا پھر چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں نماز کے بعد ہم نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا'' ۶ے

ہم اپنے محترم قارئین کو ایک مرتبہ پھر دعوت فکر دیتے ہیں کہ اس حدیث کو غور سے پڑھیں۔ صحابی رسولؐ حضرت عقبہؓ بن عمرو سے خواہش کی گئی کہ ہمیں بتائیں کہ پیارے نبیؐ نماز کس طرح پڑھتے تھے چنانچہ یہ صحابیؓ رکوع میں جانے کے بعد ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا اور پھر انگلیوں کو نیچا رکھنے کا ذکر کر رہے ہیں اس کے علاوہ رکوع وسجود میں کہنیوں کو جدا رکھنے کا ذکر کر رہے ہیں لیکن آنحضرتؐ کے نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر سرے سے موجود ہی نہیں اب دیکھنے والے صحابہ نے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے رسول اکرم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے غور فرمائیں کہ کسی صحابی

۵ے اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ جلد نمبر ۲ حصہ ششم ص ۵۶۹ ترجمہ مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی طبع لاہور

۶ے سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۳۶۵ ترجمہ مولانا وحیدالزمان طبع لاہور

Scanned with CamScanner

نے بھی یہ نہیں کہا کہ آنحضرتؐ ہاتھ کس جگہ رکھتے تھے انکا آپ نے ذکر ہی نہیں کیا اس سے ہر انصاف پسند فیصلہ کرسکتا ہے کہ زمانہ رسالتؐ میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا رواج نہیں تھا۔

پیغمبر اکرمؐ کی صحابہ کرامؓ کو نماز سکھلانے والی حدیث حضرت ابوموسیٰؓ کی زبانی

اس حدیث مبارکہ میں ایک بزرگ صحابی حضرت ابوموسیٰؓ کی زبانی پیارے نبیؐ کی نماز کی تفصیل بیان ہوئی ہے حضرت ابوموسیٰؓ اشعری فرماتے ہیں کہ

''کیا تم لوگوں کو پتہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو اپنی نماز میں کیا پڑھنا چاہیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا تھا اور اس کے آداب وضاحت کے ساتھ بیان کیے تھے آپؐ نے فرمایا تھا کہ جب نماز پڑھی جانے لگے تو تم میں سے ایک شخص تم لوگوں کی امامت کرے اور جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب غیر المغضوبِ عَلَیہِم وَلَاالضَّآلین کہہ کر رکوع میں جائے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا اور تم سے پہلے رکوع سے اٹھے گا...... پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدے میں جائے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدے میں جاؤ امام تم سے پہلے سجدے میں جائے اور تم سے پہلے سجدے سے اٹھے (پھر آگے تشہد وغیرہ کی تفصیل بیان فرمائی) ۷ے

محترم قارئین غور فرمائیں کہ یہاں بھی خود پیغمبر گرامیؐ نے صحابہ کرامؓ کو نماز کے آداب تعلیم کیے اور اس کے طریقہ کی وضاحت فرمائی لیکن ہاتھ باندھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

نماز پیغمبر اُم المومنین حضرت عائشہؓ کی زبانی: ساری تفصیل موجود لیکن ہاتھ باندھنے کا ذکر کیوں موجود نہیں؟

ہم اپنے محترم قارئین کی مزید تسلی کے لیے برادران اہل سنت کی مستند ترین

۷ے ملاحظہ ہو سنن دارمی شریف جلد نمبر ۱ ص ۴۸۵ ترجمہ محمد محی الدین عمار طبع لاہور

کتاب صحیح مسلم سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے پیارے نبیؐ کی مکمل نماز بیان فرمائی ہے کہ پیغمبر گرامیؐ نماز کی ابتدا کیسے کرتے تھے رکوع سے اٹھتے کیسے تھے سجدہ کیسے کرتے تھے تشہد (التحیات) میں پاؤں کیسے رکھتے تھے وغیرہ وغیرہ یہ ساری تفصیل تو موجود ہے لیکن آنحضرتؐ کے نماز میں ہاتھ باندھنے کا ذکر کیوں موجود نہیں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

''ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو اللہ اکبر کہہ کر شروع کرتے اور قراءت کو الحمدللہ رب العالمین سے (تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ سے کہتے) اور جب رکوع کرتے تو سر کو نہ اونچا رکھتے نہ نیچا بلکہ (پیٹھ کے برابر رکھتے) بیچ میں اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ سیدھا بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعت کے بعد (قعدے میں) التحیات پڑھتے اور بایاں پاؤں بچھا کر داہنا پاؤں کھڑا کرتے اور منع کرتے شیطان کی بیٹھک سے اور منع کرتے تھے اس بات سے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر درندے جانور کی طرح بچھائے اور نماز کو سلام سے ختم کرتے تھے'' ۸ے

یہی روایت مسند احمد حنبل میں بھی موجود ہے ہم یہاں یہ بات ایک مرتبہ پھر واضح کرتے جائیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پیغمبر گرامیؐ کی دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں لیکن انھوں نے نہ ہی اوپر نقل کی گئی حدیث میں اور نہ ہی اپنی بیان کردہ کسی اور حدیث میں کبھی بتایا کہ آنحضرتؐ نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تھے بلکہ مذکورہ بالا حدیث تو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا رواج نہیں تھا۔

نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور صحابی حضرت مالک بن الحویرثؓ کی زبانی

حضرت مالک بن الحویرثؓ بصرہ کے رہائشی تھے ۸۰ے ان کا بیان ہے کہ ہم کئی

۸ے صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۸۴ ترجمہ مولانا وحید ان ماں ۹ے الفتح الربانی ترجمہ مسند احمد حنبل جلد نمبر ۱ ص ۵۳۵ طبع لاہور ۱۸۰ اسد الغابہ جلد نمبر ۳ ص ۸۴ طبع لاہور

Scanned with CamScanner

نوجوان مرد رسول اللہ کے پاس آئے اور بیس راتیں قیام کیا جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو پیغمبر گرامیؐ نے انہیں نماز سے متعلق جو خصوصی تاکید فرمائی اس میں اپنی مشہور زمانہ حدیث بیان فرمائی کہ

"صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُونِی أُصَلِّی"

ترجمہ: "یعنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"۸۱

واضح رہے کہ امام بخاری اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو کتاب الاذان میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ کرامؓ کے اس وفد کو جب نماز کی تاکید فرمائی تو اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے صحیح ابن خزیمہ میں طریقہ نماز کا بھی ذکر ہے۸۲ مسند احمد حنبل میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

مسند احمد ابن حنبلؒ کی روایت ملاحظہ ہو

حضرت ابوقلابہ کا بیان ہے کہ

"حضرت مالک بن حویرثؓ نے ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمھیں نہ دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے راوی کا بیان ہے کہ اس وقت کسی نماز کا وقت نہیں تھا چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور جم کر قیام کیا پھر رکوع کیا تو جم کر رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور تھوڑی دیر قیام کیا پھر سجدہ کیا پھر (سجدہ سے) سر اٹھایا اور بیٹھتے وقت تکبیر کہی پھر تھوڑی دیر بیٹھے پھر (دوسرا) سجدہ کیا ابوقلابہ نے کہا کہ انھوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ جرمی کی نماز کی طرح نماز پڑھی اور وہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں کے امام تھے"۸۳

اس حدیث سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے جب کہ پیغمبر گرامیؐ نے اتنے اہتمام سے حضرت مالک بن الحویرثؓ سے فرمایا کہ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اب حضرت مالک بن الحویرثؓ نے بھی اسی اہتمام سے لوگوں

۸۱ تیسیر الباری جلد نمبر ۱ص ۴۲۱ طبع کراچی صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ص ۳۸۹ ۸۲ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ص ۵۴۴ طبع کراچی ۸۳ الفتح الربانی فقہی ترتیب مسند احمد بن حنبل شیبانی جلد نمبر ۱ص ۵۴۸ طبع لاہور

کو نماز پیغمبر گرامیؐ کی تفصیل بتائی لیکن ساری نماز میں ہاتھ باندھنے کا تذکرہ نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پیارے نبیؐ نے ہاتھ باندھنے کا حکم سرے سے دیا ہی نہیں ورنہ یہ صحابی ضرور بتاتے کہ ہاتھ کہاں رکھنے ہیں اور کس طرح رکھنے ہیں۔

نماز پیغمبر حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیؓ کی زبانی

حضرت قاسم کا بیان ہے کہ ہم پیغمبر اکرمؐ کے صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے فرمایا کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی طرح نماز) پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ ہم نے کہا جی ہاں (ضرور پڑھ کر دکھائیں) بس آپ کھڑے ہوئے حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

قَالَ فَقَامَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ ثُمَّ رَفَعَ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ ثُمَّ سَجَدَ حَتَّى أَخَذَ كُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهُ ثُمَّ رَفَعَ فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ كَمَا صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: "پس (آنحضرتؐ کے صحابی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابزی) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی پھر قراءت کی پھر رکوع کیا اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا یہاں تک کہ ہر عضو (جوڑ) اپنے مقام پر آگیا پھر انھوں نے (رکوع سے) سر اٹھایا یہاں تک کہ ہر عضو (جوڑ) اپنے مقام پر آگیا پھر سجدہ کیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنے مقام پر آگیا پھر (سجدہ سے) سر اٹھایا یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آئی پھر (دوسرے سجدہ سے) سر اٹھایا پھر دوسری رکعت میں اس طرح کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے"۸۴

اس حدیث میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ ایک بزرگ صحابی رسول لوگوں کو خصوصی طور پر اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ لوگو آؤ میں تمھیں نماز پیغمبرؐ سے آگاہ کروں اب

۸۴ مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱ص ۵۴۶ شائع کردہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

Scanned with CamScanner

وہ رکوع وجود کی تفصیل تو بتا رہے ہیں لیکن حیرانگی کی بات ہے کہ نماز میں آنحضرتؐ ہاتھ کہاں رکھتے تھے اس بات کی طرف یہ صحابیؓ بھی نہیں آئے اور نہ ہی ناظرین سامعین میں سے کسی نے ہاتھ باندھنے سے متعلق کچھ پوچھا اس سے بھی صاف صاف معلوم ہوتا ہے نماز میں ہاتھ کھول کر کھڑے ہونا معمول کی ایسی کاروائی تھی جس کے بتانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

نمازِ پیغمبر حضرت ابو مسعودؓ کی زبانی

حضرت سالم البراد روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر گرامیؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو مسعودؓ نے ہم سے فرمایا کہ میں تمھارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھوں؟ چنانچہ انہوں نے نماز شروع کی واضح رہے کہ ان کا نام عقبہ بن عمرو انصاری ہے اس نام سے ان کی ایک روایت پیچھے گزر چکی ہے اب یہ دوسری روایت ملاحظہ ہو حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

"قَالَ فَكَبَّرَ فَرَكَعَ فَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَفَصَّلَتْ اَصَابِعَهٗ عَلٰى سَاقَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ مِنْ وَرَاءِ رُكْبَتَيْهِ وَجَافٰى عَنْ اِبْطَيْهِ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَاسْتَوٰى قَائِمًا حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْهُ

ترجمہ: "(حضرت ابو مسعودؓ نے نماز شروع کی تو) انھوں نے تکبیر کہی (قیام کیا) پھر رکوع کیا تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا اور ان کی انگلیاں کشادہ ہو کر پنڈلیوں پر پھیل گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے (اپنے ہاتھوں کو) اپنی بغلوں سے جدا رکھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ پورا جسم مطمئن ہو گیا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور (اپنے ہاتھوں کو) اپنی بغلوں سے جُدا رکھا یہاں تک کہ پورا جسم مطمئن ہو گیا پھر دوسرا سجدہ کیا پس اسی طرح انہوں نے ہمیں

چاروں رکعتیں پڑھائیں پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ کو میں نے اسی طرح (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا ہے"۸۵

اس حدیث میں بھی یہ بزرگ صحابیؓ لوگوں کو سکھلانے کے لیے پیارے نبی کی نماز کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں انہوں نے رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنے اور انگلیوں کو کشادہ رکھنے کی تفصیل بیان کی رکوع وجود میں ہاتھوں کو بغلوں سے جدا رکھنے کی بابت بھی بتایا لیکن قیام میں ہاتھ باندھنے کا ذکر سرے سے کہیں موجود نہیں اگر نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ہوتا تو یہ صحابیؓ ضرور وہ بھی بیان فرماتے۔

نمازِ پیغمبر حضرت ابو مالکؓ اشعری کی زبانی اس میں بھی ساری تفصیل موجود لیکن ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر اکرمؐ کے صحابی حضرت ابو مالک اشعری نے اپنی قوم کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اے گروہ اشعریین تم اپنی عورتوں اور اپنی اولاد کو اکٹھا کرلو تاکہ میں تمھیں نبی کریم ﷺ کی اس نماز کی تعلیم دوں جو آپؐ ہمیں مدینہ میں پڑھایا کرتے تھے جب لوگوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو اکٹھا کر لیا تو حضرت ابو مالک اشعریؓ نے وضو کیا اور جب ظہر کا وقت ہو گیا تو وہ اٹھے اور اذان کہی اور اگلی صف میں مردوں کو اکٹھا کیا اسکے بعد لڑکوں کو اور آخری صف میں عورتوں کو اکٹھا کیا پھر اقامت کہی اس کے بعد حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

"فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ يُسِرُّهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَاسْتَوٰى قَائِمًا ثُمَّ كَبَّرَ وَخَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِمًا

۸۵ مسند احمد ابن حنبل جلد نمبر ا ص ۵۲۸ ترجمہ قاری فدا حسین طبع لاہور

Scanned with CamScanner

ترجمہ: ''(اقامت کہنے کے بعد حضرت ابو مالکؓ) آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور تکبیر کہی پھر سورہ فاتحہ اور کوئی آسان سورت پڑھی پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور (رکوع میں) تین مرتبہ "سبحان اللہ وبحمدہ" کہا پھر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے کھڑے ہوگئے پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں چلے گئے پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنا سر اٹھایا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پھر تکبیر کہی اور سیدھے کھڑے ہوگئے (اور دوسری رکعت شروع کی)''۸۶؎

دعوت فکر

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہوئے ان کی توجہ اس جانب مبذول کرواتے ہیں کہ صحابی حضرت ابو مالکؓ اشعری نے اپنی قوم کو دعوت ہی اس بات کی دی تھی کہ میں تمھیں پیغمبر اکرمؐ کی نماز سکھاتا ہوں اب ان کی بتائی ہوئی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد سورتیں پڑھنے کا ذکر تو موجود ہے لیکن ہاتھ باندھنے کا کوئی ذکر نہیں اس کے بعد پھر غور فرمائیں کہ دوسری رکعت کے لیے سیدھے کھڑے ہونے کا ذکر ہے لیکن ہاتھ باندھنے کا پھر بھی کوئی ذکر نہیں۔

حضرت ابو مالکؓ اشعری نماز پڑھانے کے بعد تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں

حضرت ابو مالکؓ اشعری نے نماز پیغمبرؐ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد مزید جو کچھ فرمایا اس سلسلے میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ "فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ اِلٰی قَوْمِهٖ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ احْفَظُوْا تَكْبِيْرِیْ وَتَعَلَّمُوْا رُكُوْعِیْ وَسُجُوْدِیْ فَاِنَّهَا صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ الَّتِیْ كَانَ يُصَلِّیْ لَنَا كَذَا السَّاعَةَ مِنَ النَّهَارِ"

ترجمہ: (جب حضرت ابو مالکؓ) اپنی نماز مکمل کر چکے تو اپنی قوم (کے لوگوں)

۸۶؎ مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱۴ ص ۵۳۸، ص ۵۳۹ طبع لاہور

کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم میری تکبیر یاد کر لو اور میرے رکوع اور میرے سجدوں کو سیکھ لو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپؐ نے دن کے اسی وقت (ظہر) میں ہمیں اسی طرح پڑھائی''۸۷؎

اپنے محترم قارئین کی مزید توجہ کے لیے

غور فرمائیں حضرت ابو مالکؓ نماز پڑھ چکے تو اپنی قوم کے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرما رہے ہیں کہ تم میری تکبیر کو یاد کر لو میرے رکوع وسجود کو سیکھ لو لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ میرے ہاتھ باندھنے کو بھی دیکھ لو اگر رسول کریمؐ نے ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہوتا تو یقیناً یہ بزرگ صحابی اس بات کی بھی وضاحت فرماتے لیکن یہاں بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم سنت پیغمبر گرامیؐ میں موجود ہی نہیں۔

نماز پیغمبرؐ حضرت عمرؓ کی زبانی اسؐ میں بھی ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں

عرب سکالر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی پروفیسر ظہران یونیورسٹی سعودی عرب نے فقہی انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا ہے جو کہ دس جلدوں میں ہے اس کی دوسری جلد "فقہ حضرت عمرؓ" کے نام سے کئی مرتبہ چھپ چکی ہے اس میں "نماز کی کیفیت" کے زیر عنوان پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس لکھتے ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت "حضرت عمرؓ اپنے دونوں ہاتھ شانوں تک بلند کرتے پھر نیچے کر لیتے"۸۸؎

اب اس روایت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عمرؓ کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے کے بعد نہ تو زیر ناف رکھتے نہ پیٹ پر رکھتے اور نہ ہی سینے پر رکھتے بلکہ نیچے کر لیتے اپنے محترم قارئین کی تسلی کے لیے ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔

۸۷؎ مسند احمد ابن حنبل جلد نمبر ۱۴ ص ۵۳۹ طبع لاہور ۸۸؎ فقہ حضرت عمرؓ ص ۵۲۸ ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

اہل حدیث مصنف شیخ عبدالرحمٰن عزیز لکھتے ہیں

اپنی کتاب ''صحیح نماز نبوی'' میں انھوں نے ''اجماع صحابہ'' کے زیر عنوان ایک روایت نقل کی ہے۔جس میں حضرت عمرؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ آؤ میں تمھیں نماز اس طرح پڑھاؤں جس طرح پیارے نبیؐ نے ہمیں سکھلائی ہے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ''عبداللہ بن قاسمؒ فرماتے ہیں۔

کہ لوگ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ سیدنا عمر فاروقؓ تشریف لائے اور فرمایا میرے پاس آؤ میں تمھیں اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے اور پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے'' پھر سیدنا عمرؓ کھڑے ہوئے اور کندھوں تک رفع الیدین کیا پھر تکبیر کہی پھر رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کیا تو سارے لوگوں نے کہا (ہاں) اسی طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے'' (خلافیات بیہقی۔نصب الرایہ باب صفۃ الصلاۃ شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقاہت میں معروف ہیں)[۸۹]

اس روایت میں بھی ہر انصاف پسند کے لیے یہ پیغام موجود ہے کہ مذکورہ بالا دیگر بہت سارے صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت عمرؓ بھی جب اتنی تاکید سے پیارے نبیؐ کی نماز کی تفصیل بتا رہے ہیں تو اس میں بھی نہ تو انھوں نے خود ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا اور نہ ہی سننے والے صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے ہاتھ باندھنے کی بابت سوال کیا اگر پیغمبر گرامیؐ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور اس کی وضاحت کرتے۔

برادران اہل سنت کے آئمہ اربعہ اور نماز میں ہاتھ باندھنے والی روایات

چونکہ برادران اہل سنت کے آئمہ اربعہ کے مجموعہ ہائے احادیث مطبوعہ شکل

۸۹ صحیح نماز نبوی ص ۱۶۲ تالیف شیخ عبدالرحمٰن عزیز شائع کردہ دارالاندلس لاہور

میں دستیاب ہیں اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ کتاب نامکمل رہ جائے گی اگر ہم ان آئمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ جن کے مقلدین دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی جمع کردہ کتب احادیث سے نماز میں ہاتھ باندھنے والے مسئلے پر روشنی نہ ڈالیں چنانچہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ جن کے پیروکاروں کی تعداد دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے اور شاید برادران اہل سنت کی نصف سے زیادہ تعداد انہی کے مقلدین پر مشتمل ہے ان کی کتاب

مسند امام اعظمؒ میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا سرے سے ذکر ہی نہیں

امام ابوحنیفہؒ پہلی صدی میں ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے یہ صحابہ کرام کا آخری دور تھا امام صاحب نے جو احادیث جمع کیں ان کی تعداد بقول حنفی برادران کے پانچ سو تیس ہے امام صاحب کی اس کتاب میں افتتاح نماز کا بیان ہے تو اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ پیارے نبیؐ نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھاتے تھے اس کے علاوہ اس کتاب میں رکوع و سجود قنوت اور تشہد کے ابواب موجود ہیں لیکن

کیا یہ حیرانگی کی بات نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی پوری کتاب میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا سرے سے ذکر ہی نہیں

یہ بات کس قدر حیران کردینے والی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے جمع کردہ مجموعہ حدیث میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا سرے سے ذکر ہی نہیں اب انسان اگر ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اس کا سیدھا سا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ امام صاحب کو نماز میں ہاتھ باندھنے والی کوئی حدیث نہ تو مل سکی اور نہ ہی اس وقت تک ایسی کوئی حدیث موجود تھی جسے امام صاحب اپنی کتاب میں درج فرماتے۔[۹۰]

البتہ بنو امیہ کے زمانے میں نماز پیغمبرؐ میں جہاں دیگر نئی باتیں شامل کردی گئی

۹۰ ملاحظہ ہو مسند امام اعظم ص ۸۶ تا ص ۱۱۹ ترجمہ پروفیسر دوست محمد شاکر شائع کردہ فرید بک سٹال لاہور

تھیں وہیں نماز میں ہاتھ باندھنا بھی غالب گماں یہی ہے کہ شروع ہو چکا تھا لیکن نماز
میں ہاتھ باندھنے سے متعلق چونکہ کوئی مستند حدیث موجود نہیں تھی اس لیے ہم حنفی سکالر
علامہ عبدالحمید سواتی کا یہ بیان دوسری جگہ نقل کر چکے ہیں کہ
''اس بارے میں سب مرفوع احادیث درجہ دوم اور سوم کی ہیں یا ضعاف
(یعنی ضعیف) ہیں امام اعظم ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کو اقرب الی التعظیم
قرار دیتے ہیں''۹۱

موطا امام مالک سے ہاتھ باندھنے والی روایات ملاحظہ ہوں

برادران اہل سنت کے یہ امام ۹۰ھ یا ۹۳ھ ہجری میں مدینۃ النبیؐ میں پیدا
ہوئے ان کے ہوش سنبھالنے تک مدینہ صحابہ کرامؓ کے وجود سے تقریباً خالی ہو چکا تھا
البتہ تابعین یعنی وہ لوگ جنہوں نے صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا کثیر
تعداد میں مدینہ طیبہ میں موجود تھے امام مالک نے دوسری صدی میں ۱۷۹ھ میں
وفات پائی اس لیے انھیں مدینہ کے شب و روز کو بڑے قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا
آپ نے حدیث شریف کی ایک کتاب مرتب کی جو کہ موطاء امام مالک کے نام سے
مشہور ہے اس میں ایک ہزار سے زائد احادیث و روایات ہیں امام مالک نے
نوسو شیوخ سے استفادہ کیا ۹۲

اب سوچنے کا مقام ہے کہ اتنے زیادہ بزرگوں سے استفادہ کرنے کے باوجود
بھرے مدینہ سے امام مالک کو نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق کل دو روایات مل سکیں
حالانکہ مدینہ میں حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی
گئی ہزاروں احادیث موجود تھیں اب چاہیے تو یہ تھا کہ نماز میں رفع الیدین یا رکوع
وسجود اور تشہد کی روایات کی طرح مدینۃ النبیؐ میں پیدا ہونے والے امام مالک کو نماز
میں ہاتھ باندھنے والی بھی بے شمار مستند احادیث مل جاتیں لیکن امام مالک نے اپنی
کتاب میں جو دو روایات نقل کی ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

۹۱ نماز مسنون کلاں ص ۳۴۰ طبع گوجرانوالہ ۹۲ ملاحظہ ہو موطا امام مالک ص ۱۶ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

موطا امام مالک کی پہلی روایت

''عبدالکریم سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا نبوت کی باتوں میں سے یہ بات
ہے کہ جب تجھے حیا نہ ہو تو جو جی چاہے کر اور نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا اور
روزہ جلدی افطار کرنا اور سحری کھانے میں دیر کرنا''۹۳

اس روایت میں راوی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر کرتا ہے
لیکن ہاتھ رکھنے کہاں ہیں تا کہ اصل سنت پیغمبرؐ معلوم ہو سکے اس بات کا علم شاید
راوی کو بھی نہیں۔

موطا امام مالک کی دوسری روایت

یہ وہی بخاری شریف والی روایت ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ
''سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ لوگ حکم کیے جاتے تھے نماز میں دایاں
ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا کہا ابو حازم نے کہ میں سمجھتا ہوں سہل اس حدیث کو
مرفوع کرتے تھے''۹۴ واضح رہے کہ یہ روایت چونکہ بخاری شریف میں بھی ہے اس
لیے ہم جناب مسعود نوازش کی زبانی پہلے بھی اس حدیث پر بحث کر چکے ہیں کہ
نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم کون دیتا تھا؟ لوگوں کو یہ حکم دینے کی ضرورت کیوں
پیش آئی؟ کیا لوگوں کا عمل اس کے خلاف تھا یعنی لوگ ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھتے تھے اس
کے علاوہ اگر یہ پیارے نبیؐ کا عمل ہوتا تو پھر الگ سے حکم دینے کی ضرورت ہی کیا تھی
مزید تفصیل کے لیے اُن صفحات کی طرف رجوع کیا جائے جہاں بخاری شریف سے
ہم نے یہ حدیث نقل کر کے اس پر بحث کی ہے البتہ یہاں ہم یہ بھی عرض کرتے چلیں
کہ امام مالک نے یہ دو روایات اپنی کتاب میں درج تو کر دیں لیکن ان روایات کو
اس قابل نہیں سمجھا کہ ان پر عمل کیا جائے بلکہ امام مالک خود بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے

۹۳ موطا امام مالک ترجمہ مولانا وحید الزمان شائع کردہ اسلامی اکادمی لاہور ص ۱۳۷ ۹۴ تیسیر الباری
شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۸۹

تھے اور اپنے پیروکاروں کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیتے تھے اس کی وجہ اہل علم یہ بیان کرتے تھے امام مالک نے جب ہوش سنبھالی تو مدینہ کے ذمہ دار بزرگوں کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے دیکھا امام مالک فتویٰ دیتے وقت اہل مدینہ کے عمل کو بھی مدنظر رکھتے تھے۔

مسند امام شافعی میں نماز میں ہاتھ باندھنے والی کوئی ایک حدیث بھی موجود نہیں

امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے آپ کا فتویٰ تو یہ ہے کہ نمازی اپنے ہاتھ ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے رکھے لیکن مسند امام شافعی کے نام سے احادیث کا جو مجموعہ چار جلدوں میں چھپا ہے اس میں سرے سے ایسی کوئی حدیث موجود ہی نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ پیارے نبیؐ نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تھے مسند امام شافعی میں نماز کی فرضیت سے لے کر تکبیر تحریمہ تک اور پھر سلام پھیرنے سے لے کر وتر کی اقسام تک ترانوے (93) باب موجود ہیں اور نماز کے متعلق ہر قسم کی احادیث تو موجود ہیں لیکن مسند امام شافعی میں ۹۵

اگر آپ کو نہیں ملیں گی تو نماز میں ہاتھ باندھنے والی احادیث نہیں ملیں گی اس کی سیدھی اور سادی سی وجہ ہمیں تو یہی نظر آتی ہے کہ بنوامیہ کے دور میں جہاں نماز میں دیگر من پسند تبدیلیاں کی گئیں اُن میں سے ایک نماز میں ہاتھ باندھنا بھی شامل ہے لیکن اسے ہم قدرت کا کرشمہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ تمام حربوں اور حکومتی طاقت کے باوجود بنوامیہ کوئی صحیح السند حدیث نہ بنوا سکے جو نماز میں ہاتھ باندھنے پر دلالت کرتی ہو۔

مسند امام احمد بن حنبلؒ اور نماز میں ہاتھ باندھنے والی روایات

واضح رہے کہ مسند امام احمد ابن حنبل کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے یہ مصر کے

۹۵ ملاحظہ ہو مسند امام شافعی جلد نمبر ۱ ص ۹۶ تا ص ۲۵۷ ترجمہ علامہ محی الدین جہانگیر طبع لاہور

مشہور محدث علامہ احمد بن عبدالرحمٰن البناء نے فقہی ابواب کے حساب سے بڑی محنت سے مرتب کر کے "الفتح الربانی فقہی ترتیب مسند احمد ابن حنبل شیبانی" کے نام سے شائع کروایا ہے۔ جس سے انھوں نے اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لیے مفید بنا دیا ہے اس میں نماز میں ہاتھ باندھنے والی پانچ احادیث موجود ہیں پہلی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

مسند امام احمد ابن حنبلؒ کی پہلی روایت ملاحظہ فرمائیں

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے" ۹۶

اس حدیث کے متعلق اہل حدیث مصنف علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ "امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تضعیف پر علماء نے اتفاق کیا ہے اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحٰق کوفی ہے جو ضعیف ہے امام ابوداؤد نے کہا کہ میں نے امام احمد ابن حنبلؒ کو اس راوی کا ضعف بیان کرتے ہوئے سنا ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ اس راوی میں نظر ہے"۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ فقہ الحدیث ص ۲۰۶ طبع لاہور)

۲۔ مسند امام احمد ابن حنبلؒ کی دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں

"حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا تو آپؐ نے اس کے ہاتھ کو چھڑایا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا" ۹۷

اس روایت میں بھی اصل مسئلہ وہیں ہے کہ آنحضرت کی زندگی میں اگر ایسا کوئی واقعہ پیش آیا بھی ہے تو پھر پیارے نبیؐ نے اس شخص کے ہاتھ کس جگہ رکھوائے اصل معمہ تو اپنی جگہ موجود ہے۔

۹۶، ۹۷ مسند احمد ابن حنبل جلد نمبر ۱ ص ۵۵۶ ترجمہ حافظ قاری فدا حسین طبع لاہور

۳۔ مسند امام احمد ابن حنبلؒ کی تیسری روایت ملاحظہ فرمائیں

واضح رہے کہ مسند احمد کی اس تیسری روایت جو کہ قبیصہ بن ہلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اس پر ہم اہل حدیث مصنف مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی پیش کردہ روایات کے ذیل میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اور اس روایت کے راویوں کا ضعیف ہونا ثابت کر چکے ہیں تفصیل کے لیے وہیں رجوع کیا جائے یہاں صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ عرب سکالر عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اسے ضعیف سند سے روایت کیا ہے اس میں قبیصہ بن ہلب راوی مجہول ہے (عبادات میں بدعات ص ۱۲۸)

۴۔ مسند امام احمد ابن حنبلؒ کی چوتھی روایت ملاحظہ فرمائیں

یہ وہی بخاری اور موطا امام مالک وغیرہ والی حضرت سہل ابن سعدؓ کی روایت ہے جن کی عمر وفات پیغمبرؐ کے وقت پندرہ سال تھی ہم اس روایت کو بخاری شریف سے نقل کرنے کے بعد اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں کہ اس روایت کے مطابق دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا حکم دینے والا کون تھا اور حکماً کیوں ہاتھ بندھوائے جاتے تھے ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ حضرت سہل ابن سعدؓ کی ایک سو اسی روایات میں سے ایک سو ساٹھ میں محدثین نے کلام کیا ہے مزید تفصیل کے لیے اسی بحث کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵۔ مسند امام احمد ابن حنبلؒ کی پانچویں روایت ملاحظہ فرمائیں

اس روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

''حضرت عفیف بن حارث کا بیان ہے کہ میں بہت سی چیزوں کو نہیں بھولا (اور ان میں سے) اس چیز کو بھی نہیں بھولا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے دیکھا''[۹۸]

[۹۸] مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱ ص ۵۵۶ ترجمہ علامہ قاری حافظ فدا حسین طبع لاہور

اس روایت کے راوی کے نام کے بارے میں عجیب تضاد ملاحظہ فرمائیں

اس روایت کے راوی حضرت عفیف بن حارث کو ویسے تو صحابی ظاہر کیا گیا ہے لیکن علامہ ابن اثیر جزری نے اُسد الغابہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''حضرت عفیف بن حارث یمانی ہیں طبرانی نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے ان کا تذکرہ ابونعیم اور طبرانی نے کیا ہے لیکن ان دونوں نے ان کا نام لکھنے میں تصحیف (یعنی غلطی) کی ہے ان کا صحیح نام عفیف بن حارث ثمالی ہے''[۹۹]

محترم قارئین اندازہ فرمائیں کہ جس بزرگ کا نام ہی صحیح معلوم نہیں ایسے آدمی کی روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے آنحضرتؐ نماز میں ہاتھ کہاں رکھتے تھے یہ بات جناب عفیف بن حارث نے بھی بتانا مناسب نہیں سمجھی۔

محترم قارئین کے لیے دعوتِ فکر

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے جمع کردہ ذخیرہ احادیث ''مسند امام اعظمؒ '' میں نماز میں ہاتھ باندھنے کی سرے سے کوئی حدیث موجود نہیں اسی طرح مسند امام شافعی میں بھی نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں اس کے بعد مدینۃ النبیؐ میں پیدا ہونے والے اور وہیں زندگی گزارنے والے امام مالکؒ کی کتاب موطا امام مالک میں دو مبہم سی احادیث موجود ہیں جن پر خود امام مالک نے عمل کرنا مناسب نہیں سمجھا اس کے بعد امام احمد ابن حنبلؒ کی کتاب میں جو احادیث ہیں اُن کی حقیقت بھی ہم واضح کر چکے۔

گذشتہ صفحات پر پھیلی ہوئی نماز میں ہاتھ باندھنے والی بحث کا خلاصہ

گذشتہ صفحات پر پھیلی ہوئی نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق ہم نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ

[۹۹] اسد الغابہ جلد نمبر ۱ ص ۵۶۳ ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنوی طبع لاہور

۱۔ برادران اہل سنت کی چھ مستند کتب احادیث میں ایک بھی صحیح حدیث موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ پیارے نبیؐ نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھتے تھے۔

۲۔ برادران اہل حدیث کو حدیث کی چھ بڑی کتب سے نماز میں ہاتھ باندھنے والی کوئی مستند حدیث نہیں ملتی تو وہ صحیح ابن خزیمہ نامی حدیث کی کتاب سے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث پیش کرتے ہیں لیکن اس روایت کے متعلق خود اہل حدیث علماء ومحدثین تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا راوی مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے اور یہ کہ اس راوی کو امام بخاری نے بھی ضعیف کہا ہے واضح رہے کہ علمائے اہل حدیث دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہمارے پاس سینہ پر ہاتھ باندھنے والی صحیح احادیث بھی موجود ہیں لیکن انھیں پیش کرنے کی ہمت نہیں کرتے

۳۔ امام ابن حزم کہتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنا مستحب امر ہے یعنی باندھ لو تب درست اور اگر نہ باندھو تب بھی ٹھیک ہے لیکن عصر حاضر کے عرب سکالر عمرو بن عبدالمنعم تسلیم کرتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق پیارے نبیؐ اور صحابہ کرامؓ سے کچھ بھی ثابت نہیں۔

۴۔ سعودی شیخ محمد بن عبدالوہاب تسلیم کرتے ہیں کہ نماز میں دونوں ہاتھ رکھنے کی جگہ کے بارے میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے (مختصر زاد المعاد ص ۲۸)

۵۔ پیغمبر گرامیؐ نے ایک شخص کو غلط نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو خود اسے نماز سکھلائی اس میں نماز کی تمام باریکیاں موجود ہیں لیکن ہاتھ باندھنے کا کہیں ذکر نہیں۔

۶۔ بزرگ صحابی حضرت ابو حمیدؓ ساعدی نے دس صحابہ کرام کی موجودگی میں پیارے نبیؐ کی نماز کا مکمل طریقہ بیان فرمایا لیکن اس میں بھی ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں۔

۷۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ حضرت عقبہ بن عمرو انصاریؓ حضرت ابو موسیٰؓ حضرت مالک بن الحویرثؓ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ حضرت ابو مالک اشعریؓ وغیرہ جیسے بزرگ صحابہ نے لوگوں کو خصوصی طور پر دعوت دی (جس کی

تفصیل کتب احادیث سے پیچھے گزر چکی ہے) کہ آؤ ہم آپ لوگوں کو پیغمبر گرامیؐ کی نماز سکھائیں چنانچہ ان میں سے ہر ہر صحابی نے نماز کی تفصیل بیان فرمائی لیکن کسی ایک نے بھی یہ نہیں بتلایا کہ پیارے نبیؐ نماز میں ہاتھ بھی باندھا کرتے تھے۔

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت انس بن مالکؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت جابر ابن عبداللہؓ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جیسے ہزاروں یا سینکڑوں احادیث کے راوی صحابہ کرام سے ہر طرح کی احادیث مروی ہیں لیکن نماز میں ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث موجود ہوتی تو یہ صحابہ کرامؓ وہ بھی ضرور بیان فرماتے لیکن ان واضح اور ٹھوس حقائق کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نامور اہل سنت سکالر ہاتھ باندھنے والے مسئلے کو کس طرح بغیر کسی مستند حوالہ کے بیان کر جاتے ہیں مثلاً

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ایک کمزور دعویٰ

سابقہ امیر جماعت اسلامی سید مودودی مرحوم اپنی کتاب "اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر" میں نماز کی بحث میں حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ

"کسی کے" سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا انتہائی ادب واحترام اور غلامانہ نیازمندی کا اظہار ہے اسی لیے قدیم ترین زمانہ سے بادشاہوں نے اپنے درباری آداب میں اسے شامل کیا ہے لیکن اسلام اسے صرف دربار الٰہی میں حاضری کے لیے خاص کرتا ہے"[۱۰۰]

ہم کہتے ہیں کہ کاش سید مودودی جیسے محترم مفکر جب اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ڈال کر کتاب لکھ رہے تھے تو نماز میں ہاتھ باندھنے والی بات لکھتے ہوئے کوئی حوالہ ہی دے دیتے بہرحال ہم اس بحث میں پڑنے کی بجائے سید ابوالاعلیٰ مودودی کے بیان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں پہلا حصہ

۱۰۰ اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ص ۳۴ طبع لاہور

Scanned with CamScanner

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بیان کا وہ حصہ جس کی کچھ تائید اسلامی کتب سے ہوتی ہے

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ کہنا کہ قدیم ترین بادشاہوں نے اپنے درباری آداب میں ہاتھ باندھنے کو شامل کیا ہے یہ واقعاً ایسی بات ہے جس کی تائید شیعہ سنی کتب میں موجود ہے اس بات کا سب سے پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ خود سید مودودی صاحب اسے تسلیم کرتے ہیں اور قدیم بادشاہوں کے درباروں میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا تو رہا ایک طرف ہمیں برادران اہل سنت کی کتب احادیث سے تو اہل کتاب کا طرز عمل بھی ہاتھ باندھ کر عبادت کرنا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حدیث کے قدیم ترین مجموعہ مصنف ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

"عن الحسن قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کانی انظر الی احبار بنی اسرائیل واضعی ایمانهم علیٰ شمائلهم فی الصلوٰة"

ترجمہ: "حسن نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں بنی اسرائیل کے علماء کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہیں"[۱۰۱]

واضح رہے کہ اہل سنت محدث ابن ابی شیبہ نے ایک اور روایت بھی لکھی ہے جس میں مزید وضاحت موجود ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

عن لیث عن مجاهد انه کان یکره ان یضع الیمنیٰ علی الشمال یقول علیٰ کفه اوعلی الرسغ ویقول فوق ذلك ویقول اهل الکتاب یفعلونه

ترجمہ: "لیث نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنے کو مکروہ سمجھتے تھے خواہ ہتھیلی پر ہو یا کلائی پر یا اس سے اوپر وہ کہتے تھے یہ کام (یعنی ہاتھ باندھنا) اہل کتاب کرتے ہیں"[۱۰۲]

---

۱۰۱ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۱ ص ۳۹۲ طبع ادارۃ القرآن کراچی ۱۰۲ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۱ ص ۳۹۲

یہی بات شیعہ کتب احادیث میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے لیکن انہوں نے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کرتے ہوئے اسے اہل فارس (عجمیوں) کا طریقہ بتایا ہے"[۱۰۳]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے بیان کا وہ حصہ جس کے لیے کوئی مستند حوالہ موجود نہیں

سابقہ امیر جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم قدیم ترین بادشاہوں کے درباروں میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کا ذکر کرنے کے بعد ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ "اسلام اسے (یعنی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو) صرف دربار الٰہی میں حاضری کے لیے خاص کرتا ہے"[۱۰۴]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی خدمت میں انتہائی معذرت کے ساتھ

ہم انتہائی ادب اور معذرت سے عرض کرتے ہیں کہ سید مودودی کا علمی مقام و مرتبہ اپنی جگہ لیکن ہم نے برادران اہل سنت کی کتب احادیث سے نماز میں ہاتھ باندھنے والی روایات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے وہاں سے تو کوئی مستند حدیث ہمیں نہیں مل سکی جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرتؐ نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھتے تھے پھر خود پیارے نبی کی سکھائی ہوئی نماز میں بھی ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں اس کے بعد صحابہ کرامؓ کی بتلائی ہوئی نماز میں بھی ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں اور ہم پہلے عرب اسکالر عمرو بن عبدالمنعم کا یہ بیان نقل کر چکے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق پیغمبر گرامیؐ اور صحابہ کرامؓ سے کچھ بھی ثابت نہیں (عبادات میں بدعات ص ۱۳۰) انہی حقائق کی بنا پر آئمہ اہل سنت نے نماز میں ہاتھ باندھنے کو زیادہ سے زیادہ مستحب امر لکھا ہے جیسا کہ

---

۱۰۳ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۴ ص ۸۵ ۱۰۴ اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ص ۳۴ طبع لاہور

Scanned with CamScanner

عبدالوہاب شعرانی میزان الکبریٰ میں لکھتے ہیں

''اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہونے کے وقت دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا مستحب ہے'' ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ''امام مالک کی دونوں روایتوں میں سے مشہور روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ لٹکانے چاہئیں اسی طرح امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کو اختیار ہے'' (کھلے رکھے یا باندھ لے) ۱۰۵

نماز میں ہاتھ باندھنے کی کوئی مستند روایت نہ ملنے پر ہی امام ابن حزم کو یہ لکھنا پڑا کہ

''نمازی کے لیے قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا مستحب ہے''
(المحلی جلد نمبر ۳ ص ۱۵۴ ترجمہ غلام احمد حریری طبع لاہور)

اب مستحب کام کی شریعت اسلامیہ میں کیا حیثیت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد یوسف اصلاحی مستحب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''جس فعل کو نبی کریمؐ نے کبھی کبھی کیا ہو اکثر نہ کیا ہو اس کے کرنے کا اجر و ثواب ہو نہ کرنے میں مضائقہ نہیں'' ۱۰۶

اہل سنت دانشور سید قاسم محمود مستحب کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ

''اصلاح فقہ میں مستحب اس عمل کے لیے کہا جاتا ہے جس کے کرنے پر تو ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا غیر موکدہ سنتیں اور نوافل مستحب کے ذیل میں آتے ہیں'' ۱۰۷

اب مستحب کام کی تعریف ذہن میں رکھیں اور پھر آئمہ اہل سنت کی اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے یعنی اگر باندھ لیے جائیں تب بھی درست ہے اور نہ باندھے جائیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہم علمائے اہل سنت کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جب یہ حقائق آپ لوگوں کے علم میں ہیں تو پھر اس پر

۱۰۵ مواہب رحمانی ترجمہ میزان الکبریٰ شعرانی جلد نمبر ۱ ص ۲۳۵ ترجمہ مولانا محمد حیات سنبھلی
۱۰۶ آسان فقہ حصہ اول صفحہ ۹ طبع لاہور ۱۰۷ اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۱۳۵۳ طبع کراچی

عمل کرنا بھی آپ کی ذمہ داری ہے تاکہ عوام الناس بھی اس ثواب سے محروم نہ رہیں ویسے تو بڑے بڑے محقق اہل سنت علماء اپنی کتابوں میں حقیقت واضح کرتے رہتے ہیں مثلاً بین الاقوامی شہرت یافتہ محقق

ڈاکٹر حمید اللہ پی۔ایچ۔ڈی لکھتے ہیں

''شیعہ اور سنی نمازوں میں جو فرق ہے میری دانست میں اس کی کوئی اہمیت نہیں مالکی مذہب کے لوگ جو سنی ہیں وہ بھی ہاتھ چھوڑ کر اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرح شیعہ پڑھتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس طرح پڑھا اور کبھی دوسری طرح پڑھا'' ۱۰۸

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں

''ہاتھ کھول کر بھی نماز پڑھ سکتے ہیں باندھ کر بھی سینے پر بھی باندھ سکتے ہیں بالائے ناف بھی آمین پکار کر بھی کہہ سکتے ہیں اور آہستہ بھی غرض کہ بعض امور کے سوا کسی خاص طریقہ کی پابندی ضروری نہیں چنانچہ مختلف اماموں نے مختلف صورتیں اختیار کی ہیں'' ۱۰۹

مذکورہ بالا علماء کی خدمت میں ہماری گزارش

ہم ڈاکٹر حمید اللہ اور مولانا شبلی جیسے علماء کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں بدقسمتی سے ان فروعی اختلافات کو بنیاد بنا کر ہم نے صرف مساجد ہی الگ الگ نہیں بنالیں بلکہ ایک مسلک کا فرد اگر دوسرے مسلک کی مسجد میں نماز پڑھنے چلا جائے تو بعض جگہ پر تو مولوی حضرات نے لوگوں کے دلوں میں اس قدر زہر بھرا ہوا ہے کہ اسے وہاں سے جان بچا کر آنا مشکل ہو جاتا ہے اگر یہ علمائے کرام اپنی زبان سے عوام الناس کو ایسے مسائل سے آگاہ کریں تو یقیناً امت کی وحدت کے اسباب پیدا ہو سکتے

۱۰۸ خطبات بہاولپور ص ۳۴ طبع اسلام آباد ۱۰۹ علم الکلام اور کلام ص ۳۱۱ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

ہیں خیر بات لمبی کرنے کی بجائے ہم ایک اہل حدیث عالم دین اور مصنف کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں کہ اہل حدیث برادران کے ہاں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا کیا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان خان نزل الابرار میں لکھتے ہیں

وَلابأس ان يقرأمن المصحف ولوحمله باليد اواليدين اوقلب اوراقه سواء كان في الفرائض اوالنوافل و كذلك لابأس ان يفتح على امامه عن المصحف

ترجمہ: (نماز کے دوران) قرآن پاک دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا ہو اور ورقے بدلتا رہے فرائض اور نوافل اس میں یکساں ہیں ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر امام کو لقمہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے''۔[۱۰]

اہل حدیث مصنف جناب مولانا وحید الزمان کے بیان سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے ہاں بھی ہاتھ باندھنا اتنا ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک کو ہاتھوں سے پکڑنا پھر ورقے بدلنا اسی وقت ممکن ہے جب ہاتھ کھلے ہوں اب اس بحث کو یہیں ختم کر کے ہم پہلی صدی ہجری کے بعض صحابہ اور نامور تابعین کا طریقہ نماز اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں کتب احادیث میں موجود ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

بعض صحابہ کرامؓ اور پہلی صدی کے بزرگ تابعین کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا حدیث کے قدیم ترین مجموعہ مصنف ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ کی روشنی میں

نماز میں ہاتھ باندھنے کی روایات کتنی کمزور ہیں ان پر بحث ہو چکی اور جن

[۱۰] نزل الابرار ص ۱۳۱ طبع بنارس ۱۹۲۸ء

لوگوں نے یہ بے بنیاد روایات صحابہ کرامؓ سے یا پیارے نبیؐ سے منسوب کرنے کی کوشش کی وہ خود بھی اس بات پر متفق نہ ہو سکے کہ پیارے نبیؐ نے اگر نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے تو آنحضرتؐ خود کس جگہ ہاتھ رکھتے تھے ایسی روایات تیار تو کروالی گئیں لیکن ان میں بہت سے کمزور پہلو رہ گئے یہی وجہ ہے کہ پہلی صدی ہجری جو کہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اس میں بعض صحابہ کرامؓ اور بہت سارے نامور تابعین خود بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے اس بات کی وضاحت کے لیے ہم آتے ہیں امام بخاری کے استاد نامور محدث امام ابن ابی شیبہ کی حدیث شریف کی ضخیم کتاب مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف یہ کتاب کراچی سے بھی چھپ چکی ہے اس کتاب میں ایک باب کا عنوان ہے

"من كان يرسل يديه في الصلوٰة"

ترجمہ: ''جو لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے''[۱۱]

ہم اس باب میں سے چند روایات درج کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے

حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ

"عمرو بن دينار قال كان ابن زبير اذاصلى يرسل يديه"

ترجمہ: عمرو بن دینار نے کہا کہ عبداللہ بن زبیر جب نماز پڑھتے تو دونوں ہاتھ کھلے رکھتے تھے''[۱۲]

واضح رہے کہ ابن زبیرؓ بنوامیہ کے کٹر مخالفین میں سے تھے اور جہاں بنوامیہ کی کئی دیگر بدعات کی مخالفت کرتے تھے وہیں نماز بھی ہاتھ کھول کر پڑھنا سنت سمجھتے تھے۔

[۱۱] [۱۲] مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۱ طبع دار القرآن کراچی

Scanned with CamScanner

سعید بن جبیرؒ تابعی کا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہوئے ایک شخص کے ہاتھ کھلوا دینا

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے شاگرد حضرت سعید بن جبیرؒ کو کتنا یقین تھا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہی سنت طریقہ ہے حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں کہ

"عن عبداللہ بن عیراز قال کنت اطوف مع سعید بن جبیر فرایٔ رجلاً یصلی واضعا احدی یدیه علی الاخری هذهٖ علی هذهٖ وهذهٖ علی هذهٖ ففرق بینهما ثم جاء"

ترجمہ: "عبداللہ ابن عیراز کہتے ہیں کہ میں سعید بن جبیرؒ (تابعی) کے ساتھ طواف کر رہا تھا کہ انھوں نے ایک شخص کو ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ یعنی یہ اس پر اور یہ اس پر رکھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا چنانچہ سعید بن جبیرؒ اس شخص کے پاس گئے اور اس کے ہاتھوں کو کھول دیا اور پھر واپس آ گئے"۔ [۱۱۳]

سید التابعین حضرت سعید بن مسیبؒ کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا

حضرت سعید بن مسیب کتنی علمی عظمت کے مالک تھے علامہ ابن سعد ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کی زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ وہ فقیہ الفقہاء کہلاتے تھے مکحول انہیں عالم العلماء کہتے ہیں علامہ ابن خلکان ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"آپ مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک تھے آپ کو سید التابعین کہا جاتا ہے آپ نے حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے احادیث سنیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے کہا جا کر سعید سے پوچھو وہ

---

[۱۱۳] مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۱

جو جواب دیں مجھے بھی بتانا کیونکہ وہ ایک عالم ہیں آپ نے آنحضرت کی ازواج سے علم سیکھا تھا حضرت ابوہریرہؓ کے داماد تھے سعید بن مسیب نے چالیس حج کیے تھے"۔ [۱۱۴]

عہد صحابہ کی اتنی بڑی علمی شخصیت نماز کس طرح پڑھتی تھی حافظ ابوبکر ابن شیبہ متوفی ۲۳۵ ہجری اپنے مجموعہ احادیث میں لکھتے ہیں کہ

"عن عبداللہ بن یزید قال مارایت ابن المسیب قابضاً یمینه فی الصلوٰۃ کان یرسلها"

ترجمہ: عبداللہ بن یزید سے منقول ہے کہ اس نے کہا میں نے سعید بن مسیب کو نماز میں ہاتھ باندھے ہوئے کبھی نہیں دیکھا وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے"۔ [۱۱۵]

مشہور تابعی حضرت ابراہیم نخعی کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا

حضرت ابراہیم نخعی کی جلالت کے متعلق مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ آپ امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاد تھے [۱۱۶]

اہل سنت کے ہاں ان کی علمی عظمت کتنی بلند ہے تاریخ ابن خلکان میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ" آپ مشاہیر آئمہ میں سے ایک ہیں اور تابعی ہیں ۹۵ھ میں فوت ہوئے حاشیہ ابن خلکان پر لکھا ہے کہ آپ عراق کے فقیہ اور مجتہد امام تھے جب شعبی کو آپ کی موت کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا خدا کی قسم اس نے اپنے بعد اپنی مثل نہیں چھوڑی"۔ [۱۱۷]

پہلی صدی ہجری کے اتنے بڑے اور اہل سنت کے امام ابوحنیفہ کے اساتذہ کے استاد حضرت ابراہیم نخعی کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہی سنت طریقہ تھا چنانچہ آپ کے بارے میں حدیث کے قدیم ترین مجموعہ مصنف ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ میں لکھا ہے کہ عن یونس عن الحسن ومغیرہ عن ابراهیم ابهما کانا یرسلان ایدهما فی الصلوٰۃ

---

[۱۱۴] ابن خلکان جلد نمبر ۲ ص ۳۱۲ طبع کراچی [۱۱۵] مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۱ طبع کراچی

[۱۱۶] حاشیہ تیسیر الباری جلد نمبر ۱ ص ۴۸۷ طبع کراچی [۱۱۷] تاریخ ابن خلکان جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۷ طبع کراچی

ترجمہ: ''حسن یونس سے مروی ہے کہ حسن بصری اور مغیرہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی نماز میں دونوں ہاتھ کھول کر (لٹکائے) رکھتے تھے'' ۱۱۸

عہد صحابہؓ کی نامور علمی شخصیت بزرگ تابعی محمد بن سیرین کے نزدیک بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہی سنت طریقہ تھا

اہل سنت کے ہاں ان کی منزلت کتنی عظیم ہے علامہ ابن خلکان ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''آپ مشہور تابعین میں سے ہیں آپ کے نکاح میں تیرہ بدری صحابی شریک ہوئے جن میں حضرت ابی بن کعبؓ دُعا کرتے اور وہ آمین کہتے تھے آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت مالک بن انسؓ سے روایت کی ہے آپ اہل بصرہ کے ایک فقیہہ تھے اور اپنے وقت میں تقویٰ میں آپ کی شہرت تھی ابن عون کے بیان کے مطابق حضرت انسؓ بن مالک فوت ہوئے تو آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے محمد بن سیرین غسل دیں'' ۱۱۹

ان سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتا ہے تو انھوں نے فرمایا اس نے یہ کام خون (بہنے) کی وجہ سے کیا تھا'' ۱۲۰

یعنی ممکن ہے اس شخص کے ہاتھ سے خون بہتا ہو اور ہاتھ کھلے رکھنے کی صورت میں خون رُکنا ممکن نہ ہو اس لیے مجبوراً اسے ایک ہاتھ سے دوسرے کو دبا کر رکھنے کی ضرورت ہو کیونکہ علامہ بدالدین عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں بحوالہ ابن منذر لکھا ہے کہ ابن زبیر حسن بصری اور ابن سیرین ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے قائل تھے ۱۲۱

سید التابعین امام حسن بصریؒ کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا سنت پیغمبر گرامیؐ ہے

علمائے اہل سنت کے نزدیک آپ کا علمی مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے علامہ ابن

---

۱۱۸ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۱ طبع کراچی ۱۱۹ تاریخ ابن خلکان جلد نمبر ۴ ص ۳۵۸ طبع کراچی
۱۲۰ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۳۹۱ طبع کراچی ۱۲۱ عمدۃ القاری جلد نمبر ۳ ص ۱۴ ص ۱۵ بحوالہ نماز جنازہ کی پانچ تکبیرات ص ۴۵ مولف علامہ آفتاب حسین جوادی

خلکان لکھتے ہیں کہ آپ سید التابعین علم و زہد و ورع و عبادت کے جامع تھے آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی لونڈی تھیں جب وہ کسی کام کے لیے ادھر ادھر جاتیں اور آپ دودھ پینے کے لیے روتے تو ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ آپ کو گود میں اٹھا کر ماں والا عمل کر کے انھیں بہلاتیں یہاں تک کہ آپ کی ماں آجاتیں لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی حکمت و فصاحت اسی برکت سے ہے ۱۲۲

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں آپ پیدا ہوئے صحابہ کرام کا عہد شباب تھا اور یہ بزرگوار یعنی امام حسن بصری ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کرتے تھے سعودی اسکالر ڈاکٹر محمد رواس پروفیسر ظہران یونیورسٹی سعودی عرب اپنے فقہی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتے ہیں کہ

''نمازی قیام کے اندر اپنے دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے گا اور اپنے سینے پر نہیں باندھے گا امام حسن بصریؒ اسی طرح کیا کرتے تھے'' ۱۲۳

(اس کے لیے ڈاکٹر صاحب نے ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص ۱۵۹ المغنی جلد نمبر ۱ ص ۱۴۷۲ المجموع جلد نمبر ۳ ص ۲۷۰ کے حوالہ جات دیے ہیں)

مدینہ میں پیدا ہونے والے اہل سنت کے امام مالک کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہی سنت طریقہ ہے

امام مالک کے متعلق علماء اہل سنت کا بیان ہے کہ یہ کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے وقت اہل مدینہ کا عمل بھی دیکھا کرتے تھے انھوں نے مدینہ میں آنکھ کھولی تو مدینۃ النبیؐ کے بزرگوں کو جو کہ اکابر تابعین تھے انھیں ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جیسا کہ ہم اوپر چند تابعین کے حالات نقل کر چکے ہیں کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کو ہی سنت پیغمبر گرامیؐ سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام مالک نے فتویٰ دیا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جائے ان کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ

---

۱۲۲ ابن خلکان جلد نمبر ۲ ص ۷۷ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۲۳ فقہ امام حسن بصری ص ۵۳۸

''امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ اور نفل میں جائز ہے'' [۱۲۴]

آج دنیا بھر میں پھیلے ہوئے امام مالک کے پیروکار جو کہ اہل سنت ہیں اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اور بقول ایک عرب مصنف، محقق ''مغرب اقصیٰ الجزائر تیونس طرابلس الغرب لیبیا کی اکثریت مالکی سنی رہی ہے اس کے علاوہ بالائی مصر سوڈان بحرین کویت اور دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی مالکی حضرات پائے جاتے ہیں'' [۱۲۵]

اس بحث کو ہم یہیں ختم کرتے ہوئے اس بات کی طرف آتے ہیں کہ نماز پیغمبرؐ میں کس طرح تبدیلیاں کی گئیں۔

---

[۱۲۴] شرح مسلم جلد نمبر ا ص ۵۹۰ از علامہ غلام رسول سعیدی طبع لاہور [۱۲۵] اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ از علامہ احمد تیمور پاشا مترجم معراج محمد بارق طبع کراچی

نمازِ پیغمبرؐ میں تبدیلی کی دکھ بھری روداد
اور
بنوامیہ کے حکمرانوں کے خلاف صحابہ کرامؓ کا ردِعمل

طریقہ نماز میں تبدیلی کب اور کن حالات میں ہوئی؟ اور بنوامیہ نے کس طرح خوف اور دہشت کی فضا قائم کی ہوئی تھی

قبل اس کے کہ ہم طریقہ نماز میں تبدیلی کی دکھ بھری روداد کی تفصیل بیان کریں پہلے بزرگ علمائے اہل سنت کے چند بیانات ملاحظہ فرمائیں کہ بنوامیہ نے کس طرح خدا اور رسولؐ کے احکام میں تبدیلیاں کیں۔

امام ابن قیم تسلیم کرتے ہیں کہ بنوامیہ نے نماز میں نئی باتیں شامل کرلی تھیں

امام ابن قیم اپنی شہرہ آفاق کتاب زادالمعاد میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ "حکام نے مدینہ وغیرہ میں نماز کے اندر چند جدید امور چلا دیئے تھے جن پر عمل جاری رہا اور ان کی طرف کسی نے توجہ نہ کی"[۱]

وہ کونسے حکام تھے جنہوں نے نماز میں جدید امور شروع کروائے تھے حاشیہ پر اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ تھے"[۲]

امام ابن قیم کی خدمت میں ہماری مودبانہ گزارش

ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ اس جانب مبذول کرواتے ہوئے امام ابن قیم کی خدمت میں انتہائی ادب اور معذرت سے عرض کرتے ہیں کہ نماز جیسی اہم ترین عبادت کے طریقہ میں تبدیلی ہو اور اس میں نئی باتیں شامل کی جائیں اور پھر یہ کام

۱، ۲ زادالمعاد حصہ اول ص ۲۱۷ ترجمہ علامہ رئیس احمد ندوی شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی

صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے دور میں ہو اور وہ بزرگ اس جانب توجہ نہ دیں یہ کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا برادران اہل سنت کی کتب احادیث میں ایسے بہت سارے واقعات ملتے ہیں جن سے حکام بنوامیہ کی جاری کردہ بدعات پر صحابہ کرام اور تابعین عظام کی بے چینی ظاہر ہوتی ہے اور بعض دفعہ ان کے صبر کا پیمانہ کس طرح لبریز ہو جاتا بزرگ صحابہ کرامؓ ان بدعات کو دیکھ کر رو پڑتے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں

حق گوئی کی جراءت چھن جانے پر صحابی رسولؐ حضرت ابو سعیدؓ خدری کا گریہ

حضرت ابو سعیدؓ خدریؓ کا بیان ہے کہ ایک روز بعد از نماز عصر پیغمبر گرامیؐ نے ہمیں وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ

"جب تم میں سے کسی کو حق بات کا علم ہو تو آدمیوں کے خوف کی وجہ سے وہ حق بات کہنے سے باز نہ رہے راوی کا بیان ہے کہ ابو سعیدؓ خدری یہ بیان کرکے رو پڑے اور فرمایا بخدا ہم نے بہت سی ایسی چیزیں دیکھیں لیکن (انسانوں کے جبر کی وجہ سے) زبان کھولنے سے ڈر گئے"[۳]

وہ انسانوں کا کیسا جبر تھا کہ ایک بزرگ صحابی رسولؐ اسے بیان کرتے ہوئے رو پڑے بنوامیہ کے گورنروں نے خوف و ہراس کی کیسی فضا پیدا کی ہوئی تھی۔

نامور تابعی امام حسن بصری حجاج بن یوسف کے بارے میں کہتے ہیں

"(حجاج جب) منبر پر چڑھ جاتا اور بکنا شروع کر دیتا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جاتا نہ تو اللہ سے ڈرتا نہ لوگوں سے شرماتا تھا اس کے اوپر اللہ ہوتا اور اس کی ماتحتی میں ایک لاکھ یا اس سے زائد سپاہی تھے اگر کوئی شخص اس سے کہہ بیٹھتا کہ اے شخص نماز کا وقت ہوگیا ہے تو پھر افسوس صد افسوس یہ ہوتا کہ اس پکار کے درمیان تلوار اور کوڑے حائل ہو جاتے"[۴]

---

۳ جامع ترمذی جلد نمبر ۱ ص ۷۹۰ ترجمہ مولانا بدیع الزمان ۴ فقہ امام حسن بصری صفحہ نمبر ۱۴ ترجمہ مولانا عبدالقیوم شائع کردہ معارف اسلامی لاہور

ان بدبختوں نے دین الٰہی میں کتنی دلیری سے بدعات داخل کی تھیں اور اُس وقت کے اہل علم ان کی وجہ سے کتنی اذیت میں مبتلا تھے امام حسن بصری اس حجاج کے متعلق اللہ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں

''یا اللہ حجاج کو اسی طرح مٹادے جس طرح اس نے تیری سنت کو مٹادیا ہے''۵

حکام کی اجازت کے بغیر مسجد میں بیٹھ کر مسائل شریعہ نہیں بتائے جاسکتے تھے

بنوامیہ کے ظالم گورنروں نے دین کو کس طرح سرکاری تحویل میں لیا ہوا تھا حتیٰ کہ کوئی شخص ان کی مرضی کے بغیر خانہ خدا میں بیٹھ کر بھی لوگوں کو مسائل شریعہ نہیں بتا سکتا تھا اس سلسلے میں

امام حسن بصری کا بیان ملاحظہ فرمائیں

امام حسن بصری کہتے ہیں کہ

''میں حجاج کے پاس گیا اس نے کہا حسن وہ کونسی چیز ہے جس نے تمہیں نہ صرف میرے مقابلے میں جری بنادیا ہے بلکہ تم ہماری مسجد میں بیٹھ کر فتوئی بھی دینے لگے ہو میں نے جواب دیا یہ چیز وہ میثاق ہے جسے اللہ نے اولاد آدم سے لیا ہے'' (فقہ امام حسن بصری ص ۱۳)۶

---

۵ فقہ امام حسن بصری صفحہ نمبر ۱۴ ترجمہ مولانا عبدالقیوم شائع کردہ معارف اسلامی لاہور ۶ حجاج کو امام حسن بصری کی یہ ادا پسند نہ آئی اور انھیں سزا دینے کے لیے ایک اور راستہ تلاش کیا اور اُن سے پوچھا تم ابو تراب (حضرت علیؓ) کے بارے میں کیا کہتے ہو انھوں نے جواب دیا علی (رضی اللہ عنہ) اللہ کی ہدایت سے فیض یاب ہونے والوں میں سے تھے یہ سن کر حجاج آگ بگولا ہو گیا اور غصے سے زمین کریدنے لگا امام حسن بصریؒ کہتے ہیں میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور پھر حجاج کی موت تک روپوش رہا یہ نو سال کا عرصہ تھا (فقہ امام حسن بصری ص ۱۴)

حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت انس بنؓ مالک اور حضرت سہل بنؓ ساعدی جیسے بزرگ صحابہ کی توہین کی بدترین مثال

بنوامیہ کے اس سفاک اور بے لگام گورنر کو ظلم وستم کس قدر کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی اور مدینۃ النبیؐ میں بزرگ صحابہ کرامؓ کے ساتھ کس طرح اہانت آمیز سلوک کیا جاتا تھا اہل سنت مورخ ابن خلدون اور مورخ طبری حجاج کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس نے

''صحابہ کی ایک جماعت کو ذلیل کرنے کے لیے اُن کے ہاتھوں پر اسی طرح سیسے کی مہریں لگوائیں جس طرح ذمیوں کے لگائی جاتی تھیں ان صحابہ کرام میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ حضرت انس بنؓ مالک اور حضرت سہلؓ بن ساعدی شامل تھے''

(ملاحظہ ہو ابن خلدون حصہ دوم ۳/۱۷۴ طبری حصہ پنجم ۶/۱۴۰ طبع کراچی شائع کردہ نفیس اکیڈمی)

☆☆☆☆☆

طریقہ نماز میں تبدیلی کی دکھ بھری روداد

شیعہ سنی کتب احادیث میں پیغمبر گرامی کا یہ فرمان موجود ہے کہ
ترجمہ: ''نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو'' (بخاری بحارالانوار) آج ہر دردمند مسلمان حیران ہے کہ نماز کے یہ پانچ چھ طریقے کس طرح اور کب وجود میں آگئے برادران اہل سنت کی کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نماز کے طریقہ میں تبدیلی آنحضرت کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد آنی شروع ہوئی اور یہ تبدیلی یکدم نہیں آئی بلکہ آہستہ آہستہ آنی شروع ہوئی مثلاً

بخاری و مسلم شریف کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں

بخاری و مسلم دونوں میں یہ روایت موجود ہے مطرف بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے بصرہ میں حضرت علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی جب ہم نماز پڑھ چکے تو حضرت عمرانؓ بن حصین جو کہ صحابی تھے انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا

''لقد صلی لناهذا صلاته محمد صلی الله علیه وسلم اوقال ذکرنی هذاصلاته محمد صلی الله علیه وسلم''

ترجمہ: ''انھوں نے (یعنی حضرت علیؑ نے) ایسی نماز پڑھائی جیسی آنحضرتؐ پڑھایا کرتے تھے یا یوں کہا کہ انھوں نے مجھ کو آنحضرت کی نماز یاد دلا دی'' ۷

مسند احمد ابن حنبل سے ابن عباسؓ کا بیان کہ پیغمبر گرامی جیسی نماز پڑھنا چاہتے ہو تو حضرت عبداللہ ابنؓ زبیر کی اقتداء کرو

مسند احمد ابن حنبل میں حضرت میمون مکی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن زبیرؓ کو لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا جب آپ کھڑے ہوئے رکوع کرتے یا سجدہ کرتے تو ہاتھوں سے اشارہ کرتے (یعنی رفع یدین کرتے) حضرت میمون مکی نے اس بات کا ذکر حضرت ابن عباسؓ سے کیا کہ میں نے عبداللہ ابن زبیرؓ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ میں نے اس طرح کسی کو بھی پڑھتے نہیں دیکھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا

''اِن احببتَ اَن تنظُرَ اِلی صَلٰوۃِ رَسُولِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم فَاقتَدِ بِصَلٰوۃِ ابنِ الزُّبَیر''

ترجمہ: اگر تم رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھنا پسند کرتے ہو تو عبداللہ ابن زبیر کی نماز کی اقتداء کرو (کہ ان جیسی نماز پڑھو)'' ۸

حضرت ابن زبیرؓ کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ آپ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

نتیجہ بحث: نماز میں پہلی تبدیلی یہ ہوئی کہ رفع یدین کرنا ترک کر دیا گیا

مندرجہ بالا دونوں روایات میں غور فرمائیں پہلی روایت جو کہ بخاری و مسلم سے

---

۷ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۵۴۳ طبع کراچی صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ طبع لاہور
۸ الفتح الربانی فقہی ترتیب مسند احمد ابن حنبل شیبانی جلد نمبر ۱ ص ۵۵۵ ترجمہ: حافظ قاری فدا حسین شائع کردہ فرید بکسٹال لاہور

نقل کی گئی ہے اس کے مطابق حضرت علیؑ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں حضرت علیؑ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں دیگر لوگوں کے علاوہ پیغمبر اکرمؐ کے ایک صحابی حضرت عمران بن حصینؓ بھی ہیں نماز ختم ہونے کے بعد وہ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مطرف نامی شخص سے کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ہمیں رسول پاکؐ والی نماز پڑھا دی دوسری روایت مسند احمد حنبل کی ہے اس کے مطابق حضرت ابن زبیرؓ نماز پڑھاتے ہیں وہ رکوع و سجود اور قیام کے لیے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں راوی حدیث تعجب سے حضرت ابن عباسؓ سے کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت ابن زبیرؓ نے نماز پڑھائی ہے میں نے اس طرح کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا اب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بڑے سیدھے اور سادہ الفاظ میں سوال کرنے والے سے کہتے ہیں کہ اگر تم رسول پاک جیسی نماز پڑھنا چاہتے ہو تو حضرت ابن زبیرؓ کی اقتداء کرو مندرجہ بالا دونوں روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز میں پہلی تبدیلی یہ کی گئی کہ حضرت علیؑ اور خاندان رسالتؐ کے دیگر افراد چونکہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں لیکن ان کے مدمقابل بنوامیہ کے گورنر جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو رفع یدین کو ترک کردیتے حالانکہ آج بھی اہلسنت بھائیوں کی کتب احادیث بھری ہوئی ہیں کہ آنحضرتؐ نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

بسم اللہ شریف کی روداد حضرت انسؓ کی زبانی

اس کتاب کے شروع میں ہم بڑی تفصیل سے لکھ آئے ہیں کہ بسم اللہ شریف سوائے سورہ توبہ کے ہر سورت کا جزو ہے اور پیغمبر گرامیؐ ہر نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھتے تھے مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ "(صحابی رسولؐ) حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے مدینہ میں نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قراءت کی اس میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور اس کے بعد والی سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھی جب انھوں نے سلام

پھیرا تو مہاجرین و انصار پکار کر کہنے لگے اے معاویہ نماز بدل گئی ہے یا تم بھول گئے ہو اسکے بعد جب بھی انھوں نے نماز پڑھائی سورہ فاتحہ کے بعد والی سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور جب بھی سجدے میں جاتے تکبیر کہتے" (ملخص مستدرک حاکم جلد نمبر ۱ ص ۴۶۷ ترجمہ علامہ شفیق الرحمٰن طبع لاہور) امام حاکم یہ حدیث نقل کرنے کے بعد ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری مسلم کے معیار کے مطابق صحیح ہے ہم کہتے ہیں کہ مہاجرین و انصار صحابہ نے شور مچا کر اپنا حق ادا کردیا لیکن بعد میں پھر کس کے حکم سے آج امت مسلمہ کی بہت بڑی تعداد سورہ الحمد کے بعد والی سورت کے ساتھ بسم اللہ شریف نماز میں نہیں پڑھتی اور رکوع و سجود میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتی۔

حضرت انس بن مالکؓ کا نماز میں شامل بدعات پر گریہ کرنا

امام زہری کا بیان ہے کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالکؓ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے میں نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے فرمایا

لا أعرف شيئاً مِمّا أدركتُ إلّا هٰذِهِ الصَّلَاةَ وَهٰذِهِ الصَّلَاةُ قد ضُيِّعت

ترجمہ: میں نے جو چیزیں (آنحضرتؐ کے عہد میں) دیکھیں ان میں سے اب کوئی چیز نہیں پاتا مگر نماز وہ نماز بھی برباد ہوگئی۔"[۹]

مسند ابوداؤد طیالسی میں بھی یہ روایت موجود ہے اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں

مسند ابی داؤد طیالسی متوفی ۲۰۴ھ جو کہ بخاری شریف سے بھی قدیم ترین مجموعہ حدیث ہے اس میں بھی یہ روایت موجود ہے اس کے الفاظ ہیں کہ حضرت انس بن

۹ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۳۹۳ طبع کراچی

مالکؓ نے جب یہ کہا کہ میں زمانہ رسالتؐ کی کوئی چیز اس وقت نہیں دیکھ رہا تو راوی نے پوچھا

يَا اَبَا حَمزه والصَّلوٰةُ قَالَ اَوَلَيسَ اَحدَثتُم فِي الصَّلوٰة مَا اَحدَثتُم

ترجمہ: (راوی نے پوچھا) اے ابوحمزہ کیا نماز بھی اس حالت پر قائم نہیں رہی تو انھوں نے کہا کیا تم نے اس نماز میں بھی وہ نئی باتیں شامل نہیں کر رکھیں جو تم نے نئی بدعات اختراع کی ہیں''۔ ۱

ہماری دردمندانہ دعوت فکر

ہم ہر ذی شعور اور دردمند مسلمان کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ صحابی رسولؐ حضرت انس بن مالکؓ کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ بنوامیہ نے لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں تھا کیونکہ یہ کام تو وہ کر بھی نہیں سکتے تھے حضرت انسؓ بن مالکؓ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ اُس وقت دو چار یا چند لوگ سنت طریقہ چھوڑ کر خلاف سنت طریقہ سے نماز نہیں پڑھ رہے تھے بلکہ لوگوں کی اکثریت نے حکومتی جبر کی وجہ سے خاموشی اختیار کرلی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی نماز میں ان بدعات پر زبان بند کی ہوئی تھی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگوں کو چپکے سے چھپ کر نماز پڑھنا پڑی ایک بزرگ صحابیؓ

حضرت حذیفہؓ کا بیان کہ ہم میں سے بعض لوگ چھپ کر نماز پڑھتے

حضرت انسؓ کی درد وکرب کی کیفیت آپ نے ملاحظہ کی ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم سے فرمایا

"إِنَّكُم لَاتَدرُونَ اَن تَبتَلُوا قَالَ فَابتُلِينَا حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ لَايُصَلِّي إِلَّا سِرًّا"

ترجمہ: "(آنحضرتؐ نے فرمایا) تم نہیں جانتے شاید تم بلا میں پڑ جاؤ (یعنی

۱ مسند ابوداؤد طیالسی جلد نمبر ۱ ص ۱۴۸ ترجمہ مولانا محمد عبدالحلیم چشتی طبع کراچی

آزمائشوں میں پڑ جاؤ) حذیفہؓ نے کہا پھر ایسا ہی ہوا ہم بلا (یعنی آزمائشوں) میں پڑ گئے یہاں تک کہ ہم میں سے بعضے نماز بھی چپکے سے پڑھتے''۔ ۱

اب ان بزرگ صحابی کے زمانے میں حالات کتنے نازک ہو چکے تھے جس کی وجہ سے انھیں چپکے سے نماز پڑھنا پڑتی یہ بھی واضح رہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے کوئی بھی شخص اعلان نہیں کرتا کہ میں نماز پڑھنے جارہا ہوں اس لیے چپکے سے نماز پڑھنے کا مطلب چھپ کر نماز پڑھنا ہی بنتا ہے بزرگ صحابہ کرام یا تو اپنی نماز الگ پڑھ لیتے یا پھر گھروں میں ہی سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھ لیتے ایک اور بزرگ صحابی حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روداد ملاحظہ فرمائیں۔

مروان بن الحکم کا حضرت ابوایوب انصاریؓ سے پوچھنا کہ آپ میرے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے تو بزرگ صحابیؓ کا جواب

مروان بن الحکم بنوامیہ کی طرف سے مدینے کا گورنر تھا جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ بنوامیہ نے نماز میں سنت طریقوں کو چھوڑ کر بعض نئے طریقے اور بدعات شامل کرلی تھیں جن کی وجہ سے بعض دیگر بزرگوں کی طرح پیغمبر اکرمؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی مروان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے ایک دن مروان نے اُن سے پوچھا کہ آپ میرے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے تو حضرت ابوایوبؓ انصاری نے جواباً فرمایا

"انی رأیت النبی ﷺ یصلی صلاة إن وافقته وافقتك وان خالفته صلیت وانقلبت الی اهلی"

ترجمہ: "(حضرت ابوایوبؓ انصاری نے مروان سے کہا) میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر تو نے (نماز میں) پیغمبر گرامیؐ کے طریقہ کی

۱ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۱ ص ۲۴۷ ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور

Scanned with CamScanner

موافقت کی (یعنی آنحضرتؐ کی طرح نماز پڑھی) تو میں تیری موافقت کروں گا (یعنی تیرے پیچھے نماز پڑھوں گا) اور اگر تم نے آنحضرتؐ کے طریقہ کی مخالفت کی تو میں اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا جاؤں گا''[۱۲]

صحابہ کرامؓ کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی نوبت کیوں آئی؟

بزرگ صحابی رسولؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روداد آپ نے ملاحظہ فرمائی بنی امیہ نے نماز پیغمبرؐ میں جو تبدیلیاں کرلی تھیں ان کی وجہ سے بزرگ صحابہ یا تو چپکے سے الگ نماز پڑھ لیتے یا پھر گھر پر ہی سنت طریقے سے نماز پڑھتے بنوامیہ نماز پیغمبرؐ میں اپنی شامل کردہ بدعات کی تصدیق صحابہ کرامؓ سے کروانا چاہتے تھے اس لیے ان کی یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ بزرگ صحابہ کرام آکر ان کے پیچھے نماز پڑھا کریں ایسا ہونے کی صورت میں وہ عوام الناس کو یہ باور کروانا چاہتے تھے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کی تصدیق تو صحابہ کرامؓ بھی کر رہے ہیں لیکن حضرت ابوایوب انصاریؓ نے مروان کو بڑا معقول جواب دے کر اس کا منہ بند کردیا کہ ہم نے پیغمبر گرامیؐ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر تم نے آنحضرتؐ کی سنت کے مطابق نماز پڑھی تو میں بھی تمہارے ساتھ نماز پڑھوں گا اور اگر تم نے سنت طریقہ سے ہٹ کر نماز پڑھی تو پھر اپنی نماز پڑھوں گا اور گھر چلا جاؤں گا۔

جن برادران کو بنوامیہ کے نماز میں ردوبدل کرنے پر شک وشبہ ہو وہ پیشوائے اہل حدیث امام ابن قیم کا یہ بیان دوبارہ ملاحظہ فرمائیں کہ ''حکام نے مدینہ وغیرہ میں نماز کے اندر چند جدید امور چلا دیے تھے جن پر عمل جاری رہا اور ان کی طرف کسی نے توجہ نہ کی'' (زادالمعاد جلد نمبر ۱ ص ۲۱۹) وہ حکام کونسے تھے اسی کتاب کے حاشیے پر لکھا ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ ہیں''

---

[۱۲] المعجم الکبیر طبرانی جلد نمبر ۴ ص ۱۵۶ بحوالہ شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ ص ۸۵ حدیث ۳۹۹۳

کیا بدعات کی جگہ جدید امور کا لفظ لکھ کر بنوامیہ کی بدعات پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے؟

ہم کہتے ہیں کاش اہلحدیث کے یہ بزرگ عالم بنوامیہ کی اس گھناؤنی حرکت پر کھل کر اظہار خیال کرتے مدینہ کے ساتھ وغیرہ لکھتا بتا رہا ہے کہ وغیرہ سے مراد یہی ہے کہ دیگر اسلامی شہروں میں بھی نماز کے اندر بنوامیہ نے یہ جدید امور شامل کر رکھے تھے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا بدعات کی جگہ جدید امور کا لفظ لکھ کر بنوامیہ کی بدعات پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے پھر امام ابن قیم کا یہ لکھنا کہ نماز میں بنوامیہ کے جاری کردہ امور پر عمل بھی جاری رہا اور ان کی طرف کسی نے توجہ نہ دی یہ بھی صحابہ کرامؓ پر اتہام ہے اگر امام ابن قیم زندہ ہوتے تو ہم بڑے ادب سے اُن سے پوچھتے کہ کیا آپ کو کتب صحاح ستہ میں سے بنوامیہ کی نماز میں جاری کردہ بدعات پر صحابہ کرامؓ کا وہ درد اور کرب نظر نہیں آیا نماز میں شامل بدعات پر حضرت انسؓ بن مالک کا رونا اور حضرت ابوسعیدؓ خدری کے رونے کے واقعات کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ کی دکھ بھری روداد ہم دوسری جگہ نقل کرچکے ہیں آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے ان تعلیمات کے اس مرکز کی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے جس کی نشاندہی سرکار دو عالمؐ نے اپنے مشہور زمانہ فرمان حدیث ثقلین میں کردی تھی (آمین ثم آمین)

☆☆☆☆

احکام شریعہ میں تبدیلی کی چند دیگر مثالیں

نمازِ پیغمبرؐ میں کس طرح تبدیلیاں لائی گئیں اور اس میں کس طرح بدعات شامل کی گئیں اس پر صحابہ کرامؓ کس قدر درد اور کرب میں مبتلا تھے وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا اموی گورنر اپنے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے صحابہ کرامؓ پر کس طرح نظر رکھتے تھے وہ بھی بیان ہو چکا اب ہم چند دیگر احکام شریعہ کا مختصراً ذکر کرتے ہیں جن میں بنوامیہ نے اپنی من پسند تبدیلیاں کر لی تھیں۔

صحابی رسولؐ حضرت انسؓ سے حج کے متعلق ایک سوال اور ان کا جواب

نماز کے بعد حج کتنی اہم عبادت ہے اس سے ہر ذی شعور مسلمان آگاہ ہے امام ابن حزم نے احکام حج سے متعلق حضرت انسؓ کا ایک واقعہ لکھا ہے جسے پڑھ کر اس وقت کے حالات کی مکمل عکاسی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"آپ۔سے (یعنی حضرت انسؓ سے) حج کے بعض امور کی بابت سوال کیا گیا تو آپ۔۔۔فرمایا آنحضرت ﷺ کا عمل تو یہ ہے اور پھر فرمایا جیسے تمھارے امراء (یعنی حکمران) کرتے ہیں ایسے ہی کرو آپ کا یہ فرمانا بطور تقیہ تھا یا آپ کی ذاتی رائے تھی (اور یاد رہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی کا قول حجت نہیں)"۔[1]

حضرت انسؓ نے سوال کرنے والے کو یہ بھی بتا دیا کہ اس سلسلے میں پیارے نبیؐ کی سنت تو یہ ہے لیکن بنوامیہ نے چونکہ حج کے بعض اعمال بھی تبدیل کر دیے تھے اس

۱ المحلی جلد نمبر ۳ ص ۱۹۱ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری طبع لاہور

لیے بنوامیہ کے ظالم حکمرانوں کے ظلم وستم سے بچانے کے لیے اس شخص سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم اسی طرح کرو جیسے تمھارے حکمران کرتے ہیں اب وہ کون سا حکم تھا جسے اموی حکمرانوں نے تبدیل کر دیا تھا اور وہ حکمران کون سے تھے امام ابن حزم جیسا بے باک اور اتباع سنت کا دعویدار بھی اس بات کی نشاندہی کیے بغیر گزر گیا ظاہر ہے ان کی مجبوری ہی ہو سکتی ہے اس سلسلے میں ہم برادران اہل سنت کی کتب احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں

حج کے متعلق ایک حکم خدا اور رسولؐ ملاحظہ فرمائیں

احکام حج میں تبدیلی کیسے ہوئی کتب احادیث میں سے ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں تلبیہ یعنی "لبیک اللھم لبیک" کہنا حج کے اعمال میں سے ایک عمل ہے اس کے متعلق ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں امام ابن خزیمہ نقل کرتے ہیں کہ "خلاد بن سائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور فرمایا کہ آپؐ اپنے صحابہؓ کو حکم فرمائیے کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ کہیں"[2]

دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ تلبیہ یعنی لبیک اللھم لبیک کہنا "حج کے شعار وعلامت میں سے ہے"[3]

محترم قارئین: آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حج کے دوران عرفات کے میدان میں تلبیہ کہنے کا حکم حضرت جبرائیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اور یہ حج کی علامات میں سے ہے لیکن اس حکم الٰہی کے ساتھ بعد از پیغمبر گرامی کیا سلوک ہوا ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن خزیمہ "تلبیہ" میں تبدیلی کے زیر عنوان لکھتے ہیں

واضح رہے کہ امام ابن خزیمہ نے میدان عرفات میں تلبیہ کہنے سے متعلق ایک

۲ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۳۳۳ ۳ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۱ ص ۳۳۴ طبع کراچی

Scanned with CamScanner

باب باندھا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ

''میدان عرفات میں لبیک کہنا سنت ہے تا کہ یہ سنت زندہ رہے کیونکہ بعض دفعہ خاص حالات کی وجہ سے لوگوں نے لبیک کہنا چھوڑ دیا تھا''۴؎

وہ خاص حالات کس طرح پیدا ہو گئے تھے خدا اور رسولؐ نے تو واضح حکم دیا تھا کہ میدان عرفات میں با آواز بلند لبیک اللھم لبیک کہا جائے وہ کون سے خاص حالات تھے جن کی وجہ سے اس حکم الٰہی میں تبدیلی ہوئی اور یہ تبدیلی کس کے حکم پر ہوئی ابن خزیمہ کھل کر بیان کرنے سے جھجک رہے ہیں صحیح ابن خزیمہ کی ہی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں

حضرت سعید بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ابن عباسؓ کے ساتھ عرفات میں تھے جہاں پر اللہ تعالیٰ اور پیغمبر گرامیؐ کے حکم کے مطابق لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند ہونی چاہییں تھیں لیکن وہاں پر خاموشی تھی جس پر حضرت ابن عباسؓ نے حیران ہو کر حضرت سعید بن جبیرؓ سے پوچھا

''یَاسَعِیدُ مَالِی لَااَسمَعُ النَّاسَ یُلَبُّونَ؟ فَقُلتُ یَخَافُونَ مِن مُعَاوِیَۃَ قَالَ فَخَرَجَ ابنُ عَبَّاسٍ مِن فُسطَاطِہٖ فَقَالَ لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ فَاِنَّھُم قَلتَرَکُوا السُّنَّۃَ مِن بُغضِ عَلِیٍّ''

ترجمہ: (حضرت ابن عباسؓ پوچھتے ہیں) اے سعید کیا وجہ ہے کہ میں لوگوں سے لبیک کی آواز نہیں سنتا میں نے کہا لوگ معاویہؓ سے ڈرتے ہیں یہ سن کر عبداللہ ابن عباسؓ اپنے خیمے سے نکلے اور لبیک اللھم لبیک کہنے لگے اور فرمانے لگے لوگوں نے سنت کو چھوڑ دیا ہے حضرت علیؓ کی دشمنی میں (اور امیر معاویہؓ کی محبت میں)''۵؎

یہ حرف بحرف ترجمہ اور اس کے آخر میں بریکٹ کے اندر والے الفاظ اہل حدیث علماء جناب حافظ محمد الیاس سلفی اور جناب حافظ عبدالقہار سلفی کے ہیں اور انھوں نے حاشیہ پر یہ بھی

۴؎ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۴ ص ۲۹۲ ۵؎ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۴ ص ۲۹۲ طبع کراچی

لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے واضح رہے کہ یہی حدیث سنن نسائی میں بھی موجود ہے ہم اس کے فقط ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں جو کہ اہل حدیث عالم مولانا وحید الزمان خان نے کیا ہے نسائی شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

''حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ عرفات میں تھا انھوں نے کہا کیا سبب ہے جو یہاں لبیک کی آواز نہیں آتی میں نے کہا لوگ معاویہ سے ڈرتے ہیں (انہوں نے لبیک کہنے سے منع کیا ہے) یہ سن کر عبداللہ بن عباسؓ اپنے خیمے سے نکلے اور کہا لبیک اللھم لبیک لوگوں نے سنت کو چھوڑ دیا حضرت علیؓ کی عداوت میں (اور معاویہ کی محبت میں)''۶؎

یہ ترجمہ اور بریکٹ کے اندر والے الفاظ اہلحدیث عالم مولانا وحیدالزمان کے ہیں حضرت علیؑ خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق دوران حج عرفات میں تلبیہ بلند آواز سے پڑھتے تھے اور دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیتے تھے لیکن بنوامیہ کے حکمرانوں نے اس کا الٹ کروانا شروع کر دیا۔

نماز عیدین کے لیے اذان و اقامت کی بدعت جاری کروانا امام ابن حزم کی زبانی

بنی امیہ نے جہاں خدا اور رسولؐ کی بتلائی اور سکھلائی ہوئی نماز میں تبدیلیاں کیں وہیں پر نماز عیدین کے لیے اذان و اقامت کی بدعت جاری کروائی اس بارے میں امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ

''بنوامیہ نے عیدین کے لیے اذان و اقامت کی بدعت ایجاد کی تھی رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے ان نمازوں کے لیے اذان و اقامت کا حکم نہیں دیا تھا''۷؎

۶؎ سنن نسائی شریف جلد نمبر ۲ ص ۳۰۴ طبع لاہور ۷؎ المحلّی جلد نمبر ۳ ص ۳۲۰

یہی بات حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے یہ دونوں صحابی فرماتے ہیں کہ

"لَم یَکُن یُؤَذَّنُ یَومَ الفِطرِ وَلَایَومَ الاَضحٰی"

ترجمہ: اذان نہ عید فطر میں ہوتی تھی نہ عید الاضحیٰ میں"۔ ۸

جب لوگوں نے حضرت ابن زبیرؓ سے بیعت کی تو حضرت ابن عباسؓ کا ان کو سنت جاری کرنے کا پیغام

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب اول اول لوگوں نے ابن زبیرؓ سے بیعت کی تو کچھ ہی دن بعد عید الفطر آ گئی تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے حضرت ابن زبیر کو پیغام بھیجا کہ "نماز فطر میں اذان نہیں دی جاتی سو تم آج اذان نہ دلوانا تو ابن زبیرؓ نے اذان نہیں دلوائی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ خطبہ نماز کے بعد ہونا چاہیے اور وہ یہی کرتے تھے سو ابن زبیرؓ نے بھی پہلے نماز پڑھی خطبہ بعد میں دیا"۔ ۹

یعنی خطبہ سنت پیغمبرؐ کے مطابق نماز پڑھنے کے بعد دیا صحیح مسلم میں ہی حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

"نبی ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ یہ سب عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے"۔ ۱۰

مروان بن الحکم اموی کا نماز عیدین کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا اور صحابہ کرامؓ کا احتجاج مروان کا جواب کہ میں نے وہ سنت تبدیل کردی۔

صحیح مسلم میں بزرگ صحابی حضرت ابوسعیدؓ خدری روایت کرتے ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ عید قربان اور عید الفطر میں جب نکلتے تھے تو پہلے نماز پڑھتے

۸ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۳۳۵ طبع لاہور ۹ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۳۳۶ طبع لاہور

پھر جب نماز کا سلام پھیرتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے (اور خطبہ دیتے)..... یہاں تک کہ مروان بن الحکم حاکم ہوا اور میں (یعنی ابوسعیدؓ خدری) مروان کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ملا کر نکلا یہاں تک کہ عیدگاہ میں آئے.... مروان مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑوانے لگا تو گویا وہ منبر کی طرف کھینچتا تھا اور میں اس کو نماز کی طرف پھر جب میں نے یہ دیکھا تو اس سے کہا کہ نماز کا پہلے پڑھنا کہاں گیا؟ اس نے کہا اے ابوسعید چھٹ گئی وہ سنت جو تم جانتے ہو میں نے کہا ہرگز نہیں ہو سکتا قسم ہے اس پروردگار کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے کہ تم بہتر کام کر سکو اس سے جو میں جانتا ہوں (یعنی بدعت سنت کے برابر نہیں ہو سکتی بہتر ہونا تو کجا) غرض یہ بات میں نے اس سے تین بار کہی"۔ ۱۱

صحیح ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں

یہی روایت صحیح ابن خزیمہ میں بھی موجود ہے اس کے الفاظ ہیں کہ جب صحابی رسولؐ حضرت ابوسعیدؓ خدریؓ نے دیکھا کہ مروان منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا ہے تو انھوں نے اسے جائے نماز کی طرف کھینچا اس کے بعد حضرت ابوسعیدؓ خدری کہتے ہیں کہ "میں نے کہا (عید کے پروگرام کو پہلے خطبہ پڑھنے کی بجائے) نماز سے شروع کرنے کا معمول کہاں ہے؟ کہاں چلا گیا؟ سو مروان نے کہا اے ابوسعیدؓ جیسا کہ تم کو معلوم ہے کہ (یہ سنت اور معمول) متروک ہو گیا ہے حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں ہرگز نہیں (خبردار) مجھے اس ذات پاک کی قسم میرے علم کے مطابق تم لوگ خیر لانے والے نہیں ہو یہ بات تین بار کہی پھر میں واپس آ گیا"۔ ۱۲

انتہائی مقام افسوس:۔ کیا سنت کو مٹانے والے کو رحمۃ اللہ لکھا جا سکتا ہے؟

محترم قارئین کتنے دکھ کی بات ہے کہ مروان نماز عید جیسی عبادت میں پیارے نبی کی سنت کو مٹا کر اس کی جگہ حکومتی جبر اور طاقت سے بدعت کو شامل کر کے اللہ کے

۱۱ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی ترجمہ مولانا وحید الزمان جلد نمبر ۲ ص ۳۳۶ طبع لاہور ۱۲ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۲ ص ۶۰۶ طبع کراچی

غضب کو دعوت دے رہا ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ کا ترجمہ کرنے والے اہل حدیث علماء کا
افسوس ناک طرز عمل ملاحظہ فرمائیں کہ مروان کے نام پر پھر بھی (رح) لکھ رہے ہیں جو
کہ رحمۃ اللہ کی علامت ہے حالانکہ ویسے ان علماء کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کوئی شخص
معمولی سا خلاف سنت کام کرے تو اُسے دائرہ اسلام سے خارج کرنے پر تیار
ہو جاتے ہیں لیکن یہاں پر سنت پیغمبر ﷺ کو مٹا کر اعلانیہ بدعت جاری کرنے والے کو بھی
رحمت اللہ لکھنا شخصیت پرستی کی بدترین مثال ہے۔

مسند طیالسی کی روایت ملاحظہ ہو

یہی روایت حدیث کے قدیم ترین مجموعہ مسند ابوداؤد طیالسی متوفی ۲۰۴ھ میں
بھی موجود ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

"مروان بن حکم نماز عید سے پہلے خطبہ دینے کے لیے بڑھا تو ایک آدمی اٹھا اور
اس نے کہا تم سنت کے خلاف کر رہے ہو عیدین کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا ہے تو
مروان نے کہا اے ابو فلاں یہ کام ترک کر دیا گیا ہے شعبہ کہتے ہیں وہ آدمی بھی چٹ
ہی جانے والا تھا تو ابوسعیدؓ نے کہا یہ گفتگو کرنے والا کون ہے اس نے اپنا فرض پورا
کر دیا" [۱۳]

موطاء امام مالک میں بھی یہ حدیث موجود ہے اس کی شرح میں حاشیہ پر اہل
حدیث مصنف مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا یہ دستور تھا کہ عیدین میں نماز کے
بعد خطبہ پڑھتے لیکن مروان نے یہ بدعت ایجاد کی کہ خطبہ نماز سے پہلے پڑھا" [۱۴]

---

[۱۳] مسند ابوداؤد طیالسی جلد نمبر ا ص ۲۱۲ طبع کراچی [۱۴] موطا امام مالک صفحہ نمبر ۱۵۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان خان طبع لاہور

مروان نے سنت پیغمبر گرامی کو چھوڑ کر نماز عید سے پہلے خطبہ دینے کی بدعت کیوں جاری کی

پیغمبر گرامی کی سنت وطریقہ یہ تھا کہ پہلے عید کی نماز پڑھتے بعد میں خطبہ دیتے
مروان نے اس سنت پیغمبر کو کیوں تبدیل کیا اس کی وجہ علمائے اہل سنت یہ بتاتے
ہیں کہ مروان بدبخت خطبوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر تبراء کیا کرتا تھا جس
سے اہل مدینہ کی اکثریت کی دل آزاری ہوتی تھی اور لوگ عید کی نماز پڑھ کر خطبہ
سنے بغیر چلے جاتے تھے اور مروان کے دل میں بغض علی کی آگ بھڑکتی رہ جاتی تھی
اس کا حل اس نے یہ نکالا کہ سنت پیغمبر گرامی کو تبدیل کر کے نماز عید سے پہلے خطبہ
دینے کی بدعت جاری کی۔

حکمرانوں میں احکام شریعہ میں تبدیلی کی جراءت کیسے پیدا ہوئی؟

یہ سوال بھی اپنی جگہ پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور ہمارے اس موضوع سے
اس کا گہرا تعلق ہے کہ اس وقت کے حکمرانوں میں یہ جراءت کیسے پیدا ہوگئی کہ خدا
رسولؐ کے وہ احکام جن کے متعلق قرآن وحدیث میں واضح طور پر کوئی کام کرنے یا نہ
کرنے کا دوٹوک حکم دیا گیا ہے اُن میں اپنی مرضی اور پسند کی تبدیلی کر سکیں اور
دوسری طرف بڑے بڑے بزرگان دین خون کے آنسو بہاتے رہ جائیں ہم پوری
دیانتداری سے اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ

بعض احادیث کی من پسند تشریح اور غلط تاویل کی وجہ سے حکمرانوں میں یہ جراءت پیدا ہوئی کہ وہ احکام الشریعہ میں اپنی مرضی سے تبدیلی کر سکیں

برادران اہل سنت کی کتب احادیث میں بعض ایسی عجیب وغریب احادیث موجود

ہیں جنہیں بنیاد بنا کر اموی اور عباسی حکمرانوں نے احکام شریعہ میں اپنی پسند کی تبدیلیاں شروع کردیں ایسی خلاف عقل اور من گھڑت احادیث کی وجہ سے حکمران یہ سمجھ بیٹھے کہ شریعت اسلامیہ میں من پسند تبدیلیاں کرنے کا انھیں اختیار حاصل ہے اور عوام الناس میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ ہماری بدعات اور ہمارے ظلم وستم پر ہمیں ٹوک سکیں اب ان احادیث کی حقیقت کیا ہے یہ تو علمائے اہل سنت ہی بتا سکتے ہیں البتہ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر گرامی فرماتے ہیں:

"مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئاً فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْراً مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"

ترجمہ: (ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ) جو شخص دین کے مقدمہ میں حاکم کی کوئی بات ناپسند کرے تو اس کو صبر کرنا چاہیے اس لیے کہ بادشاہ اسلام کی اطاعت سے اگر کوئی بالشت برابر باہر ہو جائے تو اس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی" ۱۵

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ جیسے جیسے بدعتی اور بدکردار اور مخلوق خدا پر ظلم وستم روا رکھنے والے حکمران لوگوں پر مسلط ہوتے گئے ان کے ظالمانہ اقدامات کو تحفظ فراہم کرنے والی احادیث وجود میں آتی گئیں اور انہیں جلیل القدر صحابہؓ سے منسوب کردیا گیا اب بخاری شریف سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے منسوب ایک روایت ملاحظہ فرمائیں وہ کہتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ نے ہم سے فرمایا تم میرے بعد اپنی حق تلفی دیکھو گے (جو لوگ مستحق نہیں ہیں ان کو حکومت ملے گی تم محروم رہو گے) اور ایسی باتیں جن کو تم برا (خلاف شرع) سمجھو گے یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا پھر (ایسے وقت میں) آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا اُس وقت کے حاکموں کو اُن کا حق ادا کرو (زکوٰۃ وغیرہ) اور تم اپنا حق اللہ سے مانگو" ۱۶

۱۵ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۹ ص ۱۲۷ کتاب الفتن طبع کراچی صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۵ ص ۱۳۹ طبع لاہور
۱۶ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۹ ص ۱۲۸ طبع کراچی

یہ حرف بحرف ترجمہ مولانا وحید الزمان خان حیدرآبادی کا ہے اس کے بعد جب حکومتی جبر سے سنتوں کو مٹا کر ان کی جگہ بدعات کو رواج دینے والے حکمران لوگوں پر مسلط ہوئے تو انہیں تحفظ دینے والی احادیث گھڑلی گئیں اس سلسلے میں

صحیح مسلم کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں

واضح رہے کہ یہ حدیث بھی ایک جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت کی گئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

"آنحضرتؐ نے فرمایا میرے بعد وہ لوگ حاکم ہونگے جو میری راہ پر نہیں چلیں گے میری سنت پر عمل نہیں کریں گے اور ان میں ایسے لوگ ہونگے جن کے دل شیطان کے سے اور بدن آدمیوں کے سے ہونگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت میں کیا کروں آپؐ نے فرمایا اگر تو ایسے زمانے میں ہو تو سن اور مان حاکم کی بات کو اگر چہ وہ تیری پیٹھ پھوڑے اور تیرا مال لے لے پر اس کی بات سنے جا اور اس کا حکم مانتا رہ" ۱۷

ہم محترم قارئین کی خدمت میں عرض کرتے چلیں کہ گذشتہ باب میں اموی حکمرانوں کی احکام شریعہ میں تبدیلی کی روداد بیان کر چکے ہیں اب ان احادیث کو پڑھ کر صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ احادیث اُن بدعتی حکمرانوں کی خلاف شرع باتوں پر خاموش رہنے کے لیے وضع کی گئی ہیں اور انھیں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے منسوب کردیا گیا ہے۔

دعوت فکر

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ اگر اطاعت امیر والی مندرجہ بالا احادیث کو اسی سیاق وسباق میں درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر حکمران دین الٰہی میں جس طرح کی چاہیں تبدیلیاں کرتے رہیں ساری مخلوق خدا کے پاس سوائے سننے اور

۱۷ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۵ ص ۱۳۸ طبع لاہور

ماننے کے کوئی راستہ باقی نہیں رہ جاتا یہی کچھ بنوامیہ کے دور حکومت میں ہوا کہ اگر کوئی شخص ان کی بدعات پر انہیں ٹوکتا تو اُسے اطاعت امیر والی مندرجہ بالا احادیث اپنے زرخرید مفتیوں کی زبانی سنوا کر خاموش کروایا جاتا اور عوام کو ڈرایا جاتا کہ اگر جماعت سے کوئی شخص الگ ہوا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ [۱۸]

تصویر کا دوسرا رخ

دین میں بدعتیں پیدا کرنے والوں کا بروز قیامت انجام:۔ احکام الشریعہ میں تبدیلی کرنے والوں کو پیغمبر گرامیؐ سے دور ہٹا دیا جائے گا

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حاکم وقت اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اور پیغمبر گرامیؐ کی لائی ہوئی شریعت میں تبدیلی کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور پھر یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ عوام الناس کا کام صرف امیر کی اطاعت ہے جو لوگ ایسے بدعتی حکمرانوں کو روکیں گے اور ان خلاف شرع کاموں میں ان کی اطاعت نہیں کریں گے وہ خود گمراہی کی موت مریں گے ایسا عقیدہ رکھنے والے حضرات کی خدمت میں ہماری گزارش ہے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن لیں آنحضرت فرماتے ہیں کہ بروز قیامت کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر لائے جائیں گے حضرت سہل بن سعدؓ اور

---

[۱۸] اہل سنت مفکر ڈاکٹر حمید اللہ پی۔ ایچ۔ ڈی بڑے دکھ سے لکھتے ہیں

اس دور میں نام نہاد مفتی کس طرح حکومتوں کے آلۂ کار بن چکے تھے ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ (اس دور کی) مشکلات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک خلیفہ کو ایک مرتبہ چالیس مولوی نما "بدمعاشوں نے یہ فتویٰ دیا کہ خلیفہ قانون سے بالا ہے" (ملاحظہ ہو امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی" نامی کتاب پر ڈاکٹر صاحب کا مقدمہ ص ۴۴) اس کتاب کے مصنف علامہ مناظر احسن گیلانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں وہ لکھتے ہیں کہ "جس زمانہ میں چالیس چالیس مشائخ گواہی دیں کہ حکومت کرنے والے افراد ہر قسم کی مسئولیت سے بری ہیں ان کے جو جی میں آئے کر سکتے ہیں مذہب نے ان کو اس کی اجازت دے رکھی ہے اس گواہی نے سلاطین اور شاہی حکام کے لیے کھل کھیلنے کا کتنا وسیع میدان مہیا کر دیا ہوگا" (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۶۶ طبع کراچی)

حضرت ابو سعید خدریؓ دونوں صحابی روایت کرتے ہیں کہ

"کچھ لوگ حوض کوثر پر ایسے آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہیں پھر (وہ لوگ روک دیئے جائیں گے) مجھ میں اور اُن میں آڑ (پردہ کر دیا جائے گا آنحضرتؐ کہیں گے یہ لوگ تو میری امت کے ہیں ارشاد ہوگا تم نہیں جانتے انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئی باتیں (دین میں) نکالیں اُس وقت میں کہوں گا جس شخص نے میرے بعد دین بدل ڈالا وہ دور ہو دور ہو" [۱۹]

دین الٰہی میں تبدیلی کرنے کے مجاز سردار الانبیاء بھی نہیں قرآن کا اعلان

قریش مکہ یا بعض دیگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بعض باتوں کو پسند نہ کیا تو پیغمبر گرامیؐ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ احکام الٰہی میں ہماری خاطر کچھ تبدیلی کریں تو سورہ یونس میں اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ:

قُلْ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآیِٔ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰٓی اِلَیَّ

(یونس آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: "تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے، میں تابعداری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف (ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن)

دعوت فکر

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ جب احکام دین میں تبدیلی کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی کو بھی نہیں دیا تو پھر نماز تو دین کا ستون ہے اس میں کوئی شخص یا کوئی گروہ اپنی طرف سے کس طرح تبدیلی کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو لوگ پیارے نبیؐ کے بعد پیغمبر اکرمؐ کے طریقوں میں تبدیلی کریں گے یا جن لوگوں نے یہ تبدیلیاں کی ہیں ان کا انجام بروز محشر کیا ہوگا اوپر نقل کی گئی بخاری شریف کی حدیث بار بار غور سے پڑھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز پیغمبرؐ کو صحیح طرح سمجھنے اور اسے سنت نبویؐ کے مطابق پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے (امین ثم امین)

---

[۱۹] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۹ ص ۱۲۷ کتاب الفتن طبع کراچی

Scanned with CamScanner

نماز جنازہ اور اس کے مسائل؟ سنت کی روشنی میں

نماز جنازہ احادیث کی روشنی میں

مکتب اہلبیتؑ میں آج تک اس بات پر اتفاق چلا آرہا ہے کہ اہل ایمان کی نماز پر جنازہ پانچ تکبیریں کہنا پیغمبر گرامیؐ کی سنت وطریقہ ہے جیسا کہ ہماری کتب احادیث وسائل الشیعہ وغیرہ میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے متعدد احادیث روایت کی گئی ہیں جن کے مطابق:

''امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ نماز جنازہ کی تکبیرات کس قدر ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ پانچ ہیں''[1]

اسی طرح امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ

''حضرت رسول خدا ﷺ کامل الایمان صحابہ کرامؓ پر پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے''[2]

فضل بن شاذان امام علیؑ رضا سے روایت کرتے ہیں کہ

''آپؑ نے مامون عباسی کے نام مکتوب میں لکھا کہ نماز جنازہ کی تکبیریں پانچ ہیں اور جو اس سے کم کرے گا وہ سنت رسول ﷺ کا مخالف متصور ہوگا''[3]

حضرت علیؑ کا حضرت سہلؓ بن حنیف بدری صحابی کی میت پر پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنا

''حلبی امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت سہل بنؓ حنیف پر جو کہ جنگ بدر کے شرکاء میں سے تھے پانچ تکبیر نماز

۱، ۲، ۳ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۲ ص ۲۰۹ ص ۲۱۱ مطبوعہ اسلام آباد

جنازہ پڑھی''[۴]

یہی روایت اہل سنت عالم و محدث ابن قدامہ مقدسی نے بھی لکھی ہے ملاحظہ فرمائیں

''اِنَّ علياً صلى على سهل بن حنيف فكبر عليه خمساً''

ترجمہ: ''حضرت علیؑ نے حضرت سہل بن حنیفؓ پر نماز جنازہ پڑھی تو اس پر پانچ تکبیریں کہیں''[۵]

برادران اہل سنت میں چار تکبیریں کب سے رائج ہوئیں

علمائے اہل سنت کا بیان ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیروں میں چونکہ اختلاف تھا کوئی چار کوئی پانچ کوئی چھ اور کوئی سات پڑھتا تھا اس لیے بقول علامہ جلال الدین سیوطی حضرت عمرؓ نے تمام لوگوں کو چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا[۶]

سعودی سکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس نماز جنازہ کی کیفیت کے زیر عنوان لکھتے ہیں

''نبی کریم ﷺ سے جنازہ کی متعدد صورتیں منقول تھیں حضرت عمرؓ نے چاہا کہ ان سب میں یک جہتی پیدا فرمادیں کیونکہ حضرت عمرؓ اختلاف کو ناپسند کرتے تھے آپؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور نماز جنازہ کی تکبیروں کے بارے میں مشورہ کیا کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں کسی نے کہا چھ کہیں اور کسی نے بتایا کہ چار کہیں حضرت عمرؓ نے چار تکبیروں پر سب کو متفق کر لیا تا کہ طویل نماز سے مشابہت ہو جائے اور طویل نماز چار رکعت والی نماز ہے''[۷]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں

''عہد رسالت مآب میں مسلمان جنازوں پر چار تکبیریں کہیں پانچ اور کہیں چھ

[۴] فروع کافی جلد نمبر ۱ص ۱۱۳ طبع کراچی وسائل الشیعہ جلد نمبر ۲ص ۷۱۱ طبع اسلام آباد [۵] المغنی جلد نمبر ۲ص ۵۱۳ [۶] تاریخ الخلفاء ص ۱۴۰ طبع کراچی [۷] فقہ حضرت عمر ص ۵۵۷ ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی طبع لاہور

پڑھتے اور آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد زمانہ حضرت ابوبکرؓ اور عہد حضرت عمرؓ میں بھی تفاوت تعداد قائم رہا''[۸]

پھر آگے حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''امیر المومنینؓ نے تکبیرات جنازہ کی تعداد کے بارے میں فرمایا کہ یہ کبھی چار کی تعداد میں رہیں گا ہے پانچ مگر ہم چار پر اکتفا کرتے ہیں''[۹]

پھر ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ

''حضرت عمرؓ نے مجلس مشاورت میں تکبیرات جنازہ کی تعداد پر مشورہ فرمایا تو اس میں رسول اللہ ﷺ کا عمل چار تکبیریں پانچ تکبیریں سات تکبیریں کی روایتیں معلوم ہوئیں تب آپ نے سب کی رائے سے چار تکبیروں پر التزام کا فیصلہ صادر فرمایا''[۱۰]

پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس ''فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ'' میں لکھتے ہیں

''حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے کہ جنازے میں چار تکبیریں اور پانچ تکبیریں بھی تھیں لیکن ہم سب چار تکبیروں پر متفق ہو گئے''[۱۱]

نماز جنازہ کی تکبیریں چار پانچ یا اس سے زائد پڑھنے کی وجہ کیا تھی؟

کتب اہل بیتؑ کے مطابق تو پیارے نبی عام لوگوں پر چار تکبیریں اور اہل ایمان و یقین صحابہ کرام پر پانچ تکبیریں پڑھا کرتے تھے دوسری طرف کتب اہل سنت کے مطابق آنحضرتؐ سے چار پانچ چھ اور سات تکبیریں پڑھنے والی روایات بھی موجود ہیں لیکن بدری صحابہ کرامؓ یا دیگر جلیل القدر صحابہؓ پر پانچ یا اس سے زائد تکبیریں کہنا کتب اہل سنت سے ثابت ہے مثلاً مولانا وحید الزمان صحیح مسلم کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ ''صحابہ اہل بدر پر پانچ چھ اور سات تکبیریں کہا کرتے تھے (۲/۳۹۰) اور علامہ

[۸] فقہ عمر ص ۱۲۸ ترجمہ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی طبع لاہور [۹] [۱۰] فقہ عمر ص ۱۲۹ ترجمہ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی طبع لاہور [۱۱] فقہ حضرت عبداللہ ابن عمر ص ۶۷۳ ترجمہ مولانا عبد القیوم طبع لاہور

حافظ عبدالستار لکھتے ہیں کہ

"حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ اہل بدر پر چھ تکبیریں کہا کرتے تھے اور باقی صحابہؓ پر پانچ اور دیگر لوگوں پر چار" ۱۲؎

واضح رہے کہ نماز جنازہ میں چونکہ میت کی مغفرت کی دعا ہے اس میں پہلی تکبیر کے بعد شہادتین یا بعض لوگ سورہ الحمد پڑھتے ہیں دوسری تکبیر کے بعد درود اور تیسری تکبیر کے بعد برادران اہل سنت عام طور پر ایک دعا پڑھتے ہیں جس میں زندہ لوگوں مردہ لوگوں حاضر غائب چھوٹے بڑوں کے لیے دعا کی جاتی ہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر نماز ختم کردی جاتی ہے جبکہ مکتب اہلبیت میں بھی تیسری تکبیر کے بعد مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کے لیے ایک عمومی دعا کی جاتی ہے پھر چوتھی تکبیر کے بعد میت کا خصوصی ذکر کر کے اس کے لیے دعا کی جاتی ہے (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اس کے بعد پانچویں تکبیر کہہ کر نماز ختم کردی جاتی ہے اب پیارے نبی بھی عام لوگوں کے لیے تو تیسری تکبیر کے بعد عمومی سی دعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہہ کر نماز ختم کردیتے لیکن دیگر صحابہ کرامؓ کے لیے چوتھی تکبیر کے بعد میت کے لیے خصوصی دعا فرما کر پانچویں تکبیر پڑھتے ہوئے نماز کو ختم کرتے اب یہ پانچ تکبیر والی روایات اتنی مستند ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں چار تکبیر پڑھنے کا رواج تو ہوگیا لیکن حضرت عمرؓ کی زندگی میں ہی پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھا جانے لگا اس کے متعلق

اہل حدیث مصنف مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی لکھتے ہیں

"اولیات حضرت عمرؓ کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں مقرر کیں لیکن "حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں بعض حضرات پانچ تکبیرات بھی کہنے لگے" ۱۳؎

صحابہ کرام کا چار کی بجائے پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنا اتنا مشہور اور مستند واقعہ ہے کہ

۱۲؎ نصرۃ الباری ترجمہ حاشیہ صحیح بخاری پارہ نمبر ۵ ص ۱۵۶ طبع کراچی ۱۳؎ حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریات ص ۱۴۳ طبع لاہور

اسے بڑے بڑے اہل سنت محدثین نے نقل کیا ہے مثلاً

سنن نسائی کی روایت ملاحظہ ہو

"عن ابی لیلیٰ عن زیدبن ارقم صلی علیٰ جنازة فکبر علیها خمس وقال کبرها رسول الله صلی الله علیه وسلم"

ترجمہ: "حضرت ابی لیلیٰؓ سے روایت ہے کہ زید بن ارقمؓ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو پانچ تکبیریں کہیں اور کہا کہ حضور ﷺ نے بھی پانچ تکبیریں کہیں" ۱۴؎

سنن ابی داؤد میں بھی یہ حدیث موجود ہے

اسکے الفاظ یوں ہیں ابی لیلیٰؓ سے روایت ہے کہ:

"زید بن ارقمؓ جو صحابی ہیں وہ ہمارے جنازہ پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے ایک بار ایک جنازہ پر انھوں نے پانچ تکبیریں کہیں تو ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیشہ چار تکبیریں کہتے تھے آج پانچ کیوں؟ انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے" ۱۵؎

ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے

اہل حدیث عالم مولانا بدیع الزمان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

"کہا ابو عیسیٰ نے حدیث زید بن ارقمؓ کی حسن ہے صحیح ہے اور بعض علمائے صحابہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے اور کہا احمد اور اسحٰق نے جب امام جنازے پر پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی بھی امام کی تابعداری کرے" ۱۶؎

۱۴؎ سنن نسائی جلد نمبر ۱ ص ۲۰۷ کتاب الجنائز ترجمہ مولانا وحید الزمان طبع لاہور ۱۵؎ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۲ ص ۶۱۵ ترجمہ مولانا وحید الزمان ۱۶؎ جامع ترمذی جلد نمبر ۱ ص ۳۶۵ ترجمہ مولانا بدیع الزمان طبع لاہور

مسلم شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے

مسلم شریف کی حدیث امام نووی کا کمزور عذر اور مولانا وحید الزمان خان کا جواب

حضرت زیدؓ کی یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اس کے بارے میں امام نوویؒ نے ایک کمزور عذر نقل کیا ہے کہ علماء کے نزدیک حدیث منسوخ ہے لیکن اہل حدیث عالم مولانا وحید الزمان خان نے انہیں بڑا دوٹوک جواب دیا ہے وہ حاشیہ صحیح مسلم پر لکھتے ہیں "جب ایک معتبر راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ تکبیریں کہیں تو اجماع سے کیونکر منسوخ ہوسکتا ہے فعل رسول مقبول ﷺ کا جب تک خود آپؐ سے پانچ کی نہی بالتصریح نہ آجائے اور حال یہ ہے کہ زاد المعاد میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پانچ تکبیریں صحیح ہوئیں" ۱۷

امام ابن قیم کا زاد المعاد میں اعتراف حقیقت

واضح رہے کہ نماز جنازہ میں آنحضرتؐ کا پانچ تکبیریں کہنا اتنا مشہور و مستند ہے کہ امام ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں صاف لکھا ہے کہ

"صحیح روایت یہ ہے کہ آنحضرتؐ (جنازہ میں) پانچ تکبیریں کہتے تھے" ۱۸

علامہ عبدالرحمٰن الجزائری کا بیان

انہی حقائق کی بنا پر علامہ عبدالرحمٰن الجزیری حنابلہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ "اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو مقتدیوں کو سات تکبیروں تک اس کی پیروی کرنی چاہیے اگر سات سے زیادہ ہو جائیں تو امام کو اس سے آگاہ کرنا چاہیے یہ جائز نہیں کہ اس سے پہلے سلام پھیر دیا جائے" ۱۹

---

۱۷ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ ص ۳۹۰ ص ۳۹۱ طبع لاہور ۱۸ زاد المعاد جلد نمبر ۱ ص ۳۲۰ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۸۴۷ شائع کردہ اوقاف اکیڈمی پنجاب

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان خان چار تکبیروں والی روایت کی بحث میں لکھتے ہیں

صحیح مسلم کے حاشیہ پر مولانا وحید الزمان خان لکھتے ہیں کہ

"صحابہ اہل بدر پر پانچ چھ اور سات (تکبیریں) کہا کرتے تھے اور یہ آثار صحیحہ ہیں تو چار سے زیادہ منع کرنے کا کوئی موقع نہیں اور نبی ﷺ نے چار سے زیادہ کو منع نہیں فرمایا بلکہ آپؐ نے اور آپؐ کے بعد صحابہؓ نے چار تکبیروں سے زیادہ کہیں" ۲۰

پھر چار تکبیروں والی روایت نقل کر کے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ "یہ حدیث کسی نے امام احمدؒ کے سامنے پڑھی تو انھوں نے کہا یہ کذب ہے اس کی اصل کچھ نہیں اور یہ روایت کی ہے محمد بن زیاد طحان نے اور وہ حدیثیں دل سے گھڑا کرتا تھا" ۲۱

آخر میں مولانا وحید الزمان ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ

"علقمہ نے عبداللہ سے کہا کہ اس کے ساتھی شام سے آئے ہیں انھوں نے ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں تو عبداللہ نے کہا تکبیریں کچھ مقرر نہیں ہیں امام جتنی تکبیریں کہے تم بھی کہو اور جب وہ سلام پھیرے تم بھی پھیر دو" ۲۲

نصرۃ الباری شرح بخاری کی عبارت ملاحظہ ہو

مفسر قرآن والحدیث علامہ الحافظ عبدالستار نے اپنی اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی برادران اہل سنت کے مؤقف کی کمزوری واضح ہوتی ہے مذکورہ عالم لکھتے ہیں:

"میت پر چار تکبیریں بطور اکثریت کے ہیں ورنہ چار سے زائد بھی ثابت ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں زید بن ارقمؓ سے اور مسند احمد میں حذیفہ بن یمانؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ آپؐ نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں ابن منذر نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے بنی اسد کے ایک مرد پر جنازہ پڑھایا تو پانچ تکبیریں کہیں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ اہل بدر پر چھ تکبیریں کہا کرتے تھے اور باقی صحابہؓ پر پانچ اور دیگر لوگوں پر چار" ۲۳

۲۰، ۲۱، ۲۲ صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی جلد نمبر ۲ صفحہ تا ص ۳۹۱ طبع لاہور ۲۳ نصرۃ الباری شرح بخاری پانچواں پارہ ص ۱۵۶

اہل سنت مورخ شاہ معین الدین احمد ندوی کا اقرار کہ حضرت علیؓ کے جنازہ پر پانچ تکبیریں کہی گئیں

شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''خلفائے راشدین میں حضرت علیؓ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت امام حسنؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے تجہیز و تکفین کی نماز جنازہ پر چار کے بجائے پانچ تکبیریں کہیں''۲۴

اہل حدیث مصنف مولانا محمد صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں

ایسے ہی نا قابل تردید حقائق کی بنا پر اہل حدیث مصنف مولانا محمد صادق سیالکوٹی اپنے رسالہ ''نماز جنازہ'' میں چار سے زائد تکبیریں کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ:

''اگر آپ چار سے زائد تکبیریں کہنا چاہیں تو کہیں اس طرح کہ ہر دعا کے بعد تکبیر کہتے جائیں لوگوں کو زائد تکبیریں سن کر تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ یہ بھی حضور کی سنت ہے''۲۵

مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی خدمت میں ہماری گزارش

ہم بڑے ادب سے جناب مولانا محمد صادق سیالکوٹی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کن لوگوں سے مخاطب ہو کر مشورہ دے رہے ہیں کہ اگر آپ چار سے زائد تکبیریں کہنا چاہیں تو کہیں عوام الناس تو آپ لوگوں کے پیچھے چلتے ہیں ہم گذشتہ صفحات میں امام ابن قیم اور مولانا وحید الزمان خان کی زبانی نقل کر آئے ہیں کہ نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں کہنا صحیح احادیث سے ثابت ہے اس طرح مبہم طریقے سے بات کرنے سے کیا آپ لوگ بری الذمہ ہو سکتے ہیں خدارا غور کریں اور اس مردہ سنت کو زندہ کرنے کی سعادت خود حاصل کریں۔

۲۴ خلفائے راشدین ص ۲۹۱ طبع کراچی ۲۵ ملاحظہ ہو ''نماز جنازہ'' ص ۴۲ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور

علامہ ناصر الدین البانی کا مبہم اقرار

علامہ شوکانی کی کتاب ''الدرالبھیہ'' جو کہ علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق وافادات پر مشتمل ہے اس میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جو عجیب حکم موجود ہے اس کی عبارت اس طرح ہے

''ویُکَبِّرُ اَربعًا اَو خَمسًا''

ترجمہ: (جنازہ پڑھنے والا) چار یا پانچ تکبیریں کہے''۲۶

پھر آگے لکھتے ہیں:

''فی الحقیقت چار یا پانچ تکبیریں کہنا ہی نبی ﷺ سے ثابت ہے۲۷

پھر آگے امام ابن حزم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

''چار سے کم اور پانچ سے زائد تکبیریں نہیں کہنی چاہییں''۲۸

پھر اسی بحث میں چار پانچ چھ سات اور نو تکبیریں کہنے والوں کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں لیکن علامہ البانوی صاحب جیسے جید سکالر اصل حقیقت واضح کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانوی کا دوسرا بیان ملاحظہ ہو

یہی علامہ ناصر الدین البانوی اپنی کتاب ''احکام الجنائز'' میں ''نماز جنازہ کا طریقہ'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں

''نماز جنازہ میں چار یا پانچ تکبیروں سے لے کر نو تکبیروں تک پڑھی جا سکتی ہیں ہر طریقہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ جس طرح بھی کرے جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مختلف انداز سے پڑھے کبھی ایک طریقہ پر کبھی دوسرے پر''۲۹

اسی طرح اہل حدیث مصنف محترم ڈاکٹر شفیق الرحمن نے اپنی کتاب نماز نبوی میں کیا ہے انھوں نے باقی تمام مسائل کو واضح کرنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن نماز

۲۶،۲۷ فقہ الحدیث ص ۶۱۹ طبع لاہور ۲۸ فقہ الحدیث ص ۶۲۰ ۲۹ احکام الجنائز ص ۱۵۶ ترجمہ ابو عبدالرحمن شبیر بن نور طبع لاہور

جنازہ کی بحث میں چار اور پانچ تکبیروں والی روایات لکھ کر بات واضح نہ کر سکے۔

محترم قارئین کے لیے دعوت فکر

ہم اپنے محترم قارئین کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ نماز جنازہ کی تکبیروں والی بحث میں غور کریں کہ ہمارے محترم علمائے اہل سنت واہل حدیث اقرار بھی کرتے ہیں کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ صحیح احادیث سے ثابت ہے دوسروں کو پڑھنے کا مشورہ بھی دیتے ہیں لیکن خود ایسا کرنے کی ہمت نہیں کرتے اب عوام کو ہی چاہیے کہ علماء کی خدمت میں گزارش کریں کہ اس سنت کو زندہ کریں تاکہ امت مسلمہ کو قریب لانے اور جوڑنے کے اسباب پیدا ہوسکیں۔

نماز جنازہ میں کیا پڑھنے کا حکم ہے

مکتب اہل بیتؑ میں جو کچھ آئمہ اہلبیتؑ سے روایات آئی ہیں اُن میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ ''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو پہلی تکبیر کہہ کر شہادتین کی گواہی دیتے پھر دوسری تکبیر کہہ کر انبیاء مرسلین پر درود بھیجتے بعدازاں تیسری تکبیر کہہ کر مومنین ومومنات کے لیے دعا واستغفار کرتے اس کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر حاضر میت کے لیے دعا کرتے اور آخر میں پانچویں تکبیر کہہ کر نماز ختم کردیتے'' (وسائل ۲/۲۰۲) لیکن جب کسی میت پر چار تکبیریں کہتے تو پہلی تکبیر کے بعد شہادتین دوسری کے بعد درود اور تیسری کے بعد مومنین کے لیے دعا کردیتے اور حاضر میت کے لیے کوئی دعا نہیں کرتے تھے'' (الفروع کافی۔تہذیب الاحکام)

حاضر میت کے لیے کی جانے والی دعا کے الفاظ

مکتب اہل بیتؑ میں میت کے لیے جو دعا خصوصی طور پر پڑھی جاتی ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

''اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھذا عبدك وَابنُ عبدِكَ وَابنُ اَمَتِكَ نَزَلَ بِكَ وَانتَ خَيرُ مَنزُولٍ بِهِ اَللّٰھُمَّ اِنَّ لَانَعلَمُ مِنهُ اِلَّا خَيراً وَّاَنتَ اَعلَمُ بِهِ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِن كَانَ مُحسِناً فَزِدفِي اِحسَانِهِ وَان كَانَ مُسِيئاً مُذنِباً فَتَجَاوَز عَن سَيِّئَاتِهِ وَاحشُرهُ مَعَ النَّبِيِّ وَالأَئِمَّةِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ.''

اگر میت عورت کی ہو تو مذکر کی جگہ مونث کے صیغے پڑھے جاتے ہیں[۳۰]

مکتب اہل سنت میں بھی اس دعا سے ملتے جلتے الفاظ موجود ہیں مثلاً موطا امام مالک[۳۱] اور زادالمعاد میں علامہ ابن قیم نے اسی طرح کی دعا لکھی ہے اسی طرح اہل حدیث مصنف ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے نماز نبوی میں جو چوتھی دعا لکھی ہے اس کے الفاظ بھی مکتب اہلبیتؑ کی آخری دعا سے ملتے جلتے ہیں۔

کیا نماز جنازہ میں سورہ الحمد پڑھنا ضروری ہے؟

بعض لوگ نماز جنازہ میں سورہ الحمد پڑھنے پر زور دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ابوامامہ بن سہلؓ کی روایت پیش کرتے ہیں لیکن امام ابن قیم زادالمعاد میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے''[۳۳]

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت

سعودی سکالر ڈاکٹر محمد رواس اپنی کتاب فقہ عبداللہ ابن عمرؓ میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت ابن عمرؓ اس بات کے قائل تھے کہ نماز جنازہ میں قرآن کی قرأت نہیں ہوگی بلکہ استفتاح حضورؐ پر درود اور میت کے لیے دعا پر اختصار کیا جائے گا''[۳۴]

☆☆☆☆

---

[۳۰] فروع کافی تہذیب الاحکام وسائل الشیعہ ابواب نماز جنازہ [۳۱] موطا امام مالک ص ۱۹۴ ترجمہ مولانا وحیدالزمان [۳۲] زادالمعاد حصہ اول ص ۳۱۹ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی [۳۳] زادالمعاد ص ۳۱۸

[۳۴] فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ص ۷۶۳ شائع کردہ ادارہ معارف اسلامی لاہور

Scanned with CamScanner

نماز جنازہ اور میت سے متعلق چند مشترکہ مسائل

وقت احتضار مرنے والے کو قبلہ رخ کرنا

جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب آئے تو حکم شریعت ہے کہ اُسے قبلہ رخ کر دیا جائے لیکن عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی گلی محلہ میں مکتب اہلبیت سے وابستہ کسی گھر میں میت ہو جائے اور وہ لوگ شریعت اسلامی کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے مرنے والے کو قبلہ رخ کر دیں تو حقائق سے لاعلم دوسرے مکاتب فکر کے ہمارے برادران سر جوڑ کر طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہوتے ہیں حالانکہ یہ مسئلہ اہل سنت برادران کے ہاں بھی موجود ہے لیکن افسوس کہ اس پر عمل نہیں کیا جاتا اس بارے میں اہل سنت کے بہت بڑے مصنف

علامہ عبدالرحمٰن الجزائری لکھتے ہیں

"سنت یہ ہے کہ جب کسی کا وقت قریب آجائے تو اس کا رُخ قبلے کی جانب کر دینا چاہیے بایں طور کہ اسے دائیں کروٹ دلا دی جائے اور منہ قبلے کی طرف کر دیا جائے بشرطیکہ ایسا کرنے میں اس کو تکلیف نہ ہو اس بات کا اندیشہ ہو تو اسے چت لیٹے رہنے دیا جائے اور پاؤں قبلہ کی جانب کر دیے جائیں البتہ سر کسی قدر اونچا کر دیا جائے تاکہ منہ قبلہ کی جانب ہو جائے" [۳۵]

یہی بات مولانا اشرف علی تھانوی نے بہشتی زیور میں بھی لکھی ہے [۳۶]

اب یہ محترم علمائے اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ عوام الناس کو اس مسئلہ سے آگاہ کریں۔

تلقین کرنے کا حکم

جب کسی کی موت کا وقت قریب ہو تو اسے عقائد حقہ کی خصوصاً کلمہ شریف کی تلقین کرنے کا حکم ہے اور وہ اس طرح کہ اس کے سامنے کلمہ شریف پڑھا جائے تاکہ

---

۳۵ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۸۰۷ طبع لاہور ۳۶ بہشتی زیور ص

وہ بھی کلمہ شریف سن کر اپنی زبان سے ادا کرنا شروع کر دے لیکن یہ حکم نہیں کہ اسے ایسا کرنے کا کہا جائے کیونکہ مرض کی شدت یا موت کے خوف سے کہیں اس کے منہ سے "نہیں" نہ نکل جائے۔

دفن کرتے وقت میت کو تلقین کرنے کا حکم

جب میت کو قبر میں رکھ دیا جائے اس کے بعد بھی حکم ہے کہ میت کو تلقین کی جائے مکتب اہل بیت میں تو بڑے اہتمام سے یہ کام کیا جاتا ہے اور مرنے والے کو جو کچھ بتایا جاتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے فلاں بن فلاں "اللہ تیرا رب ہے پیغمبر اکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے نبی آئمہ اہل بیت تیرے امام قرآن تیری کتاب کعبہ تیرا قبلہ ہے موت حق ہے قبر میں منکر اور نکیر کے سوال جواب حق ہیں جنت اور دوزخ حق ہیں قبروں سے اٹھایا جانا حق ہے قیامت حق ہے وغیرہ" [۳۷]

برادران اہل سنت میں امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل کے نزدیک تلقین مستحب ہے اور میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر تلقین پڑھنے کا حکم ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اے فلاں عورت کی اولاد اس امر کا اقرار کر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جنت و دوزخ برحق ہیں اور مرنے کے بعد قبروں سے اٹھنا برحق ہے قیامت ضرور آئے گی اسلام تیرا دین قرآن تیرا ہادی کعبہ تیرا قبلہ اور مسلمان تیرے بھائی ہیں" [۳۸]

میت کو کندھا دینے کا سنت طریقہ

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ ایک ایک بار چاروں طرف سے میت کو کاندھا دینا سنت ہے اور جو اس سے زیادہ اٹھاتا ہے وہ نیکی ہے" [۳۹]

اس کا طریقہ کیا ہے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ

---

۳۷ فروع کافی جلد نمبر ۱ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ ص ۴۵۳ ۳۸ الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۸۰۸

۳۹ فروع کافی تہذیب الاحکام وسائل الشیعہ جلد نمبر ۲ ص ۲۳۳

Scanned with CamScanner

"جنازہ کو کندھا دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کی دائیں جانب کے اگلے حصہ سے ابتداء کرے جبکہ اٹھانے والے کا بایاں کندھا ہوگا پھر اس کی دائیں پائنتی پھر اس کی پچھلی جانب سے چکر لگا کر اس کی بائیں پائنتی اور آخر میں اس کی اگلی بائیں جانب پر ختم کرے" [۳۹]

اسی سے ملتی جلتی بات علامہ عبدالرحمٰن الجزائری نے بھی تحریر کی ہے خصوصاً حنفی اور حنبلی طریقہ کتب اہلبیتؑ کی روایات سے ملتا جلتا ہے امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ "پہلے میت کے سرہانے سے جنازہ کا دایاں پہلو دائیں کندھے پر رکھیں اور دس قدم چلیں اس کے بعد دائیں پہلو پر پائنتوں کی جانب آکر جنازے کو دائیں کندھے پر لے کر دس قدم چلے اس کے بعد میت کے بائیں جانب کے سرہانے کو بائیں کندھے پر اس طرح جنازہ اٹھا کر چلے پھر پائنتوں کی جانب منتقل ہو کر بائیں کندھے پر اسی طرح جنازہ اٹھا کر چلے" [۴۱]

مرد کو پائنتی کی طرف سے اور عورت کو دائیں جانب سے قبر میں داخل کرنا

عبدالصمد ہارون امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ "جب میت کو قبر میں داخل کرو تو اگر مرد ہو تو اُسے قبر کی پائنتی کی طرف سے داخل کرو اور اگر عورت ہو تو اسے عرض میں (لحد کی طرف) داخل کرو کہ یہ اس کے لیے زیادہ باعث ستر و پوشش ہے" [۴۲]

قبر پر مٹی ڈالنے کا سنت طریقہ

"عمر بن اذینہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو اس طرح قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے دیکھا کہ کچھ دیر مٹی کو ہاتھ میں رکھتے پھر قبر پر ڈال دیتے اور

[۳۹] وسائل الشیعہ جلد نمبر ۲ ص ۳۳۳ [۴۱] الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد نمبر ۱ ص ۸۵۵ [۴۲] تہذیب الاحکام جلد نمبر ۱ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ ص ۲۶۹

تین مٹھی سے زیادہ نہیں ڈالتے تھے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا (کہ کچھ دیر مٹی ہاتھ میں کیوں روکے رکھتے ہو) تو آپ نے فرمایا اے عمر اس وقت میں اس کو خدا اور رسول کا وعدہ سچا ہونے کی یاد دلاتا ہوں پھر فرمایا آنحضرت ﷺ اسی طرح کرتے تھے اور اسی طرح سنت جاری ہے" [۴۳]

قبر پر پانی ڈالنے کا سنت طریقہ

موسیٰ بن اکیل نمیری امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ

"قبر پر پانی چھڑکنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ روبقبلہ ہو کر سر کی جانب سے ابتداء کرو اور پائنتی کی جانب سے ہوتے ہوئے دوسری طرف سے پھر سر کی طرف آجاؤ پھر باقی ماندہ پانی قبر کے وسط میں چھڑک دو اسی طرح سنت ہے" [۴۴]

قبر پر فالتو مٹی ڈالنے کی ممانعت

سکونی امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ

"رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی ممانعت فرمائی ہے کہ قبر پر وہ مٹی ڈالی جائے جو اس قبر سے نہیں نکلی" [۴۵]

تین دن تک مرنے والے کے گھر کھانا بھیجنا سنت ہے

امام جعفر صادقؑ بیان فرماتے ہیں کہ

"جب حضرت جعفر طیارؓ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو حکم دیا کہ اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر طیارؓ) کے لیے تین دن تک طعام تیار کر کے بھیجیں پس اس طرح یہ سنت جاری ہوگئی کہ اہل مصیبت کے لیے تین دن تک طعام کا انتظام کیا جائے" [۴۶]

[۴۳] فروع کافی وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ ص ۲۶۲ [۴۴] تہذیب الاحکام جلد ۱ وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ ص ۲۶۳ [۴۵] فروع کافی تہذیب الاحکام وسائل الشیعہ نمبر ۳ ص ۲۶۸ [۴۶] فروع کافی تہذیب الاحکام وسائل الشیعہ جلد نمبر ۳ ص ۲۸۷

Scanned with CamScanner

قیام رمضان یا نماز تراویح

رمضان المبارک کی راتوں میں نوافل پڑھنے کا ذکر شیعہ سنی کتب احادیث میں موجود ہے اور ان نوافل کے پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے لیکن یہ ثواب تب ہی ملے گا کہ اگر یہ عبادت سنت نبویؐ کے مطابق کی جائے قیام رمضان کے سلسلے میں کتب اہلبیتؑ میں جو روایت ہے اس کے مطابق پیارے نبیؐ نے اپنے صحابی حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے جو کچھ فرمایا اس کے متعلق

امام محمد باقرؑ روایت فرماتے ہیں

"من صام نهاراً اوقام ورداً من ليلة وعف بطنه وفرجه وكف لسانه خرج من ذنوبه كخروجه من الشهر "

ترجمہ: (پیغمبر گرامیؐ فرماتے ہیں) اے جابرؓ یہ رمضان کا مہینہ ہے جو شخص اس کے دن میں روزہ رکھے اور رات کا کچھ حصہ نماز کے لیے قیام کرے اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی حرام سے حفاظت کرے اور زبان کو (غلط باتوں سے) روکے رکھے تو وہ گناہوں سے اس طرح خارج ہو جائے گا جس طرح اس مہینہ سے خارج ہو گا"[1]

برادرانِ اہلسنت کی کتب احادیث بخاری و مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں

"من صام رمضان وقام رمضان ايماناً واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه"

---

[1] فروع کافی جلد نمبر ۴ ص ۳۲۲ ترجمہ مولانا ظفر حسن امروہی طبع کراچی من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر ۲ ص ۸۲ طبع کراچی

ترجمہ: (پیارے نبیؐ فرماتے ہیں) جس نے ایمان اور اپنا احتساب کرتے ہوئے رمضان کا قیام کیا اور رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے"[2]

لفظ تراویح کا مفہوم

اہل سنت دانشور اور محقق جناب قاسم محمود لکھتے ہیں

"تراویح کا لفظ ترویحہ سے نکلا ہے جس کے معنی ایک دفعہ آرام لینا کے ہیں نماز تراویح میں چونکہ چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر آرام کرتے ہیں اسی وجہ سے اسے تراویح کہتے ہیں"[3]

مولانا وحید الزمان مرحوم لکھتے ہیں

"تراویح اس کا نام اس لیے ہوا کہ ترویح کہتے ہیں آرام کرنے کو صحابہ اس نماز میں ہر دوگانہ کے بعد تھوڑی دیر آرام سے بیٹھتے راحت لیتے"[4]

لفظ تراویح کب وجود میں آیا؟ کیا قرآن وحدیث میں کہیں یہ لفظ موجود ہے؟

حنفی مصنف جناب حافظ عبدالحق خان بشیر "اصطلاح تراویح اور تعداد تراویح" کے زیر عنوان لکھتے ہیں "اہل سنت اور غیر مقلدین دونوں اس حقیقت پر متفق ہیں کہ قیام رمضان کے لیے تراویح کی اصطلاح قرآن وحدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ ایک خالص اجتہادی اصطلاح ہے جو قیام رمضان کی مستقل عبادت کے لیے وضع کی گئی اور اکابر سے منقول ہے"[5]

اب یہ اصطلاح کس نے وضع کی حافظ عبدالحق صاحب نے اُن کا نام نہیں لکھا اسی طرح

---

[2] بخاری و مسلم [3] شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص ۴۸۲ طبع کراچی [4] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۳ ص ۱۳۶ طبع کراچی [5] نماز تراویح اور مذاہب اہلحدیث ص ۱۲۲ طبع گجرات

Scanned with CamScanner

اہل حدیث مصنف جناب عبدالرحمٰن عزیز اپنی کتاب "صحیح نماز نبویؐ" میں تسلیم کرتے ہیں

"قرآن وسنت میں رات کی نماز کے مختلف صفاتی نام لیے گئے ہیں مثلاً نماز تہجد "صلاۃ اللیل" "قیام اللیل" اور رمضان میں پڑھنے کی وجہ سے قیام رمضان وغیرہ اسی طرح تراویح نماز تہجد ہی کا ایک نام ہے یہ نام بعد میں پڑا قرآن وحدیث میں کہیں مذکور نہیں"۔ ۶

جب قرآن وحدیث میں لفظ تراویح کہیں موجود نہیں تو پھر یقیناً یہ خدا اور رسول کا دیا ہوا نام نہیں بلکہ جب خود تراویح کا موجودہ طریقہ ہی بعد کی ایجاد ہے تو پھر یہ نام بعد میں کب رکھا گیا یہ بات مولانا عبدالرحمٰن بھی نہیں بتلا سکے۔

قیام رمضان کا سنت طریقہ اور کتب اہلبیتؑ

آئمہ اہلبیتؑ سے رمضان المبارک میں پیارے نبیؐ کے نوافل کا جو طریقہ نقل ہوا ہے اس کے مطابق مسعدۃ بن صدقہ امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ

"حضرت رسول خدا ﷺ کا ماہ رمضان میں طریقہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ہر رات مقررہ نماز کے علاوہ پہلی رات سے بیسویں رات تک ہر رات میں بیس رکعت بایں طور پڑھتے تھے کہ آٹھ رکعت نماز مغرب کے بعد اور بارہ رکعت نماز عشاء کے بعد اور آخری عشرہ میں ہر رات تیس رکعت پڑھتے تھے بایں طور کہ مغرب بعد بارہ رکعت اور عشاء کے بعد اٹھارہ رکعت بعد ازاں دعا کرتے اور سخت جدوجہد کرتے تھے اکیسویں اور تیئسویں رات مزید ایک ایک سو رکعت پڑھتے تھے اور ان دونوں راتوں میں (عبادت خدا بجالانے میں) سخت جدوجہد کرتے تھے" (تہذیب الاحکام استبصار وسائل الشیعہ جلد نمبر ۵ ص ۱۵۳ طبع اسلام آباد)

۶ صحیح نماز نبویؐ ص ۲۳۱ شائع کردہ دارالاندلس لاہور۔

اس کے علاوہ بعض مستند روایات میں انیس رمضان کی رات کو بھی ایک سو رکعت پڑھنے کی تاکید وارد ہوئی ہے اور بعض روایات میں آخری عشرہ میں نوافل تو تیس ہیں لیکن مغرب کے بعد آٹھ اور عشاء کے بعد بائیس رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہوا ہے یہ کل ایک ہزار نوافل بنتے ہیں پیش نماز حضرات کی یہ ذمے داری ہے کہ عوام الناس کو پیارے نبیؐ کی اس سنت کے صحیح طریقہ سے آگاہ کیا کریں تاکہ لوگ رمضان المبارک میں اس سعادت کو حاصل کر سکیں۔

پیغمبر گرامیؐ کا قیام رمضان برادران اہل سنت کی کتب احادیث کی روشنی میں

برادران اہلسنت کی کتب احادیث میں پیارے نبیؐ کے قیام کا طریقہ لکھا ہوا ہے سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ لوگوں کو رغبت دلاتے تھے رمضان میں کھڑا رہنے کے واسطے (تراویح میں) مگر حکم نہیں کرتے تھے کہ خواہ مخواہ ایسا کرو... پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور یہی صورت رہی پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں بھی یہی حال رہا اور شروع خلافت حضرت عمرؓ کے ایسا ہی رہا"۔ ۷ سنن نسائی میں بھی قیام رمضان والی حدیث موجود ہے اس کی شرح میں حاشیہ پر اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ

"رمضان کا قیام مستحب اور سنت رہا کچھ واجب اور ضرور نہ تھا"۔ ۸

تراویح کے بارے میں ایک دیوبندی عالم جناب محمد پالن حقانی کا اعتراف حقیقت

مولانا محمد پالن حقانی گجراتی لکھتے ہیں کہ

۷ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۵۵۷ تا ص ۵۵۸ ترجمہ مولانا وحید الزمان ۸ سنن نسائی جلد نمبر ۲ ص ۵۲ طبع لاہور

"تراویح کے بارے میں ایمانداری کی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی شروع خلافت میں رمضان المبارک کی تراویح کی نماز کی رکعتوں کا کوئی شمار نہیں تھا جس کی جتنی مرضی ہوتی تھی اتنی ہی رکعتیں پڑھ لیتا تھا کیونکہ حضور ﷺ کی طرف سے کوئی حکم نہیں تھا کہ اتنی یا اُتنی رکعتیں پڑھو حکم صرف اتنا تھا کہ جتنا بھی ہو سکے زیادہ سے زیادہ عبادت کرو تو جس کی جتنی ہمت اور شوق ہوتا اتنی ہی رکعتیں پڑھ لیا کرتا تھا"۔ ۹

علامہ محمد پالن حقانی مزید لکھتے ہیں

"تراویح کی جماعت پورے مہینے کی پابندی کے ساتھ نہ تو حضور ﷺ کے زمانے میں پڑھی گئی نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں پڑھی گئی یہ عمل حضرت عمرؓ کے زمانے میں شروع ہوا"۔ ۱۰

اہل حدیث علماء کے بیانات حنفی مصنف جناب حافظ عبدالحق بشیر کی زبانی

نوافل رمضان یا نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد میں چونکہ حنفی اور اہلحدیث حضرات کے درمیان اختلاف ہے اس لیے ان کے درمیان بحث چلتی رہتی ہے اسی سلسلے میں اہل سنت حنفی عالم جناب حافظ عبدالحق بشیر نقشبندی نے "نماز تراویح اور مذاہب اہل حدیث" نامی کتاب لکھی ہے اس کے صفحہ نمبر ۶۰ پر اہل حدیث مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ

"اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں نماز تراویح باجماعت کا انتظام نہ تھا بلکہ خلافت اولیٰ کے عہد میں بھی (یعنی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں بھی) نہ تھا لوگ متفرق طور پر پڑھتے تھے۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد نمبر ۱ص ۵۴۶)

۹۔۱۰ اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث کا اختلاف ص ۴۸ شائع کردہ میر محمد کتب خانہ کراچی

پھر آگے لکھتے ہیں کہ "ایک حق پسند کے لیے یہ بات قابل غور ہے کہ جماعت تراویح جو آج اسلامی ممالک میں مروج ہے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جاری ہوئی تھی خلافت اولیٰ (یعنی خلافت حضرت ابوبکرؓ) کے زمانے میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا تھا" (فتاویٰ ثنائیہ جلد نمبر ۱ص ۵۵۱)

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حافظ عبدالحق بشیر مزید لکھتے ہیں کہ جب "فاروق اعظمؓ نے خلافت سنبھالی تو تقریباً دو ماہ بعد رمضان المبارک آ گیا اس موقع پر آغاز رمضان میں آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا چنانچہ عبداللہ بن حکیم الجہیؒ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی اول شب نماز مغرب کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا یہ وہ مہینہ ہے، جس کے روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں لیکن اس کا قیام تم پر فرض نہیں کیا گیا پس تم میں سے جو قیام کی طاقت رکھتا ہے وہ قیام کرے کیونکہ یہ نوافل اس کے لیے بہتر ہیں لیکن جو تم میں سے قیام کی طاقت نہیں رکھتا وہ اپنے بستر پر نیند کرے" (مصنف عبدالرزاق جلد نمبر ۴ص ۲۶۶)

گویا خلافت فاروقیؓ کے آغاز میں نماز تراویح کی سابقہ کیفیت برقرار تھی اور اس کا درجہ نوافل یا استحبابی سنت کا رہا لیکن اگلے سال فاروق اعظمؓ نے باجماعت تراویح کے لیے سرکاری حکمنامہ جاری کر دیا"۔ ۱۱

چند مزید اہلحدیث علماء کے نظریات جناب حافظ عبدالحق بشیر کی زبانی

اہل سنت مصنف محترم حافظ عبدالحق بشیر نے اپنی مذکورہ بالا کتاب "نماز تراویح اور مذاہب اہل حدیث" کے صفحہ نمبر ۱۳۷ تا صفحہ نمبر ۱۵۱ تک نماز تراویح سے متعلق اہل حدیث علماء کے اٹھارہ عدد مختلف نظریات لکھے ہیں ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں

مولوی عبدالقادر حصاروی لکھتے ہیں کہ:

"بہر حال نماز عشاء کے بعد تراویح جماعت کے ساتھ ہمیشہ ادا کرنا جیسا کہ

۱۱ ملاحظہ ہو "نماز تراویح اور مذاہب اہلحدیث" ص ۶۰ شائع کردہ مدرسہ حق چار یار اکیڈمی مدرسہ حیات النبی محلہ حیات النبی گجرات

Scanned with CamScanner

عام طور پر مروج ہے نہ تعامل نبویؐ سے ثابت ہے نہ تعامل خلفاء اربعہ سے اس لیے یہ سنت نہیں ...... جائز ہے بدعت حسنہ ہے سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت نبویؐ اور سنت خلفاء اربعہ بھی نہیں" (صحیفہ اہل حدیث یکم رمضان ۱۳۹۲ھ)

"نماز تراویح ایک قسم کی نفلی نماز ہے اس پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا"
(فتاویٰ برکاتیہ جلد نمبر ۲ ص ۲۸۹)

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی فرماتے ہیں کہ

"رمضان المبارک کا پورا مہینہ نماز تراویح کا التزام دراصل مسلمانوں کا اپنا پیدا کردہ ہے خصوصاً حفاظ کرام کو یہ لالچ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ پورا قرآن التزام کے ساتھ سنا سکتے ہیں حضرت عمرؓ کا قطعاً یہ حکم نہ تھا کہ بلاناغہ پورا رمضان تراویح کی جماعت ہوا کرے پھر حضرت عمرؓ کے اس حکم پر صحابہ کا اجماع بھی نہ ہوا حتیٰ کہ خود حضرت عمرؓ بھی اس میں شامل نہ ہوتے تھے" (آئینہ پرویزیت حصہ پنجم ص ۸۲۴)

(نوٹ) یہاں تک حافظ عبدالحق بشیر کے نقل کردہ حوالہ جات ختم ہوئے۔

نماز تراویح کے متعلق حضرت عمرؓ کا اپنا طرز عمل اہل حدیث مصنف مولانا وحیدالزمان کی زبانی

حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابیؓ بن کعب کو تراویح کی نماز کا امام مقرر کیا تو راوی کا بیان ہے کہ کچھ دن بعد میں حضرت عمرؓ کے ساتھ گیا تو دیکھتا ہوں کہ سب اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا نعم البدعۃ ھٰذہ یہ بدعت تو اچھی ہوئی اس حدیث کی شرح میں مولانا وحیدالزمان لکھتے ہیں کہ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خود اس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے شاید ان کی رائے یہ ہو کہ نفل نماز گھر میں اور وہ بھی آخری شب میں پڑھنا بہتر ہے محمد بن نصر مروزی نے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس تھا انھوں نے لوگوں کا شور سنا تو

پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تراویح پڑھ کر جا رہے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ جو رات باقی ہے وہ اس سے افضل ہے جو گزر گئی ہے" [۱۲]

پیغمبر گرامیؐ نے رمضان المبارک کی کونسی تین راتوں میں نماز پڑھی تھی جسے تراویح کی بنیاد بنایا جاتا ہے

اب ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ پیغمبر گرامیؐ نے رمضان المبارک کی جن تین راتوں میں مسجد میں نماز پڑھی اور جنھیں بنیاد بنا کر نماز تراویح کے موجودہ طریقہ کا جواز ثابت کیا جاتا ہے وہ راتیں کونسی تھیں کیونکہ عوام الناس کے ذہن میں اہل سنت علماء نے یہ بات بٹھا رکھی ہے کہ پیارے نبیؐ نے تین دن تراویح پڑھی اور لوگوں کا رش دیکھ کر چوتھی رات آپ تشریف نہیں لائے کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے اب عوام الناس یہ سمجھتے ہیں کہ ان تین راتوں سے مراد یکم دو اور تین رمضان کو آنحضرتؐ نے یہ نماز پڑھی جبکہ کتب احادیث میں سرے سے ایسی کوئی روایت موجود ہی نہیں مثلاً ترمذی اور سنن ابی داؤد کی ایک روایت کے مطابق جن راتوں میں پیارے نبیؐ نے قیام فرمایا وہ تیئیس پچیس اور ستائیس رمضان المبارک کی راتیں تھیں [۱۳] لیکن سنن ابی داؤد کی ایک روایت کے مطابق پیغمبر اکرمؐ نے سترہ اکیس اور تیئیس رمضان المبارک کی راتوں میں عبادت کرنے اور لیلۃ القدر تلاش کرنے کا حکم دیا [۱۴] ان احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جن راتوں میں عبادت کا حکم دیا یہ طاق راتیں ہیں اس کے علاوہ یہ بات بھی کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنے کا حکم دیتے اور اس دوران خود بھی زیادہ عبادت کرتے۔

پیغمبر اکرمؐ رات کے کس حصے میں مسجد میں تشریف لے گئے؟

جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ پیارے نبیؐ رمضان المبارک کی جن راتوں میں

---

[۱۲] تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۳ ص ۱۴۷ تا ۱۴۸ طبع کراچی [۱۳] ترمذی جلد نمبر ۲ ص ۲۷۶ سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۵۵۹ [۱۴] سنن ابی داؤد جلد نمبر ۱ ص ۵۶۳ ترجمہ مولانا وحیدالزمان

مسجد میں تشریف لے گئے وہ سترہ اکیس تیس پچیس اور ستائیس کی راتوں میں سے کوئی تین راتیں تھیں اب رہی یہ بات کہ پیغمبر اکرمؐ ان راتوں میں کس وقت مسجد تشریف لے گئے اس بارے میں بخاری شریف میں ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج لیلة من جوف اللیل

ترجمہ: ''پیغمبر اکرم ﷺ رمضان کی ایک شب آدھی رات کو نکلے''۱۵

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پیغمبر اکرمؐ نے رمضان کی جن مخصوص راتوں میں مسجد میں تشریف لے جا کر عبادت کی وہ وسط شب یا آدھی رات کا وقت تھا نہ کہ عشاء کی نماز کے فوراً بعد کا

کیا پیغمبر اکرمؐ نے رمضان کی راتوں میں عشاء کے فوراً بعد مسجد میں نوافل پڑھے ہیں

علمائے اہل سنت نے خود بھی اپنی کتب احادیث سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے، وہ یہی ہے کہ پیارے نبیؐ نے رمضان المبارک کی جن تین راتوں میں عبادت کی ہے وہ آدھی رات کے بعد کی ہے عشاء کے فوراً بعد کسی رمضان میں بھی پیغمبر اکرمؐ نے مسجد میں جا کر نوافل نہیں پڑھے جس طرح کہ آج اپنے آپ کو اہل سنت کہنے والے تمام فرقوں کا معمول ہے اسی لیے

حنفی عالم جناب محمد پالن حقانی اہل حدیث دوستوں سے پوچھتے ہیں

''حضور ﷺ نے تین دن نماز جماعت سے مسجد میں صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم اجمعین کو پڑھائی ہے وہ آدھی رات کے بعد پڑھائی ہے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اہلحدیث صاحبان اول رات ہی میں کیوں پڑھتے ہیں اور پورا مہینہ کیوں پڑھتے ہیں

۱۵ بخاری جلد نمبر ۱ ص ۷۰۹ شائع کردہ مکتبہ تعمیر انسانیت طبع لاہور

یہ ان کا عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں''۱۶

پھر آگے مزید لکھتے ہیں

''حضور نبی کریم ﷺ نے جو تین دن نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں ایک ایک دن ناغہ کر کے پڑھائی ہے وہ تیسویں رمضان سے پڑھانا شروع کی ہے یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اہل حدیث صاحبان چاند رات سے ہی کیوں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں ان کا یہ عمل صحیح حدیثوں کے خلاف ہے پھر بھی اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں''۱۷

ایک اہل حدیث مصنف مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی کا تراویح سے متعلق انوکھا بیان

علمائے اہل حدیث جاننے کے باوجود کہ یہ نماز حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں شروع کروائی اور نواب صدیق حسن خان کے صاحبزادے نواب نور الحسن خان اسے ''ایجاد حضرت عمرؓ است'' لکھتے ہیں۱۸

اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ

''کان ذلك اوّل مَااجتمع الناس علیٰ قیام رمضان''

ترجمہ: ''اس طرح رمضان کے قیام کے لیے یہ لوگوں کا پہلا اجتماع ہوا تھا''۱۹

''لیکن اہل حدیث مصنف جناب ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے ایک انوکھی بات یہ لکھی ہے کہ

''تراویح کی نماز با جماعت ان احکام و مصالح میں سے ہے جن پر رسالت مآب ﷺ نے امت کی گرانباری کے خوف سے توجہ ہٹائے رکھی لیکن اپنی رحلت کے وقت کنایۃً اس کی ترویج پر اظہار خیال فرمایا''۲۰

۱۶ ۱۷ جماعت اہلحدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف ص ۲۹ ص ۳۰ طبع کراچی ۱۸ عرف الجادی ص ۸۳

۱۹ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر ۳ ص ۲۶۲ طبع کراچی ۲۰ حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے ص ۱۴۳ طبع لاہور

Scanned with CamScanner

ہماری گزارش

ہمیں افسوس ہے کہ اہلحدیث کے اس عالم و مصنف نے اس بات کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ اس کے راوی کونسے ہیں پیارے نبیؐ نے یہ اشارہ کنایہ کن لوگوں کے سامنے کیا اور حضرت ابوبکرؓ کے پورے دور خلافت میں تو اس کنایہ کے متعلق کسی کو یاد نہ آیا پھر یہ کہ کیا یہ منصب رسالتؐ کے شایان شان ہے کہ وہ احکام شریعہ کو اشاروں کنایوں سے بیان کرتے رہیں ۱؎

قرآن مقدس میں تو پیارے نبیؐ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ

"مَاعَلَى الرَّسُولِ اِلَّا البَلٰغ"

ترجمہ: "رسول کا کام لوگوں کو احکام الٰہی بتا دینا ہے اور بس۔"

اور سورہ النحل میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَمَآاَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُو فِيهِ"

ترجمہ: اور ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اس واسطے کہ کھول کر سنا دے تو ان کو وہ چیز کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں (النحل آیت نمبر ۶۴ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن)

اب قرآن مقدس سے تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیارے نبی کا منصب یہ ہے کہ وہ کھول کر احکام شریعہ بتا دیں تا کہ لوگ اختلاف کا شکار نہ ہو جائیں لیکن اگر پیغمبرؐ خدا اشاروں کنایوں میں احکام بیان کرنا شروع کر دیں تو پھر ہر شخص اُن اشاروں سے اپنی مرضی کا مفہوم اخذ کرے گا اور الٹا اختلاف کی خلیج مزید گہری ہوگی۔

پیغمبر اکرمؐ نے رمضان المبارک کی تین راتوں میں نصف شب کے بعد جو نماز پڑھی وہ تہجد کی نماز تھی

پیغمبر اکرمؐ نے رمضان المبارک کی جن تین راتوں میں مسجد میں جا کر نوافل پڑھے اس کے متعلق شیعہ سنی کتب احادیث میں موجود روایات میں اگر معمولی غور

کیا جائے تو اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا کہ یہ تہجد کی نماز تھی بلکہ بخاری شریف کی ایک روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے گھر میں ہی یہ نوافل پڑھے پیارے نبیؐ کے گھر کی دیوار اور مسجد نبوی کی دیوار ساتھ ساتھ اور مشترکہ تھی اور وہ دیوار اتنی اونچی بھی نہ تھی۔

بخاری شریف کی روایت ملاحظہ فرمائیں

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ

"آنحضرتؐ رات کو اپنے حجرے میں (تہجد کی) نماز پڑھا کرتے تھے اور حجرے کی دیوار پست تھی لوگوں نے آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک دیکھ لیا اور کچھ لوگ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے جب صبح ہوئی تو اس کا چرچا کرنے لگے پھر دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تب بھی چند لوگ آپؐ کے ساتھ نماز پڑھتے رہے دو یا تین رات وہ ایسا ہی کرتے رہے اس کے بعد آنحضرتؐ بیٹھ رہے اور نماز کے مقام پر تشریف نہیں لائے جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا آپؐ نے فرمایا میں ڈر گیا کہ کہیں رات کی نماز (تہجد) تم پر فرض نہ ہو جائے" (تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۸۲ کتاب الاذان) اب اس روایت کے مطابق پیارے نبی اپنے گھر میں تہجد کے لئے کھڑے ہوئے مسجد میں صحابہ رمضان میں عبادت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے انھوں نے دیوار چھوٹی ہونے کی وجہ سے پیارے نبیؐ کا جسم مبارک دیکھ لیا اور وہ بھی نماز پڑھنے لگ گئے جب پیارے نبی کو معلوم ہوا تو آپؐ نے جو جواب دیا وہ اوپر نقل ہو چکا ہے۔

۱؎ اہل حدیث کے یہ عالم و مصنف اپنے اس نظریے کو دوسری جگہ اس طرح بیان کرتے ہیں "بلاشبہ رسول خدا کا آخری زمانہ انضباط و اجرائے قوانین کا دور تھا مگر کم بختی کی وجہ سے بعض قانون جاری نہ ہو سکے اور بعض کے متعلق اشارے فرما دیئے" پھر تھوڑا آگے لکھتے ہیں۔ "عہد رسالت میں جو قوانین جاری ہونے سے رہ گئے ان کی تکمیل خلفائے اربعہ نے فرما دی" (حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے ص ۱۲۳) اب ہر شخص جانتا ہے کہ دین اسلام قرآنی مکمل ہو چکا تھا پھر وقت کی کمی کے باعث کونسے قوانین پیغمبر اکرمؐ جاری نہ فرما سکے؟

Scanned with CamScanner

شیخ صدوقؒ امام جعفر صادقؑ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں

شیخ صدوقؒ نے امام صادقؑ سے جو روایت نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''پیغمبر گرامیؐ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے تو گھر تشریف لے جاتے اور آخر شب میں مسجد میں تشریف لاتے ایک رات جب لوگ آپؐ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو آنحضرتؐ گھر تشریف لے گئے دوسرے دن بھی یہی ہوا تیسری شب کے بعد آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد باری کے بعد فرمایا کہ نماز تہجد رمضان میں جماعت سے پڑھنا بدعت ہے اور تھوڑی سی سنت پر عمل کرنا زیادہ بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے'' ۲۲

صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت

واضح رہے کہ کتب اہل بیتؑ والی روایت سے ملتی جلتی ایک حدیث صحیح ابن خزیمہ اور بخاری وغیرہ اہل سنت کی کتب احادیث میں بھی موجود ہے لیکن اس کی ابتداء ہی اس طرح ہوتی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم خَرَجَ فِی جَوْفِ اللَّیل فَصَلّٰی فِی المَسجد''

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف شب کو باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی پس آپؐ کی نماز کے ساتھ لوگوں نے بھی نماز (نفل) ادا کی'' ۲۳

جب تیسری رات ہوئی تب بھی آپؐ تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی باقی صحابہ نے بھی نماز ادا کی چوتھی رات آپ تشریف نہ لائے تو صحابہ کے پوچھنے پر آپؐ نے جواباً فرمایا

''وَلٰکِنِّی خَشِیْتُ اَنْ یُفْتَرَضَ عَلَیْکُم صَلَاۃُ اللَّیل''

ترجمہ: (پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ) لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں تم پر رات کی (نفل) نماز فرض نہ ہو جائے'' ۲۴

---

۲۲ من لا یحضرہ الفقیہ جلد نمبر۲ ص ۸۲ طبع کراچی ۲۳ صحیح ابن خزیمہ جلد نمبر۳ ص ۶۶۱ طبع کراچی

بخاری جلد نمبر ۱ ص ۹۰۷ شائع کردہ تعمیر انسانیت لاہور ۲۴ ایضاً

اس روایت سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیارے نبی آدھی رات کو مسجد میں تشریف لائے آپؐ نے نماز تہجد ادا فرمائی تو صحابہ بھی نوافل پڑھنے لگے اس روایت میں پیارے نبیؐ کے جماعت کروانے کا کہیں ذکر نہیں اور پھر یہ بات پیارے نبیؐ نے بقول شیعہ روایت وضاحت فرمادی کہ نماز تہجد جماعت سے پڑھنا بدعت ہے اور بقول اہل سنت روایت کے نماز شب کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے۔

اب ہم چند مزید اہل حدیث و دیوبندی علماء کے بیانات نقل کرتے ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے رمضان المبارک کی تین راتوں میں نصف شب کے بعد مسجد میں جو نماز پڑھی تھی وہ تہجد کی نماز تھی

اہلحدیث سکالر ڈاکٹر شفیق الرحمٰن اور شیخ عبدالرحمٰن عزیز کے بیانات

اہل حدیث سکالر ڈاکٹر شفیق الرحمٰن لکھتے ہیں کہ

''ماہ رمضان میں تہجد اور قیام رمضان الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی نماز ہے (سرے سے منقول ہی نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک کی کسی رات کو تہجد اور قیام رمضان کا الگ الگ اہتمام کیا ہو) (ع ر) ۲۵

واضح رہے کہ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب کی کتاب پر مزید تین علماء نے حاشیہ آرائی کی ہے جن میں سے ایک مولانا عبدالصمد رفیقی بھی ہیں یہ ''ع ر'' کا اشارہ شاید انہی کے نام کی طرف ہو۔

جناب شیخ عبدالرحمٰن عزیز لکھتے ہیں کہ

''تراویح نماز تہجد ہی کا ایک نام ہے'' ۲۶

علامہ ناصر الدین البانی کا بیان

اہل حدیث سکالر علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ

---

۲۵ نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص ۲۳۱ صحیح نماز نبوی قرآن وسنت کی روشنی میں ص ۲۳۱

Scanned with CamScanner

"تہجد قیام اللیل قیام رمضان اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں" ۲۷

مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی لکھتے ہیں

"ایک شب حضرت عمرؓ بن الخطاب مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ نمازی بکھرے ہوئے ہیں بعض فرادی اور کہیں کہیں دس دس پانچ پانچ جماعت سے تہجد ادا کر رہے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا میری رائے ہے کہ اگر آپ لوگ کسی ایک قاری کو امام بنا کر نماز ادا کر لیا کریں تو بہتر ہوگا پھر ابی بن کعب کو امام تہجد مقرر کیا" ۲۸

اہل حدیث مصنف مولانا وحید الزمان کا بیان

مولانا وحید الزمان نے اس سلسلے میں بڑی دوٹوک بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"آنحضرتؐ نے ایک ہی نماز پڑھی ہے اسے تہجد کہو یا تراویح" ۲۹

یہ تو تھے اہلحدیث علماء کے بیانات اب حنفی مکتبہ فکر کے دو انتہائی جید علماء کے بیانات ملاحظہ فرمائیں جنہیں محترم شیخ عبدالرحمٰن عزیز نے اپنی کتاب صحیح نماز نبوی ص ۳۴۲ ص ۳۴۳ پر نقل کیا ہے۔

عالم دیوبندی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں

"عام طور پر (حنفی) علماء یہ کہتے ہیں کہ تراویح اور صلاۃ اللیل (تہجد) دو مختلف قسم کی نمازیں ہیں لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں ایک ہیں .... صفات کے اختلاف کو نوعی اختلاف کی دلیل بنانا میرے نزدیک درست نہیں حقیقت میں یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں اول شب میں پڑھنے کی وجہ سے اس کا نام تراویح ہوا اور آخر شب میں ادا کرنے کی وجہ سے اس کا نام تہجد ہوا اور جب ان دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف بھی ہے تو اس لحاظ سے اگر اس کے دو نام ہوں تو کیا

۲۷ فقہ الحدیث ص ۲۶۸ شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۲۸ حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے ص ۱۳۵ طبع لاہور ۲۹ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۳ ص ۱۴۷ طبع کراچی

تعجب ہے؟ ہاں ان دونوں نماز کا متغایر النوع ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح کے ساتھ ساتھ نماز تہجد بھی ادا فرمائی (جبکہ یہ ثابت نہیں) [فیض الباری ۲/۴۲۰] ۳۰

دیوبندی عالم رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں

"اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قیام رمضان (تراویح) اور قیام اللیل (تہجد) فی الواقع دونوں ایک ہی نماز ہے کہ جو رمضان میں مسلمانوں کی آسانی کے لیے اول شب میں مقرر کر دی گئی ہے مگر اب بھی فضیلت اسی میں ہے کہ آخر شب میں ادا کی جائے" ۳۱ [لطائف قاسمیہ: ۱۳-۱۷-۱ مکتوب سوم]

ہم محترم مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں کہ نماز تہجد رمضان میں مسلمانوں کی آسانی کے لیے اول شب میں کس نے مقرر کی ہے خدا اور رسولؐ کے بعد کیا یہ اختیار کسی کو حاصل ہے آپ جیسی علمی شخصیت حقیقت سے آگاہ بھی ہے اور اسے بتانا بھی نہیں چاہتے صرف یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اب بھی بہتر یہی ہے کہ آخری شب میں ادا کی جائے۔

دیوبندی اور اہل حدیث علماء کی خدمت میں ہماری گزارش

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم برادران اہلحدیث و دیوبند کی خدمت میں انتہائی ادب سے عرض کرتے ہیں کہ جب آپ کی کتب احادیث میں صاف لکھا ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے رمضان المبارک کی راتوں میں جو نماز پڑھی ہے وہ آدھی رات کو پڑھی رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں پڑھی اور صرف تین دن پڑھی وہ بھی ایک ایک دن چھوڑ کر پڑھی تو پھر صحیح سنت طریقہ پر عمل کرنے کی بجائے اب اس کی رکعتوں کی تعداد پر جھگڑنا اور عشاء کے فوراً بعد مسجد میں یہ نماز شروع کرنا اپنے اپنے لوگوں کو بیوقوف بنانے اور انہیں فضول بحثوں میں الجھائے رکھنے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا

۳۰، ۳۱ تفصیل کے لیے دیکھئے جناب شیخ عبدالرحمٰن عزیز کی کتاب "صحیح نماز نبوی" ص ۳۴۲ ص ۳۴۳

Scanned with CamScanner

کیا نمازِ تراویح پر اجماعِ امت ہو چکا ہے؟

اہل حدیث سکالر مولانا عبدالصمد رفیقی فاضل مدینہ یونیورسٹی کا دعویٰ اور ہماری مودبانہ گزارش

اہلحدیث مصنف ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کی کتاب ''نماز نبوی'' پر نظر ثانی اور حاشیے لگانے کا کام سات جید علمائے کرام نے کیا ہے ان میں سے جناب مولانا عبدالصمد رفیقی فاضل مدینہ یونیورسٹی اس کتاب کے حاشیے پر نماز تراویح کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جس چیز کو صحابہ کرامؓ کی مجموعی تائید حاصل ہو جائے وہ بدعت نہیں ہوا کرتی نیز اجماعِ امت کی وجہ سے بھی یہ بدعت نہیں ہے ویسے بھی حضرت عمرؓ فاروق خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کی سنت اختیار کرنے کا حکم خود نبی کریم ﷺ فرما گئے تھے (ابی داؤد و ترمذی) لہٰذا جب کسی خلیفہ راشد کی سنت کو دیگر صحابہ کرامؓ قبول کر لیں تو وہ باقی امت کے لیے حجت بن جاتی ہے اس لحاظ سے پورے رمضان میں قیام اللیل کا باجماعت اہتمام بدعت نہیں ہے'' ۳۲

نماز تراویح کو صحابہ کرامؓ کی کتنی مجموعی تائید حاصل تھی اس سلسلے میں ایک بزرگ اہلحدیث عالم جناب وحید الزمان کا ایک بیان ملاحظہ فرمائیں جب حضرت عمرؓ نماز تراویح باجماعت شروع کروانے کے بعد ایک دفعہ مسجد گئے اور لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھتے دیکھا تو فرمایا نعم البدعۃ ھذہٖ اس حدیث کی شرح میں مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ

''اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خود اس جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے شاید ان کی رائے یہ ہو کہ نفل نماز گھر میں وہ بھی آخری شب میں پڑھنا بہتر ہے'' ۳۳

۳۲ حاشیہ ''نماز نبوی'' ص ۲۳۱ شائع کردہ دارالسلام لاہور ۳۳ تیسیر الباری شرح بخاری جلد نمبر ۳ ص ۱۴۷ تا ص ۱۴۸ طبع کراچی

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہونا

ڈاکٹر محمد رواس پروفیسر ظہران یونیورسٹی سعودی عرب ''فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت ابن عمرؓ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے بلکہ اپنے گھر میں تراویح پڑھتے تھے'' ۳۴

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہی سعودی سکالر لکھتے ہیں کہ

''لوگوں کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ امام کے پیچھے کھڑے رہیں اور اس طرح رات کا ایک حصہ تلاوت قرآن کے بغیر گزار دیں اس کی بہ نسبت آپ اس بات کو فضیلت دیتے کہ تنہا تراویح پڑھیں اور اس میں قرآن کی قراءت کریں'' ۳۵

اس سے ایک تو نماز تراویح کو صحابہ کرامؓ کی اجتماعی تائید والی بات واضح ہو گئی اب رہا آپ کا یہ کہنا کہ حضرت عمر فاروق خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کی سنت اختیار کرنے کا حکم خود نبیؐ اکرم ﷺ نے دیا تھا اس سلسلے میں ہماری گزارش یہی ہے کہ اگر ایسی کوئی حدیث موجود ہوتی تو کیا حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اس سے بے خبر رہ سکتے تھے ہماری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقائق کو سمجھنے کی توفیق و ہمت عنایت فرمائے تھوڑی مزید تسلی کے لیے ایک واقعہ اور سنیں حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن عوف حضرت علیؓ کو خلافت پیش کرتے ہیں لیکن شرط یہ لگاتے ہیں کہ قرآن و سنت پر چلیں گے اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے طریقوں پر چلیں گے تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت علیؓ نے قرآن و سنت والی شرط قبول کر لی ۳۶

۳۴ فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ترجمہ مولانا عبدالقیوم ص ۶۶۹ ۳۵ فقہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ص ۶۶۹

۳۶ انہی حقائق کی بنا پر کتب اہلحدیث کا شروع ہی سے یہ دعویٰ ہے کہ آئمہ اہلحدیث قرآن و سنت کی تعلیمات کے حافظ بھی ہیں اور محافظ بھی اور کتب اہلحدیث سب سے بڑھ کر قرآن و سنت کا اتباع کرنے والا ہے۔

لیکن سیرت شیخین پر چلنے سے معذرت کرلی ۳۷ ہم ایک مرتبہ پھر بڑے ادب ومعذرت سے عرض کرتے ہیں کہ اگر حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی پیروی کرنے والی کوئی حدیث موجود ہوتی تو اولاً تو حضرت علیؓ خود اس کا انکار نہ کرتے اور اگر حضرت علیؓ نے انکار کیا تھا تو موقع پر موجود تمام صحابہ کرامؓ یک زباں ہو کر پکار اٹھتے کہ پیارے نبیؐ نے ان محترم بزرگوں کی سنت وطریقہ پر چلنے کا حکم دیا ہے آپ کیسے انکار کر رہے ہیں ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ آج تک ہماری نظر سے کسی صحابیؓ کا ایک قول بھی نہیں گزرا کہ کسی نے حضرت علیؓ کو اس موقع پر یہ حدیث سنائی ہو۔ اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہوئے ہم اپنے بیان کو مزید آگے بڑھاتے ہیں۔

پیغمبر گرامیؐ کا ارشاد کہ تم رمضان المبارک کے نوافل گھر پر ہی ادا کرو

اہل حدیث مصنف ڈاکٹر شفیق الرحمٰن لکھتے ہیں کہ تین دن کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا "تم اپنے اپنے گھروں میں (رمضان کی راتوں کا) قیام کرو آدمی کی نفل نماز گھر میں افضل ہوتی ہے" ۳۸

اہلحدیث مصنف شیخ عبدالرحمٰن عزیز اپنی کتاب "صحیح نماز نبویؐ" میں لکھتے ہیں کہ تین دن کے بعد پیغمبر گرامیؐ نے فرمایا

"اے میرے صحابہ تم اپنے گھروں میں نماز ادا کرو کیونکہ آدمی کی نماز سوائے فرض نماز کے گھر میں افضل ہے" ۳۹

امام ابن قیم کا بیان ملاحظہ ہو

امام ابن قیم لکھتے ہیں کہ

"آنحضرتؐ کی سنت علیہ یہ ہے کہ آپؐ نے تمام سنتیں اور نوافل گھر میں پڑھے

۳۷ حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں ص ۱۶۲ طبع کراچی الخلافت والامامت عظمیٰ مولفہ رشید رضا مصری ص ۷۴ طبع کراچی افکار ابن خلدون مولفہ مولانا محمد حنیف ندوی ص ۱۴۳ طبع لاہور۔

۳۸ نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص ۳۰۰ طبع لاہور ۳۹ صحیح نماز نبویؐ ۳۰

جیسا کہ صحیح حدیث میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے" ۴۰

کیا پیغمبر گرامیؐ کی سنت وطریقہ ہمارے لیے کافی نہیں؟

ہمارے اہلحدیث بھائی ویسے تو بڑے جوش وخروش سے دوسرے مسلمانوں خصوصاً حنفی بھائیوں کو قرآن مقدس سے یہ ارشاد خداوندی سناتے نہیں تھکتے

"وَمَاآتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا (القرآن)"

ترجمہ: "یعنی رسول جو چیز تمھیں دے لے لو اور جس چیز سے روکے باز آجاؤ۔"

ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ جب پیارے نبیؐ نے ہمیں مسجد میں رمضان کے نوافل پڑھنے سے روک دیا ہے تو اب اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کے وسط میں بھی کھڑا ہو کر یہ نوافل پڑھے گا تب بھی الٹا گنہگار ہی ہوگا ہم سب کو صرف اور صرف سنت پیغمبرؐ پر عمل کرنا چاہیے یہی ہمارے لیے کافی ہے آخر میں ہم تمام کلمہ گو مسلمانوں کے لیے عہد پیغمبرؐ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو ہم سب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے جسے اہل سنت محدثین وعلماء نے نقل کیا ہے پیارے نبیؐ فرماتے ہیں۔

اگر موسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ حضرت عمرؓ تورات کا ایک نسخہ لائے اور اسے پڑھنا شروع کر دیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے اگر موسیٰؑ تم پر ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو میری اتباع کرتے" ۴۱

۴۰ زاد المعاد جلد نمبر ۱ ص ۲۵۶ ترجمہ رئیس احمد جعفری شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۴۱ ازالۃ الخفاء جلد نمبر ۳ ص ۱۲۸ ترجمہ مولانا اشتیاق احمد دیوبندی طبع کراچی

Scanned with CamScanner

جب پیارے نبیؐ کے مقابلے میں ایک برگزیدہ پیغمبر کی اتباع نہیں ہوسکتی تو پھر پیغمبر گرامی کا واضح حکم چھوڑ کر کسی بھی غیر نبی کی پیروی کس طرح ہوسکتی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے (امین)

تراویح کے موجودہ طریقہ پر بعض اہل سنت علماء کی بے چینی اور دلسوزی

نماز تراویح میں جتنی تیزی سے قرآن پڑھا جاتا ہے اس سے ایک طرف تو حروف بھی پوری طرح ادا نہیں ہوتے اور نہ ہی الفاظ کی سمجھ آتی ہے بلکہ اکثر وبیشتر تو وقف لازم پر بھی حفاظ کرام نہیں ٹھہرتے اس بات کو اہل سنت کے ذمہ دار علماء بھی بخوبی سمجھتے ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے عرب وعجم کے بعض اہل سنت واہل حدیث علماء وفقہاء کے بیانات نقل کردیئے جائیں۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز مفتی اعظم سعودی عرب کا بیان

نماز میں خشوع وخضوع کے زیرعنوان یہ مفتی اعظم سعودی عرب لکھتے ہیں کہ

"بہت سے لوگ نماز تراویح اس طرح ادا کرتے ہیں کہ جو کچھ پڑھ رہے ہوتے ہیں نہ اسے سمجھتے ہیں اور نہ ہی رکوع وسجود وغیرہ اطمینان اور سکون سے ادا کرتے ہیں بلکہ کوے کی طرح ٹھونگے مارتے ہیں شریعت اسلامیہ میں یہ چیز جائز نہیں اور نہ ہی اس کی نماز درست ہے کیونکہ اطمینان اور سکون نماز کا رکن ہے اور اس کے بغیر نماز درست نہیں" [۴۲]

۴۲ رمضان المبارک اور قیام اللیل کے مسائل اردو ترجمہ فصل الصوم وقیام اللیل ص ۴۰ شائع کردہ دارالسلام لاہور

شیخ محمد بن صالح العثیمین اور شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین لکھتے ہیں

یہ دونوں عرب علماء "فتاوٰی الصیام" میں لکھتے ہیں کہ

"بعض لوگ تراویح میں بہت زیادہ جلدی کرتے ہیں حقیقتاً یہ خلاف شرع ہے اور اس جلدی میں اگر رکن یا واجب میں خلل پیدا ہوجائے تو اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے آج کل عام طور پر بہت سے آئمہ مساجد نماز تراویح میں بطور خاص ان احکامات کا اہتمام نہیں کرتے ان احکامات کا اہتمام نہ کرنا درست نہیں" [۴۳]

یہ تو ہے عرب علماء کے خیالات اور وہاں کی صورتحال ادھر برصغیر پاک وہند میں صورتحال اس سے بھی خراب ہے اس سلسلے میں دیوبندی عالم ومصنف

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

"بعض حفاظ کرام اس قدر تیز پڑھتے ہیں کہ تجوید تو کیا صحیح حروف بھی نہیں ہوتی اور بعض دفعہ سامعین کو سمجھنا کجا سنائی بھی نہیں دیتا کہ کیا پڑھا جارہا ہے ایسا پڑھنے سے تو بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے پھر ایسا قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ" [۴۴]

اہل حدیث مصنف مولانا وحیدالزمان خان لکھتے ہیں

"افسوس ہمارے زمانے کے حافظوں پر جو تراویح میں قرآن کو اتنی تیزی اور جلدی سے پڑھتے ہیں کہ حرف برابر ادا نہیں ہوتے اور نہ اوقاف کا خیال رکھتے ہیں غضب تو یہ ہے کہ بعض جاہل حفاظ وقف لازم پر بھی نہیں ٹھہرتے اس طرح قرآن پڑھنے یا سننے میں ثواب کی امید تو کجا عذاب کا ڈر ہے اللہ ان لوگوں کو سمجھ دے اس طرح پورے قرآن کو کئی دفعہ ختم کرنے سے بہتر ہے کہ "الم ترکیف" سے تراویح پڑھ لیں اور تراویح پڑھنا کچھ فرض نہیں اگر عمدہ قاری خوش الحان میسر ہو تو سبحان اللہ ورنہ

۴۳ فتاوٰی الصیام ترجمہ عبدالمالک مجاہد ص ۱۰۲ شائع کردہ دارالسلام لاہور

۴۴ تراویح اور اس کے احکام ص ۸ شائع کردہ صدیقی ٹرسٹ کراچی

بے کار محنت اٹھانا اور وبال مول لینا تری نادانی ہے"۔ ؎۵

دعوت فکر

ہم اپنے تمام برادران اسلامی کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ عرب و عجم کے بزرگ علمائے کرام کے بیانات کو غور سے پڑھیں آپ دنیا کے جس خطے میں بھی رہتے ہیں وہاں پر دوران رمضان تراویح میں کیا اسی طرح تیزی سے قرآن نہیں پڑھا جاتا تو پھر کیا ان علماء کی بات درست نہیں کہ اس سے ثواب کی امید تو کجا الٹا عذاب کا ڈر ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی سب مسلمانوں کو قرآن پڑھنے اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆

طالب دعا السید عباس رضا بخاری

؎۵ لغات الحدیث جلد نمبر ۲ کتاب "ز" ص ۳۲ مطبع کراچی

فہرست کتب

اس کتاب کی تیاری میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بات بغیر حوالہ کے نہ لکھی جائے لہٰذا جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	شائع کردہ
کتب تفاسیر			
۱۔	قرآن کریم	ترجمہ حافظ سید فرمان علی	چاند کمپنی لاہور
۲۔	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع	ادارۃ المعارف
۳۔	تفہیم القرآن	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن لاہور
۴۔	تفسیر ابن کثیر		اعتقاد پبلشنگ کمپنی دہلی
۵۔	تفسیر عثمانی	مولانا شبیر احمد عثمانی	مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور
۶۔	قرآن کریم	ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی	شیخ برکت علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور
۷۔	احکام القرآن	علامہ ابوبکر الجصاص ترجمہ مولانا عبدالقیوم	بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
کتب احادیث			
۸۔	تیسیر الباری شرح	از مولانا وحید الزمان حیدرآبادی	تاک کمپنی کراچی
۹۔	نصرت الباری شرح بخاری	علامہ حافظ عبدالستار	ادارہ صحیفہ اہلحدیث کراچی
۱۰۔	بخاری شریف	ترجمہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری	فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
۱۱۔	بخاری شریف		مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور
۱۲۔	صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی	مولانا وحید الزمان خاں	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۱۳۔	صحیح مسلم	ترجمہ شرح علامہ غلام رسول سعیدی	فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
۱۴۔	جامع ترمذی	ترجمہ مولانا بدیع الزمان خاں	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۱۵۔	سنن ابن ماجہ	ترجمہ مولانا وحید الزمان خاں	مہتاب کمپنی اردو بازار لاہور
۱۶۔	نسائی شریف	ترجمہ مولانا وحید الزمان خاں	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

Scanned with CamScanner

نمبر	کتاب	مترجم / مصنف	ناشر
۱۷۔	سنن ابی داؤد	ترجمہ مولانا وحید الزمان خاں	نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۱۸۔	سنن دارمی شریف	ترجمہ مولانا محمد محی الدین جہانگیر	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
۱۹۔	الفتح الربانی فقہی	ترتیب مسند احمد حنبل شیبانی ترجمہ حافظ قاری فدا حسین	فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
۲۰۔	مؤطا امام مالک	ترجمہ مولانا وحید الزمان خاں	اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
۲۱۔	مؤطا امام مالک	ترجمہ علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری	فرید بکس سٹال اردو بازار لاہور
۲۲۔	مؤطا امام محمد	ترجمہ حافظ نذر احمد	اسلامی اکادمی لاہور
۲۳۔	مسند طیالسی	ترجمہ مولانا عبدالحلیم چشتی فاضل دیوبند	ادارۃ القرآن کراچی
۲۴۔	صحیح ابن خزیمہ	ترجمہ حافظ عبدالقدوس و حافظ عبدالقہار سلفی	مدرسہ دار السلام کراچی
۲۵۔	المعجم الکبیر طبرانی		
۲۶۔	مسند امام اعظم	ترجمہ پروفیسر دوست محمد شاکر	فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
۲۷۔	مسند امام شافعی	ترجمہ ابوالعلا محمد محی الدین جہانگیر	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
۲۸۔	مستدرک امام حاکم	ترجمہ حافظ محمد شفیق الرحمان	شبیر برادرز اردو بازار لاہور
۲۹۔	مصنف ابن ابی شیبہ		دار القرآن کراچی
۳۰۔	نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	علامہ شوکانی	دوست ایوسی ایٹس لاہور
۳۱۔	المحلی از امام ابن حزم	ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری	مرکز الدعوۃ والارشاد لاہور
۳۲۔	الشافی ترجمہ فروع کافی	ترجمہ مولانا ظفر حسن امروہی	ظفر شمیم پبلی کیشنز کراچی
۳۳۔	تہذیب الاحکام	شیخ طوسیؒ	ایران
۳۴۔	استبصار	شیخ طوسیؒ	ایران
۳۵۔	من لا یحضرہ الفقیہ	ترجمہ مولانا حسن امداد	الکساء پبلشرز کراچی
۳۶۔	وسائل الشیعہ	ترجمہ علامہ محمد حسین نجفی	مکتبۃ السبطین سرگودھا

نمبر	کتاب	مترجم / مصنف	ناشر
۳۷۔	عیون اخبار الرضا	از شیخ صدوقؒ ترجمہ	اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی
۳۸۔	عقاب الاعمال	از شیخ صدوقؒ ترجمہ	

کتب فقہ وغیرہ

نمبر	کتاب	مترجم / مصنف	ناشر
۳۹۔	الفقہ علی المذاہب الاربعہ	ترجمہ منظور احسن عباسی	علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب
۴۰۔	فقہ الحدیث از علامہ شوکانی	تحقیق علامہ ناصر الدین البانی	نعمانی کتب خانہ لاہور
۴۱۔	فقہ حضرت ابوبکرؓ	ڈاکٹر محمد رواس ترجمہ مولانا عبدالقیوم	ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور
۴۲۔	فقہ حضرت عمرؓ	ڈاکٹر محمد رواس ترجمہ ساجد الرحمٰن صدیقی	ادارہ معارف اسلامی لاہور
۴۳۔	فقہ عمرؓ	از شاہ ولی اللہ ترجمہ مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی	علم و عرفان پبلشرز لاہور
۴۴۔	فقہ عبداللہ ابن عمرؓ	ترجمہ مولانا عبدالقیوم	ادارہ معارف اسلامی لاہور
۴۵۔	فقہ عبداللہ ابن مسعودؓ	ترجمہ مولانا عبدالقیوم	ادارہ معارف اسلامی لاہور
۴۶۔	فقہ عبداللہ ابن عباسؓ	ترجمہ مولانا عبدالقیوم	ادارہ معارف اسلامی لاہور
۴۷۔	فقہ امام حسن بصریؒ	ترجمہ مولانا عبدالقیوم	ادارہ معارف اسلامی لاہور
۴۸۔	آسان فقہ	مولانا محمد یوسف اصلاحی	لاہور
۴۹۔	نزل الابرار	علامہ وحید الزمان خاں	طبع بنارس ۱۹۲۸ء
۵۰۔	اعلام الموقعین	از امام ابن قیم ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۵۱۔	زاد المعاد	امام ابن قیم ترجمہ مولانا رئیس احمد ندوی	نفیس اکیڈمی کراچی
۵۲۔	مختصر زاد المعاد	تالیف شیخ محمد بن عبدالوہاب	وزارت مذہبی امور سعودی عرب
۵۳۔	کتاب الصلوٰۃ	امام احمد بن حنبل ترجمہ شیخ علی جواد	تاج کمپنی کراچی
۵۴۔	حی علی الصلوٰۃ والرسولؐ	مسعود نوازش	کریم پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
۵۵۔	صلوٰۃ الرسولؐ	مولانا محمد صادق سیالکوٹی	نعمانی کتب خانہ لاہور
۵۶۔	نماز نبویؐ احادیث کی روشنی میں	ڈاکٹر شفیق الرحمٰن	دار السلام لاہور

۵۷۔	صحیح نماز نبوی کتاب وسنت کی روشنی میں	شیخ عبدالرحمن عزیز	دارالقدس چوبرجی لاہور
۵۸۔	نماز نبویؐ	علامہ ناصرالدین البانی	ادارۃ الترجمہ والتالیف فیصل آباد
۵۹۔	رسول اکرمؐ کی نماز	مولانا محمد اسماعیل سلفی	اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور
۶۰۔	نماز پیغمبر ﷺ	شیخ محمد الیاس فیصل	سنی پبلی کیشنز لاہور
۶۱۔	نماز مسنون کلاں	مولانا عبدالحمید سواتی	گوجرانوالہ
۶۲۔	رسول اللہ کی نماز	شیخ عبدالعزیز عبداللہ بن باز	دارالسلام لاہور
۶۳۔	نماز رسول ﷺ	علامہ محمد حسن جعفری	ادارہ منہاج الصالحین لاہور
۶۴۔	مسائل خفین	علامہ رفعت قاسمی	مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور
۶۵۔	جرابوں پر مسح	علامہ جمال الدین دمشقی ترجمہ مولانا محمد عباس انجم	گوجرانوالہ
۶۶۔	اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر	سید ابوالاعلیٰ مودودی	لاہور
۶۷۔	فتاویٰ الصیام	ترجمہ عبدالمالک مجاہد	دارالسلام لاہور
۶۸۔	تراویح اور اس کے احکام	مولانا اشرف علی تھانوی	صدیقی ٹرسٹ کراچی
۶۹۔	نماز تراویح اور مذاہب اہلحدیث	حافظ عبدالحق بشیر	حق چاریار اکیڈمی گجرات
۷۰۔	اہلسنت والجماعت اور اہلحدیث کا اختلاف	محمد پالن حقانی	میر محمد کتب خانہ کراچی
۷۱۔	رمضان المبارک اور قیام اللیل کے مسائل		دارالسلام کراچی
۷۲۔	نماز جنازہ	مولانا محمد صادق سیالکوٹی	لاہور
۷۳۔	احکام الجنائز	علامہ ناصرالدین البانی	نور اسلام اکیڈمی لاہور
۷۴۔	الامام الصادق والمذاہب الاربعہ	سید اسد حیدر نجفی ترجمہ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی	لاہور

۷۵۔	رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ	شیخ محمد بن عبدالرحمن	المطبعۃ المیریہ بولاق مصر ۱۳۰۰ھ
۷۶۔	نبی کریمؐ اور صحابہؓ کا طریقہ قیام نماز	مولانا شوکت سندرانوی	زیدی بک ایجنسی لاہور
۷۷۔	سفر سعادت	مجد الدین محمد بن یعقوب ترجمہ ہدایت اللہ ندوی	نعمانی کتب خانہ لاہور
۷۸۔	ارسال الیدین	علامہ مرزا یوسف حسین	اسلامیہ مشن ایمپریس روڈ لاہور
۷۹۔	مواہب الرحمانی	ترجمہ میزان الکبریٰ شعرانی ترجمہ مولانا محمد حیات سنبھلی	گلزار ہند سلیم پریس لاہور ۱۹۱۹ء
۸۰۔	بہشتی زیور	مولانا اشرف علی تھانوی	نعمانی کتب خانہ لاہور
۸۱۔	تنویر العینین رفع الیدین	شاہ اسماعیل شہید	مکتبہ فاروقی دہلی ۱۲۹۰ھ
۸۲۔	اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب کا ارتقاء	علامہ احمد تیمور پاشا ترجمہ معراج محمد بارق	کراچی
۸۳۔	رسائل ومسائل	سید ابوالاعلیٰ مودودی	اسلامک پبلی کیشنز لاہور
۸۴۔	عرف الجاری	نواب نورالحسن	بھوپال
۸۵۔	مفاتیح الجنان	شیخ عباس قمی	لاہور
۸۶۔	جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف	مولانا محمد پالن حقانی	مکتبۃ البخاری کراچی
۸۷۔	شہادت ثالثہ در تشہد کے متعلق شرعی فیصلہ	ملک آفتاب حسین جوادی	کھرمنگ بلتستان
۸۸۔	نماز جنازہ کی پانچ تکبیرات	ملک آفتاب حسین جوادی	اسلام آباد

متفرق کتب

۸۹۔	حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریات	مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی	علم وعرفان پبلشرز لاہور

Scanned with CamScanner

۹۰۔	امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی	مولانا مناظر احسن گیلانی	نفیس اکیڈمی کراچی
۹۱۔	افکار ابن خلدون	مولانا محمد حنیف ندوی	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۹۲۔	اعتقادات	شیخ صدوقؒ	اسلام آباد
۹۳۔	شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت واہمیت	ڈاکٹر اسرار احمد	لاہور
۹۴۔	لغات الحدیث	مولانا وحید الزمان خاں	میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
۹۵۔	مقالات شاغف	شیخ احمد شاغف بہاری	بیت الحکمت لاہور
۹۶۔	اسلامی انسائیکلوپیڈیا	قاسم محمود	شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی
۹۷۔	علم الکلام اور کلام	مولانا شبلی نعمانی	نفیس اکیڈمی کراچی
۹۸۔	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۹۹۔	اسد الغابہ	ترجمہ محمد عبدالشکور لکھنوی	المیزان الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
۱۰۰۔	تاریخ ابن خلقان	ترجمہ علامہ اختر فتح پوری	نفیس اکیڈمی کراچی
۱۰۱۔	تاریخ ابن خلدون	ترجمہ حکیم احمد حسین	نفیس اکیڈمی کراچی
۱۰۲۔	تاریخ طبری	ترجمہ سید محمد ابراہیم ندوی	نفیس اکیڈمی کراچی
۱۰۳۔	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین سیوطی	نفیس اکیڈمی کراچی
۱۰۴۔	خلفائے راشدین	شاہ معین الدین احمد ندوی	ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی
۱۰۵۔	حضرت عثمانؓ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں	ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری	نفیس اکیڈمی کراچی
۱۰۶۔	الخلافت والامامت عظمٰی	سیّد رشید رضا	محمد سعید اینڈ سنز کراچی
۱۰۷۔	خودنوشت افکار سرسید	مرتب ضیاء الدین لاہور	جمیعۃ پبلی کیشنز لاہور
۱۰۸۔	صحابہ کرام واہلبیت عظام رضوان اللہ علیہم	شاہ اسمٰعیل شہید	مشتاق بک کارنر لاہور
۱۰۹۔	خطبات بہاولپور	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	اسلام آباد
۱۱۰۔	الدین القیم	حافظ آیت اللہ بشیر حسین نجفی	بیروت

Scanned with CamScanner